شہنشاہِ بغداد

مصنف

[illegible]

ادارہ معارفِ نوشاہیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دینگے

شہنشاہِ بغداد

حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالے عنہ

کے

حالات اور فیوض و برکات پر مختصر تبصرہ

مصنفہ

محمد لطیف زادؔ نوشاہی

نذیر اولڈ بک ڈپو
پہلی تا ایم اے
پرانا کورس
دستیاب ہے
6833149
تھانہ سے پہلی گلی نمبر 54 کھٹیک منڈی لاہور

ادارہ معارف نوشاہیہ محمدی پارک راجگڑھ لاہور

۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

نام کتاب ـــــــــ شہنشاہِ بغداد
مصنف ـــــــــ محمد لطیف زار نوشاہی
سالِ تصنیف ـــــــــ ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء
ناشر ـــــــــ ادارہ معارفِ نوشاہیہ۔ نوشاہی منزل راجگڑھ لاہور
کتابت ـــــــــ ادارہ پروین کتابت ۲۰۵ ذوالقرنین چیمبر۔ لاہور
مطبع ـــــــــ المکتبۃ العلمیہ لیک روڈ۔ لاہور
تعداد ـــــــــ ۱۱۰۰ بار اوّل
سالِ طباعت ـــــــــ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۴ء
قیمت ـــــــــ [redacted] روپے۔

ملنے کے پتے

ادارہ معارفِ نوشاہیہ، نوشاہی منزل محمدی پارک، راجگڑھ۔ لاہور نمبر 1
حکیم قدرت اللہ اقبال، نوشاہی منزل۔ ۸۹۔ بی غلام محمد آباد۔ فیصل آباد
بابو عبدالمجید قادری کاشانۂ فاطمہ۔ مسلم گنج۔ مریدکے۔ ضلع شیخوپورہ
حاجی محمد اسلم سلیم نوشاہی، نوشاہی منزل نوشہ بازار۔ مریدکے ضلع شیخوپورہ
رضا پبلیکیشنز ۔ مین بازار داتا صاحب۔ لاہور
مکتبہ نبویہ ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیدنا محمدٍ

وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم

انتساب

شہنشاہِ بغداد حضرت غوث الاعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے

عقیدت مندوں کے نام

زار نوشاہی

شیئاً للہ من گدائے دلِ حزیں

المدد خواہم ز شاہِ محی الدّین

سگِ درگاہ میراں شو چو خواہی قربِ ربانی

حضرت زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ

کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

نوشاہ طالب قادری ہور کسے دا ناں   طالب قادر پاک دا دو جگ پاوے تھاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھمّ صلّ علیٰ سیّدنا محمّدٍ وعلیٰ اٰلِ سیّدنا محمّدٍ کما صلّیت علیٰ سیّدنا ابراھیم وعلیٰ اٰلِ سیّدنا ابراھیم انک حمیدٌ مّجیدٌ ۝ اللّٰھمّ بارک علیٰ سیّدنا محمّدٍ وعلیٰ اٰلِ سیّدنا محمّدٍ کما بارکت علیٰ سیّدنا ابراھیم وعلیٰ اٰلِ سیّدنا ابراھیم انّک حمیدٌ مّجیدٌ ۝

گویم ز کمالِ تو چہ غوث الثقلینا
محبوبِ خدا ابنِ حسن آلِ حسینا

سر در قدمت جملہ نہادند و بگفتند
تاللہِ لقد اٰثرکَ اللہُ علینا

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ

نذرانۂ عقیدت

شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بادشاہِ ہر دو عالم شاہِ عبدالقادر است

سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبدالقادر است

آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم

نورِ قلب از نورِ اعظم شاہِ عبدالقادر است

کتبہ۔ محمد اعظم منوّر

ترتیب

ابتدائیہ از سید عارف نوشاہی — و
گذارشِ احوالِ مصنّف — ج
ابتدائے آفرینش — ۱
غوث کسے کہتے ہیں — ۷
غنیۃ الطالبین کس کی کتاب ہے — ۴۴
ولادتِ باسعادت — ۵۳
نام و کنیت — ۵۶
سلسلۃ الذہب — ۵۹
طفولیّت — ۶۳
والدہ کی اطاعت صداقت کی کرامت — ۶۴
ورودِ بغداد — ۶۶
بغداد اور مضافات کے حالات — ۶۷
حصولِ علم میں تکالیف کی برداشت — ۶۹
ولایت — ۷۴
ریاضت و مجاہدات — ۷۶
خرقۂ خلافت (بیعت) — ۸۰
حضرت غوث الاعظم کا شجرۂ طریقت — ۹۴
سنہری زمانہ — ۹۵
اللہ والوں کی گستاخی — ۹۷
وعظ و تذکیر — ۹۸
خلیفہ بغداد دربارِ شہنشاہِ بغداد میں — ۱۰۵
اولیائے عظام آستانۂ شہنشاہِ بغداد پر — ۱۰۸
عظمتِ شہنشاہِ بغداد — ۱۱۳
یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ — ۱۳۱
فیضِ شہنشاہِ بغداد و صدقہ جاریہ گیارھویں شریف — ۱۳۹
تعیین الوقت — ۱۵۶
تسمیۃ للتغیر — ۱۶۰
اطعام الطعام — ۱۶۴
کراماتِ شہنشاہِ بغداد — ۱۶۹
مدحتِ غوثِ اعظم — ۱۸۳
برکاتِ شہنشاہِ بغداد — ۱۸۴
شہنشاہِ بغداد کے اخلاقِ عالیہ — ۱۸۷
شہنشاہِ بغداد کی نظرِ رحمت برزخ والوں پر — ۱۸۹
تصنیفاتِ غوث الاعظم — ۱۹۳
اصطلاحاتِ تصوف — ۲۱۳
شہنشاہِ بغداد کے متعلق اکابر اولیائے وقت کی رائے — ۲۲۲
اکابر مصنفین کے اقوال — ۲۲۳
غوثِ پاک کی ازواج اور اولاد — ۲۲۵
حضور غوث الاعظم کے خلفاء — ۲۲۹
وصال اور وصایا شریف — ۲۳۷
تاریخ وفات — ۲۳۹
خاتمۃ الکتاب — ۲۴۰

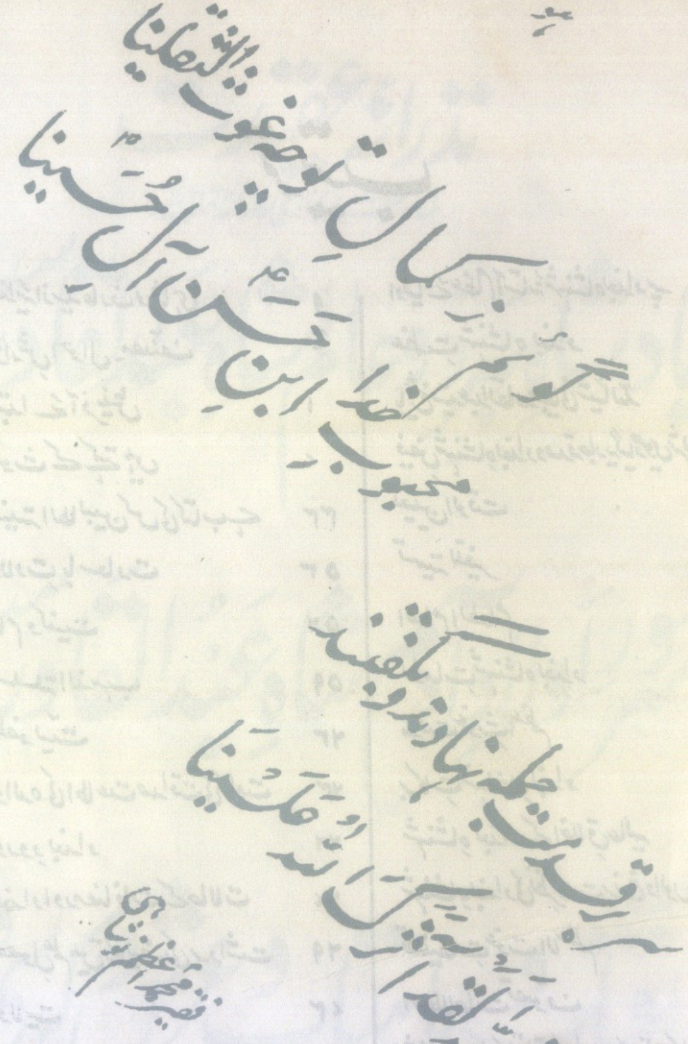

نمونہ خط حضرت باباجی مولانا محمد اعظم نوشاہی میرووالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مادۂ تاریخ ہجری

نذرانۂ عقیدتِ بندۂ بے نوا ۔۔۔ حاضر ہے پیشِ خدمتِ سلطانِ اولیا
منظور جو کریں تو نہے عزت و شرف ۔۔۔ یہ ہدیۂ حقیر ہے از جانبِ گدا
تاریخِ طبع کے لئے ہاتف نے یوں کہا ۔۔۔ اے زار لکھ کتابِ کراماتِ قادریہ

۱۴۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

از سید عارف نوشاہی

سلسلہ قادریہ کے مورث اعلیٰ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مناقب پر مشتمل کتاب "مولائے کائنات" کی تالیف و اشاعت کے بعد اب محترم و مکرم مولانا محمد لطیف زار نوشاہی صاحب نے سلسلۂ قادریہ کے سر سلسلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مناقب پر قلم اٹھایا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے مندرجات اور مؤلف محترم کے مقدمہ سے بھی ظاہر ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا محرک مؤلف کی صاحب سلسلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقیدت و ارادت ہے۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سوانح اور مناقب پر مستقل اور جزوی طور پر اسلامی ممالک کی زبانوں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، تحقیقی، معلوماتی اور عقیدتی رنگوں میں ہر رنگ کا مواد اپنی اپنی جگہ پر قارئین کے لئے افادیت رکھتا ہے، جو لوگ احوال و وقائع کو مستند حوالوں کے ساتھ پڑھنے کے خواہش مند ہیں اُن کے لئے ویسی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جو لوگ حالات و واقعات کو محض اطلاعات و معلومات کے لئے پڑھنا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے سیدھے سادھے اور بعض اوقات دلچسپی پیدا کرنے کے لئے افسانوی انداز میں مواد موجود ہے۔ ایسی کتابوں میں مصنفین نے قاری کو حوالوں اور حاشیوں میں نہیں الجھایا۔ لیکن اپنا مدعا انہی کتابوں کی مدد سے دلکش انداز میں پیش کر دیا ہے۔ تذکرہ نویسی کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس میں مصنف واقعات و تذکار کا انتخاب صاحب تذکرہ سے اپنی عقیدت بلکہ عشق کی بنیاد پر کرتا ہے اس نوعیت کی کتابوں میں وارفتگی اور شیفتگی ہوتی ہے۔ مصنف مبالغے کا بھی شکار ہو سکتا ہے مگر اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ مصنف نے سوانح نگاری کا یہ اسلوب اپنی وسیع معلومات اور مطالعہ کے بعد اختیار کیا ہے یا اس کے بغیر۔ یعنی وہ لاشعور میں معلومات کے تابع ہے یا اسلوب کے۔ بہر حال اس نہج کی سوانح عمریاں پڑھنے اور پسند کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔

زیرِ نظر کتاب کو میں مؤخر الذکر دونوں اسالیب کا ترجمان قرار دیتا ہوں۔ یعنی اس میں معلومات بھی ہیں اور عقیدت کا اظہار بھی۔ یعنی قال بھی ہے اور حال بھی۔ بعض مقامات پر ماخذ و منابع کے حوالوں نے مصنف کی ارادت کو ثقاہت اور صلابت بھی بخش دی ہے۔

اس کتاب کو محض اندھی تقلید کا نتیجہ قرار دینا سراسر غلط ہوگا۔ کیونکہ ان صفحات میں مصنف نے بڑی بے باکی سے بعض ایسی خرابیوں کا ذکر کر دیا ہے جنہیں بعض اندھے مقلد خوبی بنا کر اپنی دکانِ علم و تصوف چمکائے بیٹھے ہیں۔ مصنف نے اپنے مقدمہ میں بتایا ہے کہ اُن کی سابقہ کتاب "مولائے کائنات" کے بعض مضامین پر کچھ احباب جز بز ہوئے تھے۔ زیرِ نظر کتاب کے بھی مذکورہ حصے یقیناً ایسے لوگوں کو ناگوار گذریں گے جو طریقت کو شریعت سے الگ کئے بیٹھے ہیں۔ لیکن مصنف نے ہمت کر کے ایسے علماء و صوفیہ کا محاسبہ کیا ہے۔ تصوف کی روح یقیناً اسلامی ہے لیکن اس کے بعض ظواہر کو بنیاد بنا کر تصوف اور متصوفین کو یکسر رد کر دینا ایک ایسا فیصلہ ہے جس کے پیچھے مطالعہ کی کمی ہے۔ گیارہویں کی رسم کی مصنف نے جو توجیہہ کی ہے وہ گروہِ صوفیہ کے ظواہر کے شرعی تعلیمات کے مطابق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مَیں نے یہ کتاب اس لیے بھی پسند کی ہے کہ اس میں مصنف نے سلسلۂ نوشاہیہ کے اکابر کی روایات اور معمولات کے حوالے سے بھی باتیں درج کی ہیں۔ سلسلۂ نوشاہیہ اس علاقے میں سلسلۂ قادریہ کی تعلیمات کا مؤثر ترجمان رہا ہے۔ اس حوالے سے یہ تمام معلومات منفرد ہیں۔

انشاء اللہ یہ کتاب پڑھنے والوں میں مقبول ہوگی۔

سید عارف نوشاہی

۲۹ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ — آستانہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ۔ ساہن پال شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارشِ احوال

مصنف

اللہ تعالےٰ جلّ وعُلا غفور ورحیم رؤف وکریم شکور وحلیم کی ذاتِ بابرکات کے لیئے حمد وثنا اور تحیت وعُلا ہے جس نے اپنی رحمتِ کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے ذرات کو اکٹھا کر کے صحرائے اعظم اور قطروں کو وسعت دے کر محیط وقلزم بنا دیا اور تیرہ وتار خاکدان کو مہر وماہ کے چراغوں کی روشنی سے منوّر کر دیا اور فلک الافلاک کو رفعت دے کر اپنے عرش وکرسی کی ہمسائیگی کی سعادت بخشی اور ہفت طبقات الارض کو اپنے محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجودِ مسعود کے فیض سے عرشِ منزلت بنا دیا اور بے حد وحساب درود اور بے پایاں سلام پیش کرتے ہیں ہم جناب رسول الثقلین سید الکونین مدنی تاجدار سرورِ مختار، نازشِ روزگار، محبوبِ کردگار امام الاوّلین والآخرین جناب رحمۃً للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات پر جن کی نگاہِ کرم کے طفیل ربِ ذوالجلال والاکرام نے نیست کو ہست، نابود کو بود، ناکس کو کس اور لاموجود کو موجود بنا دیا، قلم کو بنایا اور اس کی جنبش سے صفحۂ قرطاس پر گلکاریاں ہونے لگیں اور حروف مضامین کی صورت میں ڈھلنے لگے اور صاحبانِ علم وفضل خداداد صلاحیتوں سے دُرہائے الفاظ ومعانی کو سلکِ مضامین میں پرونے لگے۔ دُرہائے شاہوار اور گوہرہائے آبدار سے صفحاتِ کتب تابدار ہونے لگے۔ اچھوتے اسلوبِ بیان ودیدہ زیب آن بان سے راحتِ قلب ونظر کا سامان بنے۔ ہر صنفِ سخن پر خامہ فرسائی کی گئی اور صاحبانِ فن نے ہر بات میں بات کمال تک پہنچا دی۔ نثر میں سوانح نگاری ایک بہت ہی اچھی صنف تھی جس میں بہت سے استادانِ مشاق نے کمال کر دکھایا اور پھر کچھ ایسی ہستیاں محورِ بیان رہیں کہ جب بھی کسی مورخ یا سوانح نگار نے کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو قلم کو انہیں کی طرف جھکتا ہوا پایا۔ ان ہستیوں میں انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جن اصحاب پر خامہ فرسائی ہوئی ان میں حضرتِ شیرِ خدا علی المرتضےٰ علیہ السلام کا اسمِ گرامی صفِ اوّل کے مشاہیر میں شمار ہوتا ہے اور

آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پر انشاپردازوں اور سوانح نگاروں، مورخین اور مصنفین نے ہر زاویے سے دادِ سخن دی ہے۔ مجھ ہیچ کار محمد لطیف زار کو بھی اس میدان میں طالع آزمائی کا شوق پیدا ہوا تو قلب و روح میں حضورِ امام الاولیا علیہ میں عقیدت پیش کرنے کا جذبہ موجزن نظر آیا۔ لیکن میں نے سوچا کہ میرے قلم میں یہ جرأت کہاں اور میرے ہاتھ میں یہ کرامت کہاں کہ ہدیہ پیش شاہِ ولایت علیہ السلام کر سکوں۔ لیکن میرے دل نے کہا اور روح نے تائید کی کہ کیوں مایوس ہو رہا ہے۔ تیرے قلم میں جرأت نہیں اور تیرے ہاتھ میں کرامت نہیں تو کیا ہوا جن کے متعلق لکھنا چاہتا ہے ان کی طاقت کو تو تو جانتا ہے۔ قلم اُٹھا ہاتھ بڑھا اور حیدرِ صفدر علیہ السلام کی عنایات اور قوت کا کرشمہ دیکھ۔ بس پھر قلم وجدانیت میں اٹھا اور صفحۂ قرطاس پر "مولائے کائنات" کے الفاظ میری عقیدت کی آنکھوں کے سامنے ابھرے اور پھر مولائے مرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کا یہ فیضِ عمیم تھا کہ آپ کی عقیدت میں میرے قلم سے ربِ کریم نے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل کتاب بنام "مولائے کائنات" لکھوائی۔ جس کے الفاظ حضرت شیرِ خدا علیہ السلام کی کرامات کا مظہر ہیں۔ ورنہ میں کہاں اور وہ الفاظ کہاں اور میں اس کتاب کو اپنی زندگی کی متاع، اس دنیا کے لئے پناہ اور اگلی دنیا کے لئے زادِ راہ سمجھتا ہوں۔ یہ کتاب جس وقت منظر پر آئی تو اہل اللہ اور اہل حق نے بہت پسندیدہ نگاہوں سے اس کو دیکھا۔ لیکن روافض اور خوارج عقائد سے متعلق لوگوں نے اپنے عقیدہ کے باعث ناپسندیدگی ظاہر کی۔ یہ لوگ اپنے مسلک کے تحت مجبور تھے۔ کیونکہ روافض اصحابِ پاک بالخصوص خلفائے ثلاثہ اور خوارج مولائے کائنات رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مرتبت کو کسی صورت برداشت نہیں کرتے مگر اس کتاب نے تو گویا ایک گھسوٹی کا کام کیا اور بڑے بڑے سالوس کے خرقہ کے مہاجن بے نقاب ہوئے اور بڑے بڑے خاندانِ ... سیدِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اعلےٰ و ارفع کو برداشت نہ کر سکنے والے ... ٹے عاشقانِ رسالتِ مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اصلیت اور حقیقت اس کتاب کے آئینے میں رونما ہو گئی اور مرزا غالب کی قبر کو اللہ تعالےٰ نور سے بھر دے اس کے الفاظ نے حقیقت کی شکل اختیار کر لی۔ ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ — دھوکا دیتے ہیں یہ بازی گر کھلا

بظاہر یہ لوگ قادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی ہر چہار سلاسلِ تصوف جن کا تعلق

براہِ راست امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم سے ملتا ہے کے متبعین میں اپنے آپ کو شمار کراتے ہیں اور بعض اپنے ناموں کے ساتھ ان پاک نسبتوں کو بطور پناہ استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایسے ہی ایک صاحب نے اس کتاب کو بائیں ہاتھ سے میز پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں اس مولائے کائنات سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " آگے جو الفاظ اس کی زبان سے نکلے وہ میرے قلم سے نہیں نکل سکتے۔

خیر یہ ایک واقعہ ہے ایک حقیقت ہے ایک تلخ تجربہ ہے اور ایک تازیانہ ہے جس نے میری فریب خوردہ عقیدت کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ میں تو یہی سمجھا کرتا تھا کہ یہ قادری، نقشبندی چشتی اور سہروردی وغیرہ کہلوانے والے اہلِ بیتِ کرام کے جان نثار ہوتے ہیں، صحابہ کرام کے غلام زار ہوتے ہیں۔ دوازدہ ائمہ کے اطاعت شعار ہوتے ہیں اور حضور غوث الثقلین، غیث الکونین سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دوستدار ہوتے ہیں۔ لیکن جب یہ حقیقت سامنے آئی کہ ان میں سے بعض جھوٹے دعویدار حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چاروں برحق خلفائے راشدین میں سے کسی ایک یا سب کی خلافت کے انکار کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور حضرتِ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی شہادتِ عظمےٰ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحاح ستہ میں کہیں موجود نہیں (یہ ان کا قول ہے) اور اس طرح حضور غوث الاعظم سید عبد القادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اجداد پاک (جن کی شان میں آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، فخریہ رطب اللسان ہیں۔ کہیں فرماتے ہیں۔

ع انا الحسنی والمخدع مقامی

یعنی مَیں اولادِ حسن علیہ السلام سے ہوں اور مخدع میرا مقام ہے اور کہیں فرماتے ہیں۔ انا الحسنی والحسینی ۔ یعنی میں حسن وحسین علیہما السلام کی اولاد ہوں۔) کی کسرِ شان بلکہ عناد کے مرتکب ہوتے ہیں تو میں نے اس وقت اپنے دل کے اندرونی گوشوں میں ایک ہیجان اور تلاطم امڈتا ہوا محسوس کیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے میں نے اپنی روح کو حضورِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نذرانہ عقیدت پیش کرنے پر مستعد پایا تاکہ اہلِ دانش وفہم حضرات کو معلوم ہو جائے کو حضرتِ غوثِ پاک کے نام پاک کے ساتھ نسبت صحیح صرف اسی کو ہو سکتی ہے جو خاندان پاک رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا عاشق صادق ہو اور جسے اہلِ بیتِ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے کد ہے اس کی

نسبت حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے معلوم!

کچھ دنوں تک میں اس بات پر غور کرتا رہا۔ ایک دن میری ملاقات میرے عزیز مخلص اور مشفق دوست الحاج بابو عبدالمجید قادری منڈی مریدکے والے سے ہوئی اور باتوں باتوں میں بات کتاب "مولائے کائنات" اور اس کی مقبولیت کی چل نکلی اور ساتھ ہی عاشقانِ غوث الاعظم اور قادری کہلانے والے اصحاب زیرِ بحث آئے اور جب میں نے انہیں بتایا کہ میں حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو عقیدت پیش کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں تو انہوں نے بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ کچھ دنوں بعد "توکلتُ علی اللہ" کتاب میں نے شروع کردی کئی دن بلکہ مہینے گذر گئے اور میں صرف پہلے مضمون یعنی "ابتدائے آفرینش" سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے بعد یہ غالباً ۹ ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ کی بات ہے پھر میری ملاقات مریدکے میں ان سے ہوئی نمازِ عشاء کے بعد چوہدری فضل الٰہی نوشاہی کے گھر بیٹھے ہوئے تھے کوئی بارہ بجے رات تک محفل رہی۔ برخاست کے وقت بابو صاحب کہنے لگے وہ کتاب آپ نے لکھ لی۔ میں نے بتایا کہ کتاب کے تو میں نے ابھی تک تین چار صفحے لکھے ہیں قلم بالکل رکا ہوا ہے۔ منظوری کا انتظار کر رہا ہوں آپ سب لوگ دعا کریں کہ میرے ولیٔ نعمت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے دربار سے اجازت حاصل ہو جائے اور اس غلامِ زار کی دلی آرزو بر آئے سب نے "آمین" کہا اور پوچھا کتاب کا نام کیا رکھا ہے۔ میں نے بتایا کہ "شہنشاہ بغداد" نام سے حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے دربار میں عقیدت پیش کر رہا ہوں۔ ساری مجلس نے بہت پسند کیا اور حاجی بابو عبدالمجید صاحب پر تو گویا وجد طاری ہو گیا۔ اگلے دن صبح لاہور آکر میں نے کتاب لکھنا شروع کی تو قلم نے اپنی سرعتِ سیر دکھانا شروع کردی اور مضامین بفضلہٖ وارد ہونا شروع ہو گئے۔ اگلے دن مجھے بابو جی کا فون آیا کہ میں گھر پہ ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بسر و چشم۔ آئے اور بڑی گرمجوشی سے ملے اور مسکراتے ہوئے کہا۔ جی! آپ کی کتاب منظور ہو گئی اور بیٹھتے ہوئے مبلغ گیارہ سو روپے میرے سامنے رکھ دیئے اور کہا یہ حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی نذر ہے اور پھر ہر ماہ گیارھویں شریف پر گیارہ سو روپے پیش کرتے رہے اور اس طرح ساڑھے پانچ ہزار روپے نذر شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کر دیے اور ان کے علاوہ میرے بہترین دوست عزیز القدر حکیم قدرت اللہ اقبال نوشاہی غلام محمد آباد فیصل آباد نے مبلغ دو ہزار دو صد روپیہ پیش کیا اور میرے بیٹے مفتی نور محمد سلمہٗ الرحمٰن نے نیویارک

سے مبلغ ایک ہزار روپیہ ارسال کیا اور میری عزیزہ بیٹی ظہور فاطمہ نے مبلغ پانچ صد روپیہ نذر کیا اور چوہدری فضل الٰہی صاحب منڈی مریدکے والوں نے مبلغ دو صد روپے پروفیسر محمد رمضان مرزا نے مبلغ یک صد روپے اور عزیزی ندیم منظور نے مبلغ ڈیڑھ صد روپے پیش کیے۔ یہ ان حضرات کی خوش نصیبی ہے کہ انہیں عالی جناب غوث الاعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے حضور عقیدت پیش کرنے کا موقع ملا اور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے اپنے لامتناہی خزانے سے کتاب کے اخراجات کے لیے جو رقم عطا فرمائی۔ اس کے لیے میرے ان مہربانوں اور عزیزوں کے ہاتھ اور ارادے استعمال کیے گئے اور ہمیں ان حضرات پر بجا طور پر فخر ہے کہ حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی نظرِ نور کے انتخاب نے ان لوگوں کو قبولیت اور سعادت مندی سے بہرہ ور فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات کے طفیل اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرزندِ ارجمند عالی جناب شہنشاہِ بغداد کی عنایات کے طفیل سب معطی حضرات کے عزم و استقلال میں استقامت اور برکت عطا فرمائے اور اجرِ عظیم سے نوازے۔ ان کے علاوہ میں اپنے مخلص اور مشفق مہربان دوست حضرت علامہ مولانا مولوی محمد اصغر علی صاحب قادری رضوی خطیب اہلِ سنت زیدٗ مجدہٗ کا بھی انتہائی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے دورانِ تالیف مجھے بے شمار ضروری اور متعلقہ کتب مہیا فرمائیں۔ اگرچہ میری کتاب کا محور زیادہ تر بہجۃ الاسرار اور شریف التواریخ جلد اول کی روایات بنی رہیں۔ پھر بھی میں نے حضرت مولانا دام فیوضہٗ کی عنایات سے پورا پورا استفادہ کیا اور بہت جگہ اِن کتابوں سے حوالہ جات بھی دیے۔ مولوی صاحب نے مجھے زبانی طور پر بھی گراں قدر معلومات مہیا کیں۔
ربِ کریم حضرت مولانا صاحب کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور سب سے گراں قدر اور بیش بہا نعمت جو تالیفِ کتاب کے دوران مجھے عطا ہوئی اور اس احسانِ خداوندی کے سامنے میرا سر ہمیشہ عبودیت میں جھکا رہے گا وہ صاحبزادہ سید رضاء اللہ شاہ عارف نوشاہی صاحب مدظلہٗ کا تعاون ہے۔ انہوں نے کتاب کے مسودہ کو دو دفعہ ملاحظہ فرمایا جہاں غلطی یا لغزش دیکھی اس کو درست فرما دیا اور ضروری اور بیش قیمت ہدایات سے نوازا اور کتاب کا قیمتی ابتدائیہ لکھ کر کتاب کی خوبی اور خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے۔ ہماری دعا ہے کہ رب کریم عالی وقار صاحبزادہ کی عمر، ہمت اور علم و دانش میں برکت فرمائے اور گلزارِ نوشاہیت کو اس گلِ تازہ کی مہکار سے نوبہار بنائے۔ اس کے بعد میں اپنی عقیدت و عبودیت کی جبین کو اللہ تعالےٰ اجل مجدہٗ الکریم

کے حضور سجدہ میں جھکا رہا ہوں، اس نعمتِ عظیم اور عنایتِ عمیم کے شکرانہ میں کہ اس مہربانِ ازلی کریم لم یزلی نے اپنے محبوب پاک معلمِ کائنات، فخرِ موجودات کی نگاہِ رافت و رحمت کے طفیل میرے جیسے ناقص و ناکس، بے شعور اور کم علم کو سلطان الاولیاء غوث الوریٰ حضرت شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اپنے لطفِ خاص سے کتاب کے آغاز کو انجام تک پہنچا دیا اور طباعت و اشاعت کے مراحل کو بھی اپنی مہربانیوں سے آسان فرما دیا۔ اب کتاب بفضلہٖ قارئینِ کرام کے پیشِ نظر ہے اور اس کے اسقام اور محاسن سب ان کے سامنے ہیں۔ مجھے اپنی کم علمی اور محدود مطالعہ کا اعتراف ہے اور کتاب کے متعلق میں صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ وہ عقیدت کے جذبات کے تحت لکھی گئی ہے۔ صاحبانِ دانش و فرہنگ جہاں کوئی لغزش دیکھیں اُسے میری کم علمی پر محمول کرتے ہوئے درگزر فرمائیں اور مطلع کریں اور جہاں کوئی چیز پسندیدہ اور خوش کن دیکھیں، اُسے عالیجناب شہنشاہِ بغداد کی کرامت اور تصرف سمجھیں اور ازراہِ نوازش راقم کے لیے اس دربارِ عالی سے وابستہ رہنے کی دعا کریں اور مجھے اجازت دیں کہ اپنے سرِ نیاز کو ربِ کریم، رؤف و رحیم، راحم و رحمان کے حضور سجدہ ریز کر کے دعا کروں کہ وہ کریم کارساز میرے اس نذرانۂ عقیدت کو جو میں نے فرزندِ رسول، شہنشاہِ بغداد غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے تحریر کیا ہے۔ دربارِ سیدِ رُسل، ہادیٔ سُبل، سلطانِ جز و کل، جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں شرفِ قبولیت سے نواز دے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آمین۔ بحرمتِ سیدِ المرسلینَ علیہ وعلیٰ اٰلِہٖ واصحابہٖ افضل الصلوٰۃِ وَ التسلیم۔

محمد لطیف زار نوشاہی
خطیب جامع غوثیہ۔ راجگڑھ۔ لاہور نمبر ۱

نوشاہی منزل
محمدی پارک۔ راجگڑھ لاہور نمبر ۱
بروز پیر ۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ
۱۹ نومبر ۱۹۸۴ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ابتدائے آفرینش — شرف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے جب کائنات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کی رہنمائی اور اپنی جانب ہدایت کے لئے اپنے محبوب پاک صاحبِ لولاک رحمتِ مجسم تاجدارِ عرب و عجم جنابِ رحمتِ عالم و عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اپنے ازلی ابدی ارادے میں اپنی الوہیت کے ساتھ محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک کو تقربِ تام عطا فرما کر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بلا عطف محمد رسول اللہ کو شامل فرمایا اور تاجِ "لولاک لما خلقت الدنیا"[1] اور لولاک لما اظھرت الربوبیۃ"[2] آپ کے زیبِ سرِ اقدس فرمایا اور محبوب پاک کے لئے مقامِ نور پیدا فرما کر اپنی ذاتِ بیچون کے مشاہدہ میں مقامِ محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو زینت آرائے عالم کُن فیکُون بنانے کے لئے معزز بنایا اور "اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط"[3] کے مطابق

---

[1] ۔ یعنی اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو دنیا کیوں پیدا کرتا ۔ الحدیث

[2] ۔ یعنی اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو کیوں ظاہر فرماتا ۔ الحدیث

[3] ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ ـــــ الخ الآیہ پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب ایت نمبر ۵۶ یعنی بے شک اللہ (تعالیٰ) اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتلانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

تخلیقِ ملائکہ سے پہلے نبیٔ کریم رؤف ورحیم پر خداوندِ قدوس رحمٰن ورحیم، رؤف وکریم نے درود شریف پڑھتے رہنے کو مشغلہ بنایا اور اپنے دیوانِ نور میں آپ کا نام نامی اسم گرامی "محمد" صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی صفتِ پاک محمود کے پرتو میں رکھ کر آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے "احمد" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بنایا۔[1]

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ (حسان بن ثابت المتوفی ۵۴ھ)

اس طرح اپنے اسم مبارک "محمد" صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق سب سے زیادہ انہی کی تعریف ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی اور اپنے اسم عالی "احمد" کی رو سے وہ سب سے زیادہ حمدِ الٰہی کرنے والے تھے ہیں اور رہیں گے۔ بالکل ٹھیک اس طرح جیسے کسی آنے والے یا بھیجے گئے مہمانِ ذوالاکرام کی اطلاع دینے کے لئے اور استقبال کی تیاریاں کرنے کے لئے پہلے سے اطلاع دہندہ اور مطلوبہ انتظامات کرنے والے بھیجے جاتے ہیں اور فرداً فرداً کام ہر ایک کے سپرد کردئے جاتے ہیں اور بساط بچھا کر ہر طرح کی تزئین وآرائش کردی جاتی ہے تو مہمانِ عزیز کی آمد کے انتظار میں چشم براہ ہوجاتے ہیں اور پھر منادی ندا کرتا ہے کہ وہ آرہے ہیں اور اس خوشخبری اور بشارت سے مرسل الیہاں کے چہروں پر رونق اور آنکھوں میں نور چمک اٹھتا ہے تو عین اسی طرح ربِ کریم ذوالمجد والعلیٰ نے جب اس عالمِ رنگ وبو کی طرح ڈالی تو اوارواحِ کائنات کو اپنے روبرو متشکل فرما کر حاضر فرمایا اور ان کو قریب اٹھارہ ہزار عالم کے مقرر ٹھہرایا پھر اُن میں سے انسانی، ملکی، جنی مخلوق ارضی وسماوی، حیوانات حشرات، جمادات غرض جملہ اقسامِ مخلوق کو علیحدہ علیحدہ فرما کر انسان، ملک اور جن تین انواعِ مخلوق کو علیحدہ کرکے ان کے اور باقی جمیع مخلوق کے سامنے اپنی امانت[2]

---

[1] اور انہیں اپنے نام پاک سے مشتق کیا تاکہ ان کو روشن فرمادے۔ پس صاحبِ عرش بہت صفات کا مالک ہے اور یہ بہت صفت کیا گیا ہے۔

[2] القرآن۔ پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۲۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ..... الخ بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو (بقیہ حاشیہ صفحہ

(اطاعت کو پیش کیا تو انسان کے سوا باقی تمام مخلوق اس کے اٹھانے سے ڈر گئی اور انکار کر بیٹھے مگر انسان نے باوجود اس بوجھ کی گرانی اور مشکلاتِ حمل کو جاننے کے سرِ تسلیم خم کر دیا تو رب کریم نے اس جماعت کو اپنی رضائے کل عطا فرما کر اسے اشرف المخلوقات بنا دیا اور پھر اس نوعِ انسانی میں سے نوعِ نبوت کو ممتاز اور برگزیدہ فرما کر جمیع انبیاء و رسل کو جن کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار یا اسی ہزار کے قریب تعین کی جاتی ہے۔ سب کو اپنے حضور بلا کر بتایا کہ تمہاری اور جمیع مخلوقات کی غایتِ تخلیق محبوبِ پاک صاحبِ لولاک سیدِ ولدِ آدم سید العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ نورانی سے کائنات کو متعارف کرانا ہے اور ملائکہ اور کارکنانِ قضا و قدر کو ان کی آمد سے پہلے انتظام و انصرام اور بساطِ کون و مکان کی تزئین و آرائش کے لئے اور ان کی صفاتِ عالیہ کا ذکر کرتے رہنے کے لئے مقرر فرما کر تمہاری (انبیائے کرام علیہم السلام کی) جماعت کو اپنے اپنے متبعین کے ساتھ ان کی آمد سے دنیا کو باخبر کرنے اور اُن پر ایمان لا کر ان کا ساتھ دینے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس اَمر کی بجا آوری کے لئے رب العزت جلّ و عُلا نے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہدِ تام[1] حاصل فرما کر دنیا والوں کو محبوبِ پاک صلی اللہ تعالےٰ

(بقیہ حاشیہ)۔ انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اس سے اور آدمی نے اسے اٹھا لیا۔ بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

[1] - وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ ــــــ الخ الآیہ القرآن پارہ ۳ سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۸۱ — اور یاد کرو جب اللہ تعالےٰ) نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی اطلاع اور ان پر ایمان لاکر اُن کا ساتھ دینے کی تلقین کرنے کے لئے انبیاء و مرسلین کو اپنے احکامات بشکلِ صحائف و کتب دے کر اپنے اپنے مقررہ اوقات میں مبعوث فرمایا اور انہوں نے اس کی بجا آوری کے لئے اپنے اپنے وقت میں مکمل کوشش کی اور بالآخر حضرتِ عیسےٰ روح اللہ علیہ السلام کا زمانہ آپہنچا اور انہوں نے پہلے انبیاء و رسل کے مشن اور کتب کی تصدیق کرتے ہوئے عالمِ اسباب کے بسنے والوں کو حضور سرورِ کونین غایتِ اولیٰ تخلیقِ کائنات کی اپنے بعد[ل] آمد کی منادی فرمادی اور ٹھیک حضرتِ روحُ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی پیدائش کے پورے پانچ سو اکہتر (۵۷۱) سال بعد ام القراء کے ایک فلک آستان خانۂ نور کی ایک مطہر منزل میں جوہرِ ذاتِ انسانی حاملِ شرعِ نورانی ہادیٔ سُبل ختم الرسل محبوبِ کردگار رسید و سردار امامِ اوّلین و آخرین جنابِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اعلیٰ الدرجات نے جلوہ فرمایا اور مخلوقِ رب العالمین کو وصول الی اللہ کا راستہ بتایا۔ جنابِ نذیرٌ للعالمین[ل] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبوتِ تام اور رسالتِ تمام کا تاج کب زیب سر فرمایا۔ عقولِ مخلوق اور علمِ کائنات اس کے تعین سے قاصر ہے۔ لیکن جتنا بتا دیا گیا بس یوں کہہ سکتے ہیں کہ جیسے معلمِ کائنات استادِ کُل فخرِ رسل صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "کنتُ نبیّ وآدمُ بین الماء

ل: وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ .... وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ط القرآن پارہ ۲۸ سورۃ الصف آیت نمبر ۶۔ اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف (اللہ تعالےٰ) کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا اسمِ گرامی احمد ہے (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

ل: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ۝ القرآن پارہ ۱۸ سورۃ الفرقان آیت نمبر ۱۔ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

والطین" یعنی تخلیقِ آدم صفی علیٰ نبینا علیہ السلام سے پہلے اور کتنا پہلے یہ کسی پر ظاہر نہیں آپ بحیثیتِ نبی موجود تھے اور آپ کی تشریف آوری کی خاطر جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے یہ ساری بساط بچھائی گئی۔ زمینوں اور آسمانوں کا قیام، راتوں اور دنوں کا آنا جانا سورج، چاند، تاروں کا فضائے نیلگوں میں روشنی بکھیرنا، خشکی اور تری میں عجائبات کا موجود ہونا مشرق و مغرب، شمال و جنوب سمتوں کا تعین یہ سب کچھ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر کیا گیا اور یہ بساط جب تک بچھی رہے گی۔ عالی جناب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی پر دلالت کرتی رہے گی اور آپ ہی ہر زمانے میں در حقیقت بشیر و نذیر تھے ہیں اور جب تک زمانہ ہے آپ کی نبوت اور موجودگی بطور داعی الی اللہ رہے گی۔ محبوب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہورِ مقدس سے پہلے جتنے انبیاء و رسل گذرے وہ آپ کی ہی ذات کے جوہر کا عرض تھے اور آپ کی دنیائے آب و گل میں تشریف آوری سے چونکہ نبوت و رسالت کی عمارت تکمیل کو پہنچ گئی۔ لہٰذا اس نوع کی اب ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی اوّل و آخر تھے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اسی مضمون کو یوں ادا فرماتے ہیں :-

در نظر من گرچہ آدم زادہ ام — در اصل من جدِّ جدِّ افتادہ ام

حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب پردۂ نور سے اس جہانِ رنگ و بو میں رونق افروز ہوئے تو ایک مدتِ مقررہ تک طالبانِ دید کو اپنے دیدارِ سعید سے شب شب قدر اور روز روزِ عید عطا فرمائے رکھا اور پھر جب ۶۳ سال قمری کا عرصہ گذرنے کے بعد آپ عالی جناب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ برقعِ نور پہن لیا اور ظاہر بین آنکھوں سے پردہ فرما کر اپنے مقامِ نور میں جلوہ فرما ہو گئے تو آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے آپ کی رہنمائی میں مخلوقِ خدا کو آپ کے ذریعے سے راہِ حق کی طرف رہبری کا فریضہ باحسن الوجوہ سر انجام دیا۔ صحابہ کرام کی ذاتِ بابرکات ہر صورت میں انبیائے سبق میں سے کسی کا پرتو یا بروز تھی۔ ابن عساکر نے کنز العمال کی چھٹی جلد میں حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے حدیث روایت کی ہے کہ

فرمایا جنابِ سیدِ ولدِ آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے "ابوبکر نظیر ابراھیم، عُمر نظیر موسیٰ، عثمان نظیر ھارون و علی ابنِ ابی طالب نظیری ومن شاء ان ینظر الیٰ عیسیٰ ابنِ مریم فی الینظر الیٰ ابی ذرؓ"۔

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ابراھیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا پرتو ہیں حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ، موسیٰ علیہ و علیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کا پرتو ہیں، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ہارون علیٰ نبینا و علیہ السلام کا پرتو ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم میرا پرتو ہیں اور جو کوئی عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو دیکھنا چاہے وہ ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو دیکھ لے۔

اس حدیثِ پاک کی روشنی میں کائنات کے لئے وصول الیٰ اللہ کا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے راستہ علی مرتضےٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کے ذریعے ملتا رہا۔ اور آپ مخلوقِ خدا کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ کے بعد یہ مقام حسنین کریمین علیہما السلام کو حاصل ہوا اور ان کے بعد آئمہ اہلِ بیت رضوان تا اختتامِ زمان امامِ حسن عسکری رضی اللہ تعالےٰ عنہ، عہدہ دعوت الی اللہ کو اپنے اپنے وقت میں سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرتِ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے کے بعد حضور غوث الثقلین غیث الکونین سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا زمانہ آن پہنچا اور دعوتِ حقہ کا منصب آپ کو تفویض ہوگیا اور پرتوِ محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت مولائے کائنات علی شیرِ خدا علیہ السلام کے ذریعے محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پر سایہ فگن ہوا اور آپ کو مقامِ وریٰ الوریٰ غوثیتِ کبریٰ اور فرد الافراد عطا کر دیا گیا اور آپ نے اس مقامِ عالی کو اُجاگر کرنے کے لئے فرمایا ؎

وکلُ ولیٌ لهو قدمٌ و اِنّی علیٰ قدمِ النبی بدر الکمالِ

یعنی تمام اولیاءُ اللہ کا اپنا اپنا ایک مخصوص طریقہ ہوتا ہے لیکن میرا طریق اپنے جدِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا اور سُنتِ

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم پر مستحکم رہنا ہے۔

پیشتر ازیں کہ میں اس شعر پر مزید کچھ لکھوں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مقامِ غوث کی نشاندہی کر دوں۔ جس سے حضور رضی اللہ تعالٰے عنہ، کے مقامِ غوث الاعظم پر روشنی پڑ سکے۔

غوث کسے کہتے ہیں

غوث فریاد رس کو کہتے ہیں اور وہ بندوں کے معاملات میں ظاہراً" و باطناً" عدل و انصاف فرماتا ہے وہ قطبِ عظیم مردِ عزیز اور سردارِ کریم ہوتا ہے لوگ اپنی مشکلات میں اس کی طرف محتاج ہوتے ہیں اور وہ ہر زمانہ میں خداوندِ قدوس کا منظورِ نظر ہوتا ہے۔ حضرتِ عبد العزیز دباغ اپنی کتاب "ابریز" میں رقم طراز ہیں کہ قطب مستجاب الدعواۃ ہوتا ہے وہ کسی بات میں قسم کھالے تو اللہ تعالٰے اُسے اس میں سچا کر دیتا ہے اور قطب میں اولیاء اللہ کی تمام اصناف کی سب صفات موجود ہوتی ہیں اور شیخِ اکبر نے فتوحات مکیہ باب ایک سو اٹھانویں [۱۹۸] فصل اکتیس [۳۱] میں لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کا مقام قطبیت کبریٰ ہے اور یہ مرتبہ ورثہ باطنِ نبوتِ سید الانبیا صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ کیونکہ آپ عالی جناب علیہ وآلہ الصلوٰۃ و السلام صاحب نبوتِ عالمہ و رسالتِ شاملہ تھے۔ سارے عالم کے لئے اور اکملیت کے ساتھ مخصوص تھے، تو خاتم الولایت اور قطب الاقطاب وہی ہوگا جو باطنِ خاتم النبوت پر ہو اور قطب الاقطاب کے مرتبہ سے اعلےٰ سوائے مرتبہ نبوتِ عامہ کے کوئی اور مرتبہ نہیں ہوتا۔ شیخ عبد الرزاق کاشی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اپنی اصطلاحات میں لکھتے ہیں کہ غوث ہی قطب ہے جب اس کی طرف التجا کی جائے اور بغیر اس وقت کے اس کو غوث نہ کہیں گے۔ سیر المدار میں ہے کہ قوم کی اصطلاح میں قطب وُہی ہے جس کو غوث بھی کہتے ہیں اور حضرت غوث الاعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالٰے عنہ، بحکم الٰہی بالاصالت فریاد رس ہیں اور تمام غوث اور قطب آپ کے خلیفہ ہیں کہ آپ کی بیعت اور خلافت سے فریاد رسی

کرتے ہیں۔ یہ مرتبہ کسی کو بجز نیابت نسبت نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ تمام انبیاء اور اولیاء حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں اور درحقیقت جنابِ غوث الثقلین تو اس مقام کے غوث ہیں کہ آپ بطور فرد الافراد کے جانے اور پہچانے جاتے ہیں اور آپ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی تفہیمات میں رقم طراز ہیں کہ فرد کے خواص سے ہے کہ جب وہ اس جہان سے انتقال کر کے عالم برزخ کی طرف جاتا ہے تو نفس ناطقہ کی طرح ہر کسی کی ہمت کے مطابق اس میں سرایت کرتا ہے اور اجزائے عالم اپنی ہمت کے مطابق اس کو قبول کرتے ہیں پس وہ پتھر میں بحیثیت پتھر کے اور درختوں میں درخت اور آسمان میں آسمان اور فرشتوں میں فرشتہ ہے اور فرد سے آثار عجیبہ اور احکام غریبہ ظاہر ہوتے ہیں اور وہ کئی جگہوں میں بروز کرتا ہے اور افاضۂ برکات کا سبب ہوتا ہے۔ نیز شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جنابِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جب وفات پائی تو ملاءِ اعلےٰ میں ان کو ایسا وجود عطا ہوا جو تمام میں سرایت کر سکے اس واسطے آپ کی روح پر فتوح طریقہ قادریہ میں سرایت رکھتی ہے۔[1]

حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنے مقام پر مرتبۂ فرد الافراد اور فرد محبوب حاصل تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ محبوبیت وہ ہے کہ جمالِ الٰہی کے تجلےٰ نے اس کو اپنے انوار کا آشیانہ بنایا ہو۔ اس لئے ہزاروں عاشق دیوانہ وار فیض و ہدایت کی توقع سے دور دراز کے سفر طے کر کے اس کے آستانہ پر سربسجود ہوتے ہیں اور یہ مرتبہ ان مراتب میں سے ہے جو کسی بشر کو نہیں دیئے گئے مگر بطفیل حبیب خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم چند اولیا کو محبوبیت کا شمہ عطا کیا گیا اور وہ مسجودِ خلائق ہوئے مثل حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے۔

---

[1] شریف التواریخ جلد اوّل مصنفہ شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے یہ اور آگے آنے والے اقتباسات لئے گئے ہیں۔

حقیقت میں فرد الافراد اور فردِ محبوب ایک ہی ذات ہے اور وہ ذاتِ محبوبِ خداوندِ قدوس جنابِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور باقی جو کوئی بھی درجۂ فرد الافراد میں داخل ہوگا۔ بنیابتِ محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ داخل ہوگا اور صاحبِ سیر المدار نے لکھا ہے کہ فرد الافراد ایک ولی ہوتا ہے جو حاملِ تمام ولایتِ محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جامع تنزیہ و تشبیہ ہیں اور اُس کے اوپر کوئی مرتبہ ولایت نہیں۔

صاحبِ مصطلحاتِ طالبِ حق نے لکھا ہے کہ فرد افضل تمام آدمیت کا ہوتا ہے اور وہ تمام عالم میں ایک ہوتا ہے وہ مراتب و منازل میں تمام اولیا اللہ تعالےٰ سے بلند تر ہوتا ہے۔ تمام اولیا کو فیض قطب کے قلب سے ملتا ہے مگر فرد کو قطب کی ضرورت نہیں ہوتی وُہ بلا واسطہ قطب کے فیض حاصل کرتا ہے اور فردِ اعلےٰ ذاتِ پاکِ محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

درج بالا بحث سے یہ چیز پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ قطب اور غوث درحقیقت ایک ہی مقام کی دو اصطلاحات ہیں اور پھر قطب الاقطاب، غوث الاعظم، فرد الافراد، فردِ محبوب، قطبِ عالم، قطبِ مدار، قطبِ اکبر، قطب الارشاد سبھی مقامات قطب اور غوث کی ترقی یافتہ حالتوں کے نام ہیں اور قطب جب درجۂ قطب الاقطاب میں داخل ہوتا ہے تو وہی غوث الاعظم ہوتا ہے اور اس سے اوپر سوائے مقامِ نبوت کے اور کوئی مرتبہ نہیں ہوتا اور وہ صدیقوں کا سردار ہوتا ہے اور وہ تمام عالم میں ایک ہوتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ الدر المنظم جلد اوّل میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطب پندرہ نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ کہ وُہ مدد دے، عصمت، رحمت خلافت اور نیابت میں، اور حاملِ عرش ہو اور حقیقتِ ذات جانتا ہو اور احاطہ صفات اس کو حاصل ہو اور حلیم ہو اور فضیلت دے دو موجودوں میں یعنی دو موجودوں میں جو افضل ہو اس کی نشاندہی کرے اور ایک کو دوسرے سے جدا کرے اور اس چیز سے جو

اس سے منفصل ہوئی ہے۔ انتہا تک اور جو اس میں ثابت ہو اور حکمِ ماقبل و مابعد اور اس کو جس کے نہ کوئی چیز قبل ہے اور نہ بعد جانتا ہو اور احاطہ رکھتا ہو ہر علم اور معلوم پر جو ظاہر ہوا ہو ابتدا سے انتہا تک اور اس کی طرف رجوع کرنے کو۔

فتوحاتِ مکیہ باب ۳۳۶ میں حضرتِ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو مرتبۂ قطبیت عطا فرماتا ہے تو عالمِ مثال میں اس کے لئے ایک تخت بچھا کر اس پر اس کو بٹھاتا ہے اور اس مقام کی صورت جیسیت اس کے مرتبہ کے اس کو بتاتا ہے۔ مثلاً اس کو اپنے عرش پر مستوی ہونے کی صورت بتاتا ہے بذریعہ اپنے ہر چیز کے ساتھ احاطۂ علمی کے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اعلیٰ امثال دے سکتا ہے تو جب وہ تخت بچھا لیا جاتا ہے اس کے بعد اس کو ان تمام اسمار کا خلعت عطا کیا جاتا ہے۔ جن کا طالب تمام عالم ہے اور اسمار اس عالم کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر اُس سے حلّے ظاہر ہوتے ہیں وہ سب قطب کو پہنا کر اور تاجِ کرامت دے کر اس تخت پر بٹھاتے ہیں۔ اس وقت اس کی حالت خلیفہ کی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمام عالم کو اس سے بیعت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس شرط پر کہ تمام لوگ اس کی اطاعت کریں ہر حال یعنی تنگی اور راحت میں اور سارا عالم ادنیٰ اور اعلیٰ اس کی بیعت میں داخل ہوتا ہے سوائے عالون کے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلال میں در آئے ہیں اور وہی لوگ بالذات حق کی عبادت کرتے ہیں نہ کہ امرِ ظاہری شرعی کی وجہ سے۔ اور ملاءِ اعلیٰ قطب کے پاس سب سے پہلے آتے ہیں۔ موافق اپنے اپنے مراتب کے کوئی پہلے کوئی بعد اور وہ سب اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ طاعت و عبادتِ حق پر بلا قید کسی سختی اور راحت کے اور وہ لوگ ان دونوں صفتوں کو اپنے میں جانتے ہی نہیں۔ اس لئے کہ کسی شے کی شناخت بغیر اس کی ضد کے نہیں ہوتی اور ملاءِ اعلیٰ ایسے ذوق میں ہوتے ہیں جس میں امرِ مکروہ کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ تو جو روحیں قطب کے پاس بیعت کے لئے آتی ہیں وہ اس سے علمِ الٰہی کے متعلق کوئی مسئلہ ضرور پوچھتی ہیں اور وہ جواب میں کہتا ہے اے شخص کیا تو قائل فلاں فلاں امر کا ہے جب وہ اس کا اقرار کرتا ہے تو قطب اُس سے

کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں دو جہتیں ہیں اور وہ متعلق ہیں۔ علم الٰہی سے جن میں سے ایک اعلیٰ ہے اس دوسرے سے جو اس شخص کو معلوم ہوتی ہے تو ہر بیعت کرنے والا قطب سے مستفید ہوتا ہے اور وہ علم حاصل کرتا ہے جو اس کو معلوم نہیں ہوتا حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کل سوالاتِ قطبیت ایک علیحدہ رسالے میں لکھے ہیں اور مجھ سے پہلے ان کو کسی نے نہیں لکھا اور وہ مسائل متعین نہیں ہوتے کہ بار بار ہر قطب سے وہی پوچھے جائیں بلکہ اللہ تعالےٰ ان کو خود بخود سائل کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ یعنی پہلے سے وہ سوال سائل کے دل میں نہیں ہوتا بلکہ پوچھنے کے وقت فوراً دل میں آجاتا ہے اور حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سب سے اوّل قطب سے عقل بیعت کرتی ہے۔ پھر نفس پھر وہ ملائکہ جو مقدم ہیں ان ملائکہ سے جو زمین آسمان بنانے والے ہیں یا ان پر موکل ہیں۔ پھر وہ رُوحیں جو مدبرہ ان ہیاکل کی ہیں۔ جنہوں نے مر کر اپنے جسموں سے مفارقت کی ہے پھر جن، پھر مولدات، پھر باقی جو اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ سوائے ملائکۂ عالیں کے یا ان افراد کے جو قطب کے دائرہ میں نہیں داخل ہوتے اور قطب کو ان پر تصرف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ بشر مثل اس کے کاملین ہیں اور اس امر کے لائق جو قطب نے اپنی فضیلت سے پایا لیکن چونکہ امر مقتضی اس کو ہے کہ زمانے میں ایسا ایک ہی شخص ہو جو اس امر کے لئے مخصوص کیا جائے۔ لہٰذا ایک شخص معین ہو لیا اور یہ کچھ اوّلیت کی وجہ سے نہیں بلکہ علم الٰہی پہلے سے اس کے متعلق ہو جاتا ہے کہ یہ شخص والی ہوگا۔

حضرت شیخ اکبر لکھتے ہیں کہ ہر قطب عالم میں اتنا ہی ٹھہرتا ہے جتنا اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا ہے۔ پھر اس کی دعوت منسوخ ہو کر دوسرے کو ملتی ہے اور اس کی کیفیت بعینہٖ شریعتوں کی سی ہے اور دعوت سے میری مراد قطب کے احکام اور ان احکام کا عالم میں موثر ہونا ہے اور بعضے اقطاب اس مرتبہ میں تینتیس سال چار مہینے تک رہے ہیں اور بعضے اس سے کم اور بعضے اور بھی کم چنانچہ موید اس کی حضراتِ خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی خلافت ہے جو یقینی اقطاب تھے۔ شیخ اکبر نے

اس معاملہ میں ایک عجیب نقطہ بیان کیا ہے جو بہت وزنی اور قیمتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ امر بھی جان لینے کے قابل ہے کہ چونکہ امام کا تقرر کرنا بوجہ قیام دین کے واجب ہے اور امام بھی ایک ہی ہونا چاہیئے تاکہ جھگڑے اور فساد نہ پڑیں اور ایسے امام کا حکم بھی بمنزلہ قطب کے حکم کے ہوگا اور کبھی امامِ ظاہری بھی قطبِ وقت ہوتا ہے جیسے خلفائے راشدین اپنے وقت میں تھے اور کبھی نہیں ہوتا تو خلافت اسی قطب کو ہوتی ہے جو بصفتِ عدل متصف ہوتا ہے اور یہ خلیفہ ظاہر میں بمنزلہ نائب خلیفۂ باطنی کے ہوتا ہے۔ مگر اس کو اپنا ہونا خود نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ ظلم اور عدل تو ظاہری اماموں سے بھی واقع ہوتے ہیں اور قطب وقت کا عامل ہونا ضروری ہے اور جس طرح قطبیت والیان امور کو ہوتی ہے اس طرح چاروں ائمہ مجتہدین کو بھی ہوئی ہے اور اُن کے سوا اوروں کو بھی ان مجتہدوں کے مشاغل علمیہ اگرچہ باعثِ حجاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ حجاب ہی ان کے لئے مفید تھے۔ کیونکہ قطب کی شان مخفی رہنا ہے[۱]

اب دیکھنا یہ ہے کہ قطبِ اول یعنی قطب الاقطاب اس امتِ امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں بعد از جنابِ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کون وجودِ مقدس تھا تو اس ضمن میں شیخ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شرح مقدمۃ الوصول مصنفہ شیخ ابراہیم مواہبی میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے شیخ حضرت ابی المواہب تونسی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس اُمت میں اول مرتبۂ قطبیت کی متولیہ حضرتِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالےٰ علیہا منجانب جنابِ رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مدتِ حیات بھر رہیں پھر ان کے بعد یہ نعمت خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی طرف منتقل ہوئی اُن کے بعد حضرتِ امام حسن علیہ السلام کو یہ مرتبہ عطا ہوا۔ لیکن عارف مرسی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا قول ہے کہ سب سے پہلے قطب یعنی قطب الاقطاب حضرتِ جنابِ امام حسن علیہ السلام تھے اور یہی قول قطبِ زمان حضرت پیر فقیر اللہ شاہ بادشاہ نوشاہی قادری مشہدی رضوی

۱: فتوحاتِ مکیہ بحوالۂ شریف التواریخ جلد اول۔

رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے فرزند اکبر جناب پیر ملک علی شاہ صاحب نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا تھا۔ چنانچہ شجرہ شریف قادریہ نوشاہیہ میں آپ نے فرمایا ہے۔ ؎

قطب اوّل قبلۂ دیں شاہ حسن ثانی امام　　　وارثِ علمِ نبی صلو علیہ والسلام

اور آپ کی وضاحت کے مطابق ائمہ اہلبیتِ کرام حضرت امامِ حسن عسکری علیہ السلام تک تمام کے تمام قطب الاقطاب اور امام الوقت ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام الائمہ سراج الامت امامِ اعظم حضرتِ امامِ ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے حضرتِ امامِ جعفر صادق قطب ششم علیہ السلام کی خدمتِ عالی میں دو سال گذار نے پر فخر کیا ہے اور اِن دو سالوں کو حاصلِ زندگی مانتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ:

"لولا سَنَتَانِ لَہَلَکَ النعمان" یعنی وہ دو سال جو حضرتِ امامِ جعفر صادق علیہ السلام کی نگاہِ فیضِ رجبت کے سامنے گذرے اگر وہ نہ ہوتے تو نعمان یعنی خود امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ہلاک ہو گئے ہوتے۔

حضرتِ مجددِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں، کہ قطب الارشاد جامع کمالاتِ فردیہ کا ہوتا ہے اور وہ بہت عزیز الوجود ہے اور کئی قرنوں کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور عالمِ ظلمانی اس کے نورِ ظہور سے نورانی ہو جاتا ہے۔ اور نورِ ارشاد اس کا سارے عالم کو شامل ہوتا ہے۔ عرش سے فرش تک جس کو رشدِ ایمان، معرفت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اُسی کے واسطے سے ہوتی ہے۔ بغیر اس کے توسط کے کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ اس کا نورِ ہدایت مثل سمندر کے تمام عالم کو محیط ہے اور وہ بمنزلہ دریائے ساکن کے ہے کہ متحرک نہیں اور جو کوئی اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس سے خلوص رکھتا ہے یا وہ بزرگ خود اس کے حال پر متوجہ ہوتا ہے تو وقت توجہ کے ایک روزن اس بزرگ کے دل سے کھل کر بقدرِ توجہ اور اخلاص طالب کو اس دریا سے سیراب کرتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالےٰ کی یاد میں مشغول اس عزیز کی طرف متوجہ نہ ہو کسی انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ جانتا ہی نہ ہو تو اس کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن پہلی صورت میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور اگر کوئی

شخص اس کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے خفا ہے تو وہ کیسا ہی ذکر الٰہی میں مشغول ہو مگر ہدایت سے محروم رہے گا۔ اس کی انکار سدِ راہ ہوگی۔ بغیر اس کے کہ وہ بزرگ متوجہ اس کے عدم استفادہ پر ہو اور اس کے ضرر کا ارادہ کرے اور جو لوگ کہ اس بزرگ سے اخلاص و محبت رکھتے ہیں وہ اگرچہ توجہ اور ذکرِ الٰہی سے غافل ہوں، مگر نورِ رشد و ہدایت ان کو ضرور نصیب ہوگا۔ اور قطبِ ابدال بقائے وجودِ عالم کا واسطہ ہوتا ہے اور تخلیق اور ترزیق اور رفع بلیات و امراض اور عافیت کا حاصل ہونا یہ اس کا فیض ہے لیکن ہدایت وارشاد اور ایمان اور توفیق امورِ خیر یہ سب قطبِ ارشاد کا فیض ہے اور قطب ابدال ہر وقت کام میں رہتا ہے اگر ایک جاتا ہے تو دوسرا اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ قطب ارشاد کے لئے یہ لازمی نہیں کہ وہ ہر وقت موجود ہو۔ کیونکہ ایک وقت ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ عالم ایمان و ہدایت سے خالی ہو اور فردِ کامل اقطابِ ارشاد سے حضرت خاتم المرسل صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدمِ مبارک پر ہوتا ہے اور اس کا کمال بھی بمطابعتِ کمالِ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے اور فرق دونوں کمالات میں اصالت اور تبعیت کا ہوتا ہے۔ حضور سیدِ یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ میں قطب الارشاد بھی تھے اور باعثِ ایجادِ کائنات بھی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ راستے جو اللہ تعالےٰ کی طرف پہنچاتے ہیں۔ دو ہیں ایک وہ راہ ہے جو قربِ نبوت سے تعلق رکھتی ہے اور اصل اصول تک پہنچانے والی ہے۔ اِس راہ سے دربارِ محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے والے اصل میں تو انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰت والتسلیم ہیں اور اُن کے صحابہ کرام اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں یا بہت تھوڑے اور اس راہ میں توسط وحیلولت نہیں ہے۔ جو کوئی بھی اِن واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی دوسرا اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

"یہاں پر بہر حال شیخ مجدد کا یہ بیان ہماری عقلِ نارسا کی پہنچ سے بہت

آگے ہے کیونکہ ہمارے نزدیک صحابہ کرام کو فیض انبیاء کرام کے توسط سے ہی پہنچتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فیض بتوسطِ امام الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوتا ہے۔"

اس سے آگے شیخ مجدد فرماتے ہیں ایک وہ راہ ہے۔ جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب و اوتاد و بدلا و نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہوتے ہیں اور راہ سلوک اِسی راہ سے عبارت ہے۔ بلکہ جذبۂ متعارفہ بھی اسی راہ میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط اور حیولیت ثابت ہے اس راہ کے واصلین کے پیشواؤں سرداروں اور اُن کے بزرگوں کے منبع فیض حضرت مرتضٰے علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دونو قدمِ پاک حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے فرقِ قدس پر ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرتِ امیر علیہ السلام اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاء و ماوٰی تھے۔ جیساکہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اس راہ سے پہنچی۔ انہی کے ذریعہ سے پہنچی۔ کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان ہی سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرتِ امیر علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم المرتبت منصب بالترتیب حضراتِ حسنین علیہما السلام کے سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشر کو ترتیب وار عطا ہوا اور ان بزرگوں کے زمانے میں اور اسی طرح اُن کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت ملی انہیں بزرگواروں کے وسیلہ سے ملی وہ اقطاب یا نجباء ہی کیوں نہ ہوں سب کے ملجاء و ماوٰی یہی بزرگ ہیں (اور اس کا ذکر میں پہلے بھی کر آیا ہوں) کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنا لازمی ہے یعنی اس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت سلطان شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ تک پہنچی اور جب آپ تک پہنچی تو یہ منصب آپ تک پہنچا اور آپ کے

سپرد ہوا اور ائمہ اثنا عشر اور آپ کے درمیان کوئی دوسرا اس مرکز پر مشہود نہیں ہوا، اور اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول جس کو بھی ہو، خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ کے واسطہ سے ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز آپ کے سوا کسی کو میسر ہی نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ [۱]

افلت شموس الاولین و شمسنا۔ ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب، [۲]

شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں کہ قطب الارشاد کو ولایت شمسی ہوتی ہے کہ مثلِ آفتاب کے کل جہان پر چمکتا ہے اور قطب الابدال کو ولایت قمری کہ ہفت اقلیم پر تصرف کرتا ہے اور قطب ابدال کل ابدالوں کا رئیس ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے سب کہیں اس کا تصرف ہوتا ہے اور بقول صاحب فتوحاتِ مکیہ قطبوں کی انتہا نہیں۔ ہر ہر سمت میں ایک قطب ہوتا ہے جیسے قطبِ عباد قطبِ زہاد قطبِ عرفا قطبِ متوکلاں بلکہ باب چار سو باسٹھ میں آپ فرماتے ہیں کہ ہر شہر، گاؤں اور ولایت کے لئے علاوہ غوث کے ایک قطب ہوتا ہے۔ اسی کی برکت سے اللہ تعالےٰ اس سمت کو محفوظ رکھتا ہے۔ چاہے وہاں والے مسلمان ہوں یا کافر اسی طرح زہاد اور عباد اور متوکلین وغیرہ ہیں۔ ان میں سے بھی ہر قسم کے واسطے ایک قطب ضرور ہوتا ہے جس پر ان کا دارومدار ہوتا ہے اور فتوحات کے ہی چودھویں باب میں شیخ اکبر رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں کہ اقطاب سے زمانہ خالی نہیں رہتا اور تمام اقطابِ کاملین امم گذشتہ یعنی عہدِ آدم علیہ السلام سے لے کر عہدِ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم تک پچیس [۲۵] ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ سے اور ان سے مشہد مقدس میں کہ جو مشاہدۂ برزخیہ تھا ملاقات کرائی اور میں اس وقت شہر قرطبہ میں تھا اور وہ قطب جو تمام انبیاء رسل و اقطاب کو مدد دیتا ہے وقت نشار انسانی سے قیامت تک وہ روحِ محمدی صلی اللہ

---

[۱]: مکتوبات شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ دفتر سوم۔ مکتوب ۱۲۳ ترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی۔ [۲]: پہلوں کے سورج غروب ہو گئے لیکن ہمارا سورج ہمیشہ افق اعلیٰ پر چمکے گا اور کبھی نہ غروب ہو گا۔

تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

درج بالا بیانات اور وضاحتیں اس لئے تفصیل کے ساتھ درج کی گئی ہیں، کہ قارئین کرام پر مقامِ ابدال، قطب اور غوث واضح ہو جائے اور وہ مقام شہنشاہِ بغداد کو سمجھنے میں آسانی محسوس کریں۔ کیونکہ حضور قطب الاقطاب فرد الافراد اور غوث الاعظم ہیں اور ہر کوئی ولی اللہ وصول الی اللہ کی منازل پہ گامزن ہونے سے پہلے آپ کی طرف امداد و استقامت کا ملتجی ہوتا ہے اور اسی واسطے حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا ہے۔

؎ فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا ... بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

یعنی میں نے تمام اقطاب جو اولیائے عظام کے سردار ہیں سے کہا کہ سب کے سب آکر میرے خادموں میں شامل ہو جاؤ۔ کیونکہ تمہیں خداوندِ قدوس جلّ وعلےٰ کے دربارِ اقدس میں رسائی کے لئے میری رہنمائی کی ضرورت ہے اور جب تک تم مجھ سے رہنمائی حاصل نہ کرو گے تمہیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی جرأت نہیں ہو سکے گی۔ اس واسطے کہ راہ رو کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے اور رہبر وہی قابلِ تقلید ہوتا ہے جس کے پاس شمعِ ہدایت ہوتی ہے اور یہ شمعِ ہدایت اور آفتابِ نورِ ولایت تا قیام قیامت از زمانِ امام الائمہ قطب الاقطاب امام حسن عسکری علیہ السلام تا زمانِ امام الہدیٰ امامِ مہدی الآخر الزمان علیہ السلام حضور غوث الاعظم سید السادات سند الواصلین امام الکاملین کے جلو میں ہے اور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے پہلے جو اولیائے عظام گذرے اُن کے چراغ بجھ گئے یعنی ان کے اقتدار اور اختیار کا زمانہ ختم ہو چکا اور حضور سیدِ بغداد علیہ السلام کا اقتدار اور احاطہ، اختیار رہتی دنیا تک قائم رہنے والا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہر ایک ولی کو ایک خاص رتبہ معرفت و حقیقت کا عطا ہوا ہے اور وہ ایک خاص مقام رکھتا ہے اور اس کو تمام و کمال عرفان و حقیقت حاصل نہیں ہے لیکن حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ، قدم بقدم حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعتِ مطہرہ پر گامزن ہیں۔ اس واسطے آپ کے مراتبِ معرفت اور

وصول الی اللہ مکمل و تمام ہیں۔ کیونکہ حضور سید ولد آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباعِ کمال نے آپ کو بھی کمال عطا فرما دیا اور اگرچہ سب اولیا اللہ کے لئے سعادت مقدر ہے۔ لیکن وہ اس سعادت کو حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی توجہ کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ اس میں ایک نقطہ یہ بھی ہے کہ بجز اطاعتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی شخص کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ جتنی کوئی اتباع کی کوشش کرے گا اسی حد تک اس کو مقام ملے گا اور جنابِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکمل اطاعت رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ تمام منازلِ کمال کو حاصل کر چکے تھے اس واسطے آپ نے سب اولیائے عظام یعنی اقطاب کو دعوت دی کہ حصولِ مقصد اور منزلِ اقصیٰ تک رسائی کے لئے میرے پاس آؤ کیوں کہ میں بفضلہٖ منزل تک پہنچ چکا ہوں اور تمہیں منزل تک پہنچا سکتا ہوں اور بغیر میرے پاس آئے تمہارے لئے منزل کی رسائی ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس ضمن میں بہجۃ الاسرار میں ایک واقعہ درج ہے جو اس معاملہ میں کافی تشریح کرتا ہے اور مقام غوث الاعظم کی نشاندہی بھی کرتا ہے اور آپ کے ذریعے وصول الی اللہ کا پتہ بھی چلتا ہے۔

ابو محمد حسن نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہا کہ میں نے بغداد شریف میں شیخ بزرگ عارف ابو عبداللہ محمد بن احمد بلخی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ایک سال تک خدمت کی اور ان سے ان کے ابتدائے حال کی بابت پوچھا۔ انہوں نے اس کو چھپایا پھر میں نے دوسرے سال ان کی خدمت کی تب کہا کیا تم ضرور سنو گے۔ میں نے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں انہوں نے کہا جب تک میں زندہ ہوں کسی کو یہ خبر نہ سنانا۔ میں نے کہا بہت اچھا جب ان کو یقین ہو گیا کہ میں راز کو چھپاؤں گا تو کہا کہ میں بلخ سے بغداد شریف کی طرف جوانی کی حالت میں اس لئے آیا کہ جناب شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت کروں۔ جب میں آپ کے مدرسہ میں آیا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس سے پہلے نہ میں نے آپ کو دیکھا تھا نہ آپ نے مجھے دیکھا تھا۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ آپ کی طرف سلام کے لئے دوڑے
مَیں بھی آگے بڑھا اور مصافحہ کیا۔ آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور ہنس کر میری طرف
دیکھا اور فرمایا۔ اے بلخی اے محمد تم کو مرحبا ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارا مرتبہ جان لیا اور
تمہاری نیت کو معلوم کر لیا۔ آپ کے منہ سے اپنا نام اور پتہ سن کر اور آپ کی کلام کرامت
آیات کے تاثر سے میری آنکھیں خوفِ الٰہی کے مارے بہہ نکلیں۔ میرے شانہ کا گوشت
ہیبت کے مارے پھڑکنے لگا میری آنتیں شوق و محبت کی وجہ سے کٹ گئیں۔ میرا
نفس لوگوں سے گھبرانے لگا۔ مَیں نے اپنے دل میں ایسی بات پائی کہ جس کو میں اچھی
طرح بیان نہیں کر سکتا۔ پھر یہ حالت بڑھی اور قوی ہوتی گئی اور میں اس سے مقابلہ کرتا
رہا۔ میں اندھیری رات میں اپنے وظیفہ کے لئے کھڑا ہوا تب میرے دل سے دو شخص ظاہر
ہوئے۔ ایک کے ہاتھ میں محبت کی شراب کا پیالہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں خلعت
تھا۔ صاحبِ خلعت نے مجھے کہا میں علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ) ہوں اور
یہ ایک فرشتہ مقرب فرشتوں میں سے ہے۔ یہ محبت کی شراب کا پیالہ ہے اور یہ رضا کے
حلّوں کی خلعت ہے۔ پھر مجھے یہ خلعت پہنا دی گئی آپ کے ساتھی نے مجھے پیالہ دیا،
جس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ جب مَیں نے اُسے پیا تو مجھ پر غیبوں کے
اسرار اور اولیاء اللہ کے مقامات کے عجائبات ظاہر ہو گئے۔ ان میں سے ایک مقام
ایسا تھا کہ عقلوں کے قدم اس کے بھید سے پھسلتے ہیں اور فکروں کے فہم اس کے جلال
میں گم ہو جاتے ہیں۔ عقلوں کی گردنیں اس کی ہیبت کی وجہ سے جھکتی ہیں۔ اس کی قدر و قیمت
میں طبیعتوں کے بھید بھول جاتے ہیں۔ اس کے انوار کی شعاعوں کی وجہ سے دلوں کی
آنکھیں مدہوش ہو جاتی ہیں۔ ملائکہ کروبی و روحانی و مقربین اس مقام کا مقابلہ کرتے ہیں
اپنی پیٹھوں کو رکوع کرنے والے کی طرح اس مقام کی قدر کی تعظیم کی وجہ سے جھکائے ہیں۔
اور اللہ تعالےٰ کی تسبیح طرح طرح کی تقدیس و تنزیہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس مقام والوں
پر سلام کرتے ہیں۔ کہنے والا کہتا ہے کہ اس سے اُوپر سوائے عرشِ رحمان کے اور کچھ نہیں
اس کی طرف دیکھنے والا بنظرِ تحقیق دیکھتا ہے کہ واصل کا ہر مقام یا مجذوب کا ہر حال یا

محبوب کا بھید یا عارف کا علم یا مقرب کا مکان ہر ایک کا مبداء اور انجام اجمال و تفصیل کل و بعض اوّل و آخر اسی میں قرار یافتہ ہے۔ اسی سے پیدا ہوا ہے۔ اسی سے صادر ہوا ہے اسی سے کامل ہوا ہے۔ میں کچھ عرصہ وہاں پر ٹھہرا اس کی طرف دیکھنے کی مجھے طاقت نہ تھی۔ پھر مجھ کو دیکھنے کی طاقت ملی اور ایک مدت وہاں ٹھہرا۔ مجھے طاقت نہیں تھی کہ اس کے اندر والوں کو معلوم کروں پھر ایک مدت کے بعد مجھے طاقت عطا ہوئی کہ میں اس کے اندر والوں کو معلوم کر سکوں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے اندر جناب سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کے دائیں طرف آدم و ابراہیم و جبرئیل علیہم السلام ہیں اور بائیں جانب نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ کے بڑے بڑے اصحاب و اولیائے کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین خادموں کی طرح کھڑے تھے۔ عالی جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے ہیں اور جن اصحابِ کرام کو میں پہچانتا تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرتِ علی المرتضیٰ، حضرتِ حمزہ اور حضرتِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم تھے اور جن اولیائے کرام کو میں پہچانتا تھا وہ حضرتِ معروف کرخی حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت سہل تستری تاج العارفین حضرت ابوالوفا شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ ابو سعد شیخ احمد رفاعی اور شیخ محمدی رضی اللہ تعالےٰ عنہم تھے۔ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ سرورِ کائنات فخرِ موجوات جناب رحمتِ عالم و عالمیاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے اور اولیائے عظام میں سب سے زیادہ قریب حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، تھے۔

تب میں نے کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سُنا کہ جب مقرب فرشتے انبیاء و مرسلین اور اولیائے محبین جناب رحمۃ اللعالمین کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اعلےٰ مقام سے جو آپ کو اپنے ربِ کریم کے پاس ہے۔ اُتر کر نیچے اس مقام میں آجاتے ہیں۔ تب ان کے انوار حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ

وآلہ وسلم کے دیدار سے دوگنے ہو جاتے ہیں۔ آپ کے مشاہدہ سے ان کے حالات پاکیزہ بن جاتے ہیں۔ ان کے مرتبے اور مقامات آپ کی برکت سے بلند ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ رفیق اعلےٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پھر میں نے سب حاضرین کو کہتے ہوئے سُنا سَمِعنَا وَ اَطَعنَا غُفرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیکَ المَصِیرُ۔ یعنی ہم نے سُنا اور اطاعت کی ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ اے ہمارے رب اور تیری طرف بازگشت ہے۔

پھر میرے لیے قدسِ اعظم سے ایک چمک ظاہر ہوئی جس نے مجھے ہر ایک چیز سے غائب کر دیا، ہر ایک موجود سے مجھے اچک لیا۔ تمام مختلف اشیاء میں تمیز کرنا مجھ سے چھین لیا اور اس حال پر میں تین سال تک رہا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کہ ایک دم میں باتیں کرنے اور سننے لگا اور جناب غوثِ اعظم بادشاہ ہر دو عالم شہنشاہ بغداد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، میرے سینے کو تھامے ہوئے تھا۔ ایک پاؤں آپ کا میرے پاس اور دوسرا بغداد شریف میں تھا۔ میری عقل لوٹ آئی اور میں اپنے کام کا مالک ہوا پھر مجھے جناب شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا۔ اے بلخی بے شک مجھے حکم ہوا کہ تجھ کو تیرے وجود کی طرف لوٹا دوں۔ تیرے حال کا تجھے مالک کر دوں۔ تجھ سے وہ چیز چھین لوں جس نے تجھے مغلوب کر رکھا تھا۔ پھر مجھے میرے تمام احوال کی اول سے لے کر اب تک خبر دی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو میرے مشاہدات اور احوال کی ذرا ذرا سی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تیرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے سات دفعہ سوال کیا۔ یہاں تک کہ تجھے اس مقام کے دیکھنے کی طاقت ہوئی اور پھر سات دفعہ سوال کیا کہ مقابل موجود رہنے کی طاقت نصیب ہوئی اور سات دفعہ اجازت طلب کی۔ تب تو وہاں کے اندر کی باتوں پر مطلع ہوا اور سات دفعہ پوچھا تب تو نے منادی کی آواز سُنی اور بے شک میں نے اللہ تعالےٰ سے تیرے لئے سات اور سات اور سات دفعہ سوال کیا۔ تب تجھ کو وہ روشنی اور چمک ظاہر ہوئی اور پہلے اس سے میں نے تیرے لئے ستر دفعہ سوال کیا، یہاں تک کہ اس نے تجھے محبت کا پیالہ پلایا اور اپنی رضامندی کا خلعت پہنایا۔ پس اے میرے پیارے فرزند اب تو تمام فوت شدہ فرائض کو قضا کر۔

یہ ہے مقامِ غوث الاعظم کہ شیخ محمد بلخی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور پھر انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور یہ تصرف کا حال ہے کہ اس طرف کئی سالوں کی مدت طے ہو رہی ہے اور واقعات پر واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ اسے عرش اعظم کے بعد سب سے اونچے مقام پر رفعت دی جا رہی ہے۔ دربار رسالت کے مشاہدات سے اس کی آنکھوں کو چکا چوند کیا جا رہا ہے۔ صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کے مقامات اعلےٰ وارفع سے روشناس کیا جا رہا ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں جو تقرب شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو ہے اس سے آگاہی بخشی جا رہی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ واقعۂ معراج النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر عین الیقین کے ساتھ مشاہدہ کرا کر یقینِ کامل عطا کیا جا رہا ہے اُدھر وہ ناسمجھ مسلمان کہلانے والے لوگ ہیں۔ جنہیں سرعتِ سیر محبوب کبریا امام الانبیاء صاحبِ قابَ قوسین اَو ادنیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر تذبذب ہے اور ایک لمحہ میں فلک الافلاک سے گزر کر لامکان پر پہنچنا پھر اس جگہ اٹھارہ سال تک یا کم و بیش عرصہ عجائبات قدرت کو ملاحظہ فرمانا پھر اتنی مدت مدید کے بعد واپس آنا اور نظامِ کائنات میں ایک لمحہ بھی نہ گزرنا اور ابھی دولت کدہ نبوی کے دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی اور بستر شب خوابی اسی طرح گرم تھا کہ صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سیر افلاک سے واپس تشریف لے آئے اور یہ اعجازِ رسالت میں سے تھا۔ جس میں شک کر کے کوئی آدمی انسانیت سے ہی گر جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے۔ پھر جب اس میں فاعل خود ربُّ العزت علیٰ کلِ شیءٍ قدیر کی ذاتِ والاصفات ہے۔ اور سُبحانَ الذی اَسریٰ بعبدہٖ[1] فرما کر ہی اشکال کو دور فرما دیا اور ہر ریب و تذبذب پر خط تنسیخ پھیر دیا۔ رہا معاملہ حضور سید المرسلین امام الاولین والآخرین کی سرعتِ رفتار کا تو اس واقعہ سے اچھی طرح پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے، جو

---

[1]:۔ سُبحانَ الذی اَسریٰ بعبدہٖ ...... الخ القرآن پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر
پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

حضرتِ جبرائیل امین حامل وحیٔ الٰہیہ کے ساتھ پیش آیا ہو جس کی تصدیق کتبِ سیر میں ملتی ہے کہ ایک روز دورانِ گفتگو حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرتِ جبرئیل امین علیہ السلام سے استفسار فرمایا کہ جو کلامِ نور تم میرے پاس لے کر آتے ہو وہ تمہیں کہاں سے ملتا ہے عرض کی میرے مقام سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ایک پردہ ہے اس پردے کے پیچھے سے مجھے آواز آتی ہے اور میں وہاں سے یہ کلامِ نور حاصل کرتا ہوں اور آپ تک لے آتا ہوں۔ فرمایا کبھی اس پردے کے پرے صاحبِ کلام کو بھی جھانکا ہے عرض کی کبھی نہیں کیونکہ سدرہ سے آگے اگر ایک پر بھی بڑھ جاؤں تو اس کے جل جانے کا خطرہ ہے تو فخر رسل مختارِ کُل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ ہم اجازت دیتے ہیں تم وہاں پردہ اٹھا کر دیکھو کہ پیغام دینے والا کون ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ اذنِ محبوبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پاکر حضرتِ رُوح الامین نے عالمِ بالا کی طرف پرواز کی اور چشم زدن میں اپنے مقام سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر سامنے سے پردہ کو اٹھا دیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ حضرتِ روح الامین پردۂ نور تک پہنچیں۔ شہباز قاب قوسین پردے کے دوسری طرف تشریف فرما ہو چکے تھے اور یہ آپ کا وہ مقام تھا جو حضور فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو شبِ اسریٰ کو عطا ہونے والے مقاماتِ عالی میں سے ایک مقام تھا۔ لیکن ادراک روحُ الامین مقامِ حیرت میں گھوم رہا تھا اور معاملہ عقل کل سے آگے بڑھ کر عشق کی وارفتگی میں داخل ہو چکا تھا اور حضرتِ جبرائیل امین علیہ السلام وجدان کی کیفیت میں کہہ رہے تھے۔ ؎

ہو نہ ہو اے چھپنے والے یہ تیری آواز ہے ، بات کہنے کی نہیں یہ راز الاسرار ہے

اور اس ساری بات کو سمجھنے کے لئے اور رفتار محبوب پاک صاحبِ لولاکَ لما خلقت الافلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اندازہ کرنے کے لئے قرآن کریم فرقانِ عظیم سے حضرتِ سلیمان علیہ السلام کے درباری آصف بن برخیا نے چشم زدن میں کئی ہزار میل کے فاصلے پر جا کر بلقیس کے عظیم تخت کو لا کر حضور پیغمبرِ علیہ السلام لا حاضر کیا تھا یہ معاملہ تو حضرتِ آصف بن برخیا کا تھا۔ جو نبی نہ تھے بلکہ

نبی کے خادم اور علمِ کتاب کے عالم تھے اور ادھر معاملہ سلطان الانبیاء کا ہے اور پھر سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا جو فخرالانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمتِ خیرالامم کے فخر ہیں۔ آپ کو یہ مقاماتِ عظیم حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحیح اتباع و اطاعت سے حاصل ہوئے اور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اس مقام کے حصول کے لئے سخت مجاہدات کئے اور اپنے دل سے تعلقات غیر اللہ کو نکال پھینکنے کے لئے محنت شاقہ کی چالیس سال تک متواتر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی چنانچہ شیخ عارف ابوعبداللہ محمد بن ابی الفتح ہروی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی خدمت میں چالیس سال تک رہا اس عرصہ میں آپ عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی خلوت میں داخل ہوتے۔ آپ کے ساتھ اور کوئی داخل نہ ہوتا تھا اور حجرہ میں سے سوا طلوعِ فجر کے نہ نکلتے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں چند راتیں سویا آپ کا یہ حال تھا کہ پہلی رات کچھ نفل پڑھتے پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ رات کا پہلا تیسرا حصہ گذر جاتا تو آپ یہ فرماتے المحیط الرب الشہید الحسیبُ الفعالُ الخالقُ الباری المصوّر۔ پھر آپ کا جسم کبھی لاغر ہو جاتا کبھی بڑا ہو جاتا کبھی ہوا میں بلند اڑ جاتے یہاں تک کہ میری نگاہ سے غائب ہو جاتے۔ پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے اور قرآن شریف پڑھتے یہاں تک کہ رات کا دوسرا حصہ گذر جاتا، اور سجدے بڑے لمبے کرتے تھے۔ اپنے چہرہ کو زمین سے ملاتے پھر مراقبہ اور مشاہدہ میں طلوعِ فجر کے قریب تک متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے پھر دعا مانگتے اور عاجزی اور نیاز میں لگے رہتے اور آپ کو ایک ایسا نور ڈھانک لیتا تھا کہ عنقریب آنکھوں کو اچک لے جائے یہاں تک کہ آپ اس میں نظر سے غائب ہو جاتے اور میں ان کے پاس یہ آواز سنتا تھا۔ سلامٌ علیکم اور آپ اس کا جواب دیتے یہاں تک کہ صبح کی نماز کی طرف نکلتے اور مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ بقول شیخ عارف محمد عثمان سریفینی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا کہ میں رات دن جنگل میں رہا کرتا تھا اور

بغداد شریف کی طرف نہیں آیا کرتا تھا۔ شیطان میرے پاس صفیں باندھ کر پیدل اور سوار آیا کرتے تھے۔ ان کے پاس طرح طرح کے ہتھیار ہوتے تھے۔ بڑی بُری شکلیں ہوتی تھیں۔ مجھ سے لڑتے تھے اور مجھے آگ کے انگارے مارا کرتے تھے لیکن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے دل میں ایسی ثابت قدمی پایا کرتا تھا۔ جس کی تعبیر نہیں ہو سکتی اور مجھے اپنے باطن سے آواز آتی تھی کہ اے عبدالقادر تو ان کی طرف کھڑا ہو جا کیونکہ ہم نے تمہیں ثابت قدم بنایا ہے اور تجھے مدد دی ہے پھر میں اُن کے پیچھے بھاگتا تو وُہ سب دائیں بائیں بھاگ جاتے اور جہاں سے آتے تھے وہیں چلے جاتے تھے۔ اُن میں سے شیطان اکیلا میرے پاس آتا اور مجھے کہتا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا کروں گا مجھے بہت ہی ڈراتا تھا۔ مَیں نے اس کو ایک طمانچہ مارا اور وُہ بھاگ گیا۔ پھر میں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا تو وہ جل گیا جسے مَیں نے دیکھ لیا۔ ایک دفعہ میرے پاس بہت بُری شکل میں آیا۔ اس سے بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ کہنے لگا میں ابلیس ہوں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تمہاری خدمت کروں۔ کیونکہ تم نے مجھے اور میرے پیروؤں کو تھکا دیا ہے۔ مَیں نے اس سے کہا کہ چلا جا اُس نے انکار کیا تب اس کے اُوپر سے ایک ہاتھ آیا اور اس کے دماغ پر مارا مگر وہ زمین میں غوطہ مار گیا۔ پھر وُہ دوبارہ میرے پاس آیا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا انگارہ تھا، مجھ سے لڑنے لگا تب میرے پاس سفید گھوڑے پر سوار ایک مرد آیا اُس نے مجھے ایک تلوار دی تب ابلیس الٹے پاؤں بھاگا۔ پھر میں نے تیسری دفعہ دیکھا کہ وُہ مجھ سے دور کھڑا ہے اور رو رہا ہے، مٹی اپنے سَر میں ڈال رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ اے عبدالقادر بے شک میں تجھ سے نا اُمید ہو گیا ہوں۔ مَیں نے کہا دور ہو اے ملعون کیونکہ میں ہمیشہ تمہارے مکر سے ڈرتا ہوں اس نے کہا یہ بات مجھ پر اور بھی سخت ہے۔ پھر اس نے میرے گرد بہت سے جال پھندے حیلے ظاہر کئے میں نے کہا یہ کیا ہے اُس نے کہا یہ دُنیا کے جال ہیں۔ جس سے ہم تم جیسوں کو شکار کیا کرتے ہیں۔ تب میں نے ایک سال تک ان کے بارہ میں توجہ کی۔ یہاں تک کہ وُہ سب کے سب ٹوٹ گئے۔ پھر بہت سے

اسبابِ فریب ہر طرف سے ظاہر ہوئے میں نے کہا یہ کیا ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ مخلوق کے اسباب ہیں جو آپ سے ملے ہوئے ہیں۔ پھر میں اُن کے معاملہ میں اور سال تک متوجہ رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ٹوٹ گئے اور میں اُن سے علیحدہ ہو گیا پھر میرے باطن کا حال مجھ پر ظاہر کیا گیا تو میں نے اپنے قلب کو بہت سے تعلقات سے وابستہ پایا۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہارے ارادے اور اختیارات ہیں تب میں اس معاملہ میں ایک اور سال تک متوجہ رہا یہاں تک کہ وہ سب منقطع ہو گئے اور اُن سے میرا دل خالص بن گیا۔ پھر میرے نفس کا حال مجھ پر ظاہر کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی بیماریاں باقی ہیں اور اس کی خواہشیں زندہ ہیں۔ اس کا شیطان سرکش ہے پھر میں اس کے معاملہ میں اور ایک سال تک متوجہ رہا۔ تب نفس کی بیماریاں اچھی ہو گئیں اور خواہش مر گئی اور شیطان فرمانبردار ہو گیا تمام امر اللہ تعالیٰ جلّ وعلا کے لئے ہو گئے اور میں اکیلا رہ گیا اور تمام وجود میرے پیچھے رہا۔ حالانکہ میں ابھی مطلوب تک نہیں پہنچا تھا پھر میں توکل کے دروازے تک کھینچا گیا تاکہ اس سے اپنے مطلوب تک پہنچ سکوں۔ ناگاہ دیکھا کہ اس کے پاس زحمت ہے تب میں اس سے گذر گیا پھر میں بابِ تسلیم تک کھینچا گیا دیکھا تو اُس کے پاس بھی زحمت ہے وہاں سے بھی گذر گیا۔ پھر میں بابِ قرب تک کھینچا گیا لیکن میں وہاں سے بھی آگے گذر گیا۔ کیونکہ اس کے پاس بھی زحمت تھی۔ پھر میں بابِ فقر تک کھینچا گیا دیکھا تو یہ خالی ہے میں اس میں داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ جوں جوں میں اس کو چھوڑتا ہوں میرے لئے بڑا خزانہ اس سے کھلتا ہے اس میں مجھے بڑی عزت دائمی غنا اور خالص حریت عطا کی گئی بقایا مٹ گئے۔ صفات منسوخ ہو گئے اور وجودِ ثانی آگیا (بہجۃ الاسرار)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جو اتنے سخت مجاہدات اور محنتِ شاقہ وصول الی اللہ کے لئے کی اور آپ مقام فنا سے آگے بڑھ کر بقا باللہ میں پہنچ گئے اور مطلوبِ حقیقی تک رسائی حاصل ہو گئی تو رب العزت ذوالمجد والاکرام نے آپ کو طہارتِ تامہ اور جلائے باطنی عطا فرمادی اور اطاعتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل یہ مرتبہ ملا کہ آپ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور آپ کے جسم سے کوئی بدنما مادہ خارج نہیں ہوتا تھا

چنانچہ حضرت ابو عبداللہ محمد بن خضر بن عبداللہ حسینی موصلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں حضرتِ سیدی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں پورے تیرہ ۱۳ سال تک رہا اس عرصہ میں کبھی آپ کو ناک صاف کرتے یا تھوکتے نہیں دیکھا۔ نہ آپ پر مکھی بیٹھتی نہ آپ کبھی کسی بڑے امیر کے لئے کھڑے ہوئے نہ بادشاہ کے دروازے پر گئے نہ اس کے فرش پر بیٹھے نہ کبھی اس کا کھانا کھایا۔ آپ بادشاہوں اور ان جیسوں کے فرش پر بیٹھنے کو ان عذابوں میں سے سمجھتے تھے جو جلد آنے والے ہوں بلکہ جب کبھی آپ کی خدمت میں خلیفہ یا وزیر یا کوئی اور بڑا آدمی آتا تو آپ اٹھ کر اندر چلے جاتے پھر جب وہ آپ کی ملاقات کا خواہش مند ہوتا تو آپ گھر سے باہر تشریف لاتے تاکہ ان کے لئے کھڑا نہ ہونا پڑے اور ان سے باوقار لہجے میں کلام فرماتے اور ان کو بہت نصیحت کرتے وہ آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور نہایت انکساری کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھتے اور جب آپ خلیفہ کے نام کچھ لکھتے تو اس میں تحریر فرماتے کہ عبدالقادر تم کو حکم دیتا ہے اور اس کا حکم تم پر جاری ہے اور اس کی اطاعت تمہارے لئے فرضِ عین ہے۔ تمہارا وہ پیشوا ہے اور تم پر وہ حجت ہے جب خلیفہ کے پاس آپ کی تحریر پہنچتی تو وہ اس کو چومتا اور سر پر رکھتا اور کہتا عالی جناب شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔ مقامِ قطب غوث و فرد بیان کرنے کے بعد یہاں مناسب ہوگا کہ قطب کی تعریف قطبِ عالم غوثِ اعظم فرد الافراد شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبانی سن لی جائے۔ بہجۃ الاسرار میں نقل ہے کہ شیخ ابو الرضی محمد بن احمد بن داؤد بغدادی نے کہا کہ میں ہمیشہ ایسے شخص کی جستجو میں رہتا تھا جس سے میں قطب کی صفات دریافت کروں تب میں اور شیخ ابو الخلیل احمد بن اسعد بن وہب بن علی مقری بغدادی ثم الدوی ۵۴۰ھ میں جامع مسجد رصافہ کی طرف گئے۔ اس میں ہم نے شیخ ابو سعد قیلوی اور شیخ ابو الحسن علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما سے ملاقات کی میں نے شیخ ابو سعد سے اس بات کی بابت پوچھا تو فرمایا کہ قطب کی طرف اس امر کی ریاست اپنے وقت میں پہنچتی ہے

اس کے پاس شان کی جلالت کے کجاوے اتار دیئے جاتے ہیں۔ اسی کی طرف اس کے زمانہ میں رہنے والوں اور تمام موجودات کا امر سپرد کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا وہ اُس وقت کون ہے فرمایا کہ قطب وقت اس زمانہ کے شیخ محی الدین عبدالقادر شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ یہ بات سن کر ہم صبر نہ کر سکے اور سب کے سب حضرتِ شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس کی طرف حاضر ہونے کے لئے چل پڑے۔ ہم میں سے ہر کوئی سب سے پہلے اس پاک مجلس میں حاضر ہونے کی کوشش کر رہا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو جناب غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعظ فرما رہے تھے جب ہم مجلس میں جا بیٹھے تو آپ نے سابقہ سلسلۂ کلام کو قطع کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میں اس شخص کی تعریف کرتا ہوں جو قطبیّت کے مقام تک پہنچ گیا ہو تب فرمایا کہ اس مقام پہ پہنچنے والے شخص کے لئے حقیقت میں کوئی ایسا راستہ نہیں جسے وُہ مکمل طور پہ نہ جانتا ہو ولایت میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ اس کو اس میں مکمل وطن ثابت نہ ہو نہایت میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ اس کو اس میں مضبوط قدم نہ ہو مشاہدہ میں کوئی مقام ایسا نہیں کہ اس کے لئے اس میں خوش گوار جائے مشاہدہ نہ ہو حضوری میں حاضر ہونے کے لئے کوئی ایسی سیڑھی نہیں جس پہ وُہ چڑھتا ہوا معراج کی بلندی پہ نہ پہنچا ہو۔ ملک و ملکوت میں کوئی کام ایسا نہیں جس میں اس کو کشف و کرامت نہ ہو۔ عالمِ ظاہر و غیب میں کوئی بھید ایسا نہیں جس کو وہ نہ جانتا ہو وجود کا کوئی ایسا مظہر نہیں کہ جس سے اس کو تعلق نہ ہو، قوتوں کا کوئی ایسا فعل نہیں کہ اس کا اس میں دخل نہ ہو۔ کوئی ایسا نور نہیں جس میں اس کی تنویر نہ ہو۔ کسی بڑھنے والے کے لئے کوئی جائے روانگی نہیں جس کی انتہا پہ وُہ پہلے سے موجود نہ ہو اور کسی پہنچنے والے کی غایت ایسی نہیں کہ وہ اس کی نہایت کا مالک نہ ہو کوئی بزرگی ایسی نہیں کہ اس کو اس سے خطاب نہ کیا گیا ہو کوئی مرتبہ ایسا نہیں کہ اس کو اس کی طرف نہ کھینچا گیا ہو کوئی ایسا سانس نہیں کہ وُہ اس کی طرف مجبوب نہ ہو وہ عزت کے جھنڈے کا اٹھانے والا قدرت کی تلوار کا چلانے والے وقت کی مسند کا حاکم محبت کے لشکروں کا بادشاہ ولی مقرر کرنے اور معزول کرنے کا مختار اس کا ہم جلیس بدبخت

نہیں ہوتا اور اس کا شہود اس سے غائب نہیں ہوتا اس سے اس کا حال چھپتا نہیں اس سے بڑھ کر کوئی تیز نگاہ نہیں اس سے بڑھ کر کسی کی فرودگاہ نہیں کوئی وجود اس سے بڑھ کر پورا نہیں کوئی شہود اس سے بڑھ کر ظاہر نہیں شرع شریف کی اتباع اس سے بڑھ کر کوئی نہیں کرتا۔ مگر وہ ایسا وجود ہے کہ جُدا ہے ساتھ ہے، متصل ہے منفصل ہے ارضی ہے سماوی ہے، قدسی ہے غیبی ہے، واسطہ ہے خالصہ ہے، آدمی ہے نافع ہے اس کی ایک حد ہے جو اس کی طرف منتہی ہوتی ہے۔ وصف ہے جو کہ اس میں مختقر ہے، تکلیف ہے جو کہ اس پر واجب ہے مگر وہ اتصال کی وجہ سے اپنے جمع کے وقت ازل کے نظاروں کے موقعوں میں ہیبت اور انس کے تفرقہ کی آنکھ سے پوشیدہ ہے وہ اپنے انفصال کی وجہ سے تفرقہ کے وقت مشاہدات کی گھاٹیوں میں جلال کی زیادتی اور اجمال کے شوق کے درمیان صفات کی مخالفت کی وجہ سے باوجود مقام کے وصف کے لزوم اور لخت حال کے زوال کے ظاہر ہے پس اس کے افراد کا دربان اصرار کے ساتھ اُس کے غلبۂ ظہور پر اس کے امر کے حکم کے اقتران کے خفا میں آیات کے ساتھ پکارتا ہے۔ ورنہ بسط کے ساتھ کے کسی منزل میں این کے خیز میں قبض کی پکڑ سے اس کا ظہور نہ ہو سکتا تھا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ملک و حکمت کے عالم میں عالمِ غیب و قدرت سے کوئی شے بدوں اس کے حجاب کے چھلکے اور افسر کے اشارہ اور قیدِ حصر میں ہو، ظاہر نہیں ہوا کرتی تو تمام موجودات اس امر کے عجائبات دیکھتی اور اگر یہ نہ ہوتا کہ اس کا اجمال اور تفصیل اس کا اوّل اور آخر حضور سید الکونین رسول الثقلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدرت کے حواشی میں چھپا ہوا ہے اور اس کی خالص شراب کی ملاوٹ اس کی رعایت کی ہواؤں کی تسنیم کے ساتھ ہے اس کی آمدنی کا ماحصل اقبال و ادبار جمع و تفرقہ کے لحاظ سے اس کے امر کے قبضہ میں ہے تو البتہ قدر کا تیر حکم کی دیوار کو پھاڑ دیتا اور اگر اس امر کے لئے جس کی طرف میں اشارہ کرتا ہوں زبان پیدا ہوتی تو تم البتہ سنتے اور عجائبات دیکھتے پھر آپ نے بغیر گانے اور الحان کے یہ شعر پڑھے۔

ما فی الصبابۃ منھل مستعذب — الا ولی فیہ الالذ الاطیب
عشق میں کوئی ایسا میٹھا چشمہ نہیں ہے کہ جس میں میرے لئے زیادہ لذیت اور عمدگی نہ ہو۔
او فی الوصال مکانۃ مخصوصۃ — الا و منزلتی اعز واقرب
یا وصال میں کوئی ایسا مکان مخصوص نہیں ہے کہ جس میں میری منزل زیادہ قریب اور زیادہ عزیز نہ ہو
وھبت لی الایام رونق صفوھا — فحلت منا ھلھا وطاب المشرب
زمانہ نے مجھے اپنی صفائی کی رونق دی ہے پس اس کے چشمے میٹھے ہیں اور اس کا گھاٹ عمدہ ہے
وغدوت مخطوبا لکل کریمۃ — لایھتدی فیھا اللبیب ویخطب
میں ہر ایک بزرگی کے لئے خطاب کیا گیا ہوں کہ جس میں دانا ہدایت نہیں پاتا نہ خطاب کیا جاتا ہے۔
انا من الرجال لایخاف جلیسھم — ریب الزمان ولایری مایرھب
میں اُن مردوں میں سے ہوں کہ جن کا ہمنشین زمانہ کی تکلیف سے نہیں ڈرتا اور وہ چیز نہیں دیکھتا جو اسکو ڈرائے
قوم لھم فی کل مجد رتبۃ — علویۃ و بکل جیش مرکب
ایک وہ قوم ہے کہ جس کے لئے ہر شرافت میں رتبہ بلند ہے اور ہر لشکر میں اس کے سوار ہوں،
انا بلبل الافراح املی روحھا — طرب وفی العلیاء باز اشھب
میں خوشیوں کا بلبل ہوں کہ ان کے درخت پر خوشی سے بولتا ہوں اور بلندی میں سفید باز ہوں
اضحت جیوش الحب تحت مشیئتی — طوعا ومھما رمیتہ لایعزب
میری مشیت کے ماتحت محبت کے لشکر خوشی سے ہیں اور جب میں قصد کرتا ہوں تو وہ غائب نہیں ہوتے
اصبحت لا املا ولا امنیۃ — ارجو ولا موعوۃ اترقب
میں صبح کرتا ہوں تو نہ کوئی امید ہوتی ہے اور نہ کوئی آرزو کہ جس کی امید رکھوں نہ کوئی وعدہ کہ جس کا انتظار کروں
مازلت ارتع فی میادین الرضا — حتی وھبت مکانۃ لاتوھب
میں ہمیشہ رضا کے میدانوں میں چرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ مجھے ایسا مرتبہ دیا گیا ہے جو کسی کو نہیں دیا گیا
اضحی الزمان کحلۃ مرقومۃ — تزھو ونحن لھا الطراز المذھب
زمانہ ایسے حلّہ کی طرح ہے کہ جو منقش اور بارونق ہے لیکن ہم اس پر سنہری حاشیہ ہیں۔
أفلت شموس الاولین وشمسنا — ابدا علی فلک العلی لاتغرب
پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے ہیں لیکن ہمارا آفتاب بلندی کے آسمان پر ہے جو کبھی غروب نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا کہ تمام جانور بولتے ہیں لیکن کچھ کرتے نہیں لیکن باز کرتا ہے مگر بولتا نہیں اسی لئے بادشاہوں کے ہاتھ اس کی چوکھٹ پر ہیں تب شیخ ابوالمظفر منصور بن مبارک واعظ مشہور جرادہ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھنے لگے۔

یا من بالفاظہ تغلوا لیواقیت — بلک الشھور تھنا والمواقیت
اے وہ شیخ، کہ جس کے الفاظ سے موتی قیمتی بنتے ہیں آپ ہی سے مہینے اور وقت خوش ہوتے ہیں
الباز انت فان تفخر فلا عجب — وسائر الناس فی عینی فواخیت
آپ باز ہیں اگر فخر کریں تو عجب نہیں اور تمام لوگ میری آنکھ میں فاختہ ہیں
اشم قدمیک الصدق مجتھدا — لانہ قدم فی نعلہ الصیت
میں آپ کے دونوں قدموں سے کوشش سے سچ سونگھتا ہوں کیونکہ وہ قدم ہے جس کی نعل میں آواز ہے

تب شیخ علی الہیتی کھڑے ہو گئے اور غوث صمدانی شہباز لامکانی کے قدم چومے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس مجلس کو اپنے پاس رکھ لیا اور جو کچھ اس میں ہوا تھا سب لکھ لیا ابن الا بیقی کہتے ہیں کہ میں شیخ ابو خلیل ہروی کے پاس گیا۔ اور اس کی بابت پوچھا تو انہوں نے مجھے ایسا ہی بتایا اور بہجۃ الاسرار ہی کی ایک روایت کے مطابق ایک روز شیخ صدقہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث صمدانی شہباز لامکانی محبوب سبحانی شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خانقاہ عالی میں حاضر ہوئے وہاں کچھ اور مشائخ بھی عالیجناب کی آمد کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف لائے تو کرسی پر بیٹھ گئے۔ لیکن کچھ کلام نہ فرمایا اور نہ قاری کو حکم دیا کہ وہ قرآن پاک سے کوئی آیت شریفہ تلاوت کرے مگر لوگوں میں بڑا وجد پیدا ہوا اور ہر طرف ہُو حق شروع ہو گیا شیخ صدقہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے جی ہی جی میں سوچا کہ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کوئی کلام نہیں فرمایا اور کسی قاری نے کچھ پڑھا بھی نہیں ہر طرف وجدان ہی وجدان ہے یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کے دل کے خطرہ کو معلوم کیا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں تک آیا ہے اور اُس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے حاضرین اس امرِ عظیم کی وجہ سے وجد میں ہیں۔ شیخ صدقہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے دل میں کہا جو بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں تک پہنچ جائے وہ کس بات سے توبہ کرتا ہے اور اس کو مرشد کی کیا ضرورت ہے۔ عالی جناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے شیخ صدقہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو ہوا میں اڑتا ہے وہ توبہ کرتا ہے کہ پھر ایسا نہ کرے گا اور وہ محبتِ الٰہی کا صحیح طریقہ سیکھنے کے لئے میری طرف محتاج ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ "میری تلوار میان سے کھچی ہوئی ہے۔ میری کمان کا چلّہ چڑھا ہوا ہے۔ میرے تیر شست میں رکھے ہوئے ہیں اور نشانہ پر پہنچنے والے ہیں۔ میرا نیزہ خطا نہیں کرتا۔ میرے گھوڑے پر زین کسا ہوا ہے میں اللہ تعالےٰ کی آتشِ سوزاں ہوں میں احوال کا سلب کرنے والا ہوں۔ میں بحرِ بیکنار ہوں میں اپنے وقت کا رہنما ہوں میں اپنے غیر میں کلام کرنیوالا

ہوں، میں محفوظ ہوں میں ملحوظ ہوں۔ اے روزہ دارو! اے رات کو جاگنے والو، اے پہاڑوں کے رہنے والو پست ہوں۔ تمہارے پہاڑ! اے صومعہ نشینو مٹ جائیں۔ تمہارے صومعے اللہ تعالےٰ کے امر کی طرف آؤ میں اللہ تعالےٰ کا امر ہوں۔ اے رستہ چلنے والو! اے مردو! اے پہلوانو! اے لڑکو آؤ اور اس سمندر سے فیض لو جس کا کنارہ نہیں۔

بیاناتِ بالا سے یہ ہرگز متصور نہیں کرنا چاہیئے کہ جناب شہنشاہِ بغداد نے تعلی سے کام لیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ مقامِ اعلےٰ حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو بوجہ قطبِ عالم اور غوثِ اعظم ہونے کے حاصل تھا اور وہ اس کے ذریعہ مخلوق خدا کو راہِ حق کی طرف بلانے کے لئے ترغیب و تحریص دیتے تھے۔ اور جیسا کہ شیخ ابو المظفر منصور بن مبارک نے کہا ہے۔ ؎

البازو انت فان تفخر فلا عجبا وسائر الناس فی عینی فواخیت

یعنی جب آپ باز اشہب ہیں تو آپ نے رب کریم کی اس نعمتِ عظمےٰ کو بطور فخر بیان کیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے جبکہ آپ کے مقابلہ میں باقی سب لوگ ابن مبارک کی نظر میں فاختہ بمقابلہ باز ہیں اور آپ کا تفاخر گویا شکرِ نعمت ہے جو واجبات سے ہے

اب ہمیں یہاں پر یہ دیکھنا ہے کہ عقیدت کے جذبات میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اتنا جلیل القدر مقام رب العزت نے حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے لئے رکھا ہوا تھا جو آپ کو عطا ہوا۔ اس میں سر مو اختلاف نہیں اور کسی قسم کا اعتراض مسلمان کو کسی صورت میں نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ وجودِ عالم کا تمام نظام علل و اسباب پر مبنی ہے۔ اس واسطے ہمیں یہ ضرور دیکھنا ہے کہ بظاہر اس مقام کے حصول کے لئے کون سے ایسے راستے تھے جو اختیار کئے گئے اس مقصد سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں حضرت شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے حالاتِ زندگی خاندانِ پاک اور مجاہدات و مشاہدات پر سیر حاصل تبصرہ کرنا ہوگا تاکہ قارئین کرام کی دلچسپی اور دلجمعی کا سامان مہیا ہو سکے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں آپ کے حالاتِ زندگی پر تبصرہ کروں مجھے یہاں ایک غلط فہمی کی نشاندہی کرنا ہے بلکہ ایک

فاش غلطی کا ازالہ کرنا ہے جس کے لئے میں اللہ تعالےٰ کی بارگاہِ عالیہ سے ہدایت کا بھکاری ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت پیرانِ پیر آسمانِ رشد و ہدایت کے بدرِ منیر سید روشن ضمیر میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تصنیفات میں ایک کتاب غنیۃ الطالبین کا شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب فقہ حنبلی کی تشریحات اور عقائد پر مبنی ہے۔ اس کتاب کے ایک باب نمبر ۹ میں جہاں غیر ناجی فرقوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک فرقہ مرجیہ کا نام آتا ہے جس کی ایک شاخ حنفیہ ہے۔ جس کو ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور بعض لاابالی معاندین اس سے امام العالم امامِ اعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت کوفی سراج الامت کی ذاتِ گرامی پر حرف گیری کی مذموم کوشش کرتے ہیں اور ان میں سے ایک جماعت تو ایسی ہے جو اگرچہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات گرامی کے فضائل کا کبھی اعتراف نہیں کرتے اور تکالیف و مصائب میں حضورِ گرامی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذاتِ پاک سے استمداد کو کفر و شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن اہلِ سنت والجماعت کے عناد کے پیشِ نظر اس کتاب کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں اور جہاں احناف سے بات شروع کی سادہ لوح لوگوں کو اس کتاب کی تحریریں دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی کتاب ہے۔ (بعض تو صرف عبدالقادر جیلانی اور بعض محض عبدالقادر اور بعض معاندین لفظ شیخ کو شین کی کسر کے ساتھ ادا کر کے حضور کے علومرتبت کو اپنی بد باطنی اور شومی تقدیر کے باعث گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔) تم حنفی انہیں پیرانِ پیر، پیر دستگیر مانتے ہو اور اس میں نماز پڑھنا یوں لکھا ہے اور رفع یدین کا حکم ہے اور رفع سبابہ کی یہ شکل ہے اور ہاتھ یوں باندھنے ہیں۔ غرض عوام الناس کو فروعات کی پیچیدگیوں میں ڈال کر فقہ حنفی بلکہ امام ابو حنیفہ اور حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی تعلیمات میں تضاد بیان کر کے اپنی گستاخانہ روش کا پرچار اور اپنے گستاخ پیشروں کے وقار کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ لیکن جب کسی صاحبِ علم سے بات کرتے ہیں تو وہ انہیں بتاتا ہے کہ اس کتاب میں نمازِ تراویح

کی بیس رکعت بیان کی گئی ہیں اور اس سے کم درست نہیں تو بغلیں جھانکنے لگتے ہیں اور وہاں سے طرح دے کر کسی سادہ لوح شکار کو پھانسنے کے لئے کنارہ کر جاتے ہیں۔
اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فقہ حنبلی کو اختیار کر لیا تھا۔ لیکن یہ نہیں کہ آپ کو فقہ حنفی میں کوئی شبہ یا تردد پیدا ہو گیا تھا بلکہ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو ایک خاص حالت کے تحت حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی زندگی میں رونما ہوا اور اہلِ سُنت والجماعت چونکہ ہر چہار آئمہ مجتہدین کو برحق مانتے ہیں اور ان کا اصول میں کہیں اختلاف نہیں اس واسطے کسی ایک کا اتباع کر لینا اس صورت میں کہ باقی تینوں کا انکار نہ کیا جائے۔ تکمیلِ دین کو کفایت کرتا ہے۔ یہی ایک وجہ تھی جس کے تحت عالی جناب شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فقہ حنبلی کو قبول کر لیا اور آپ عام طور پر اس فقہ حنبلی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے اور فقہ شافعی کے مطابق بھی فتویٰ دیتے تھے۔ لیکن ساتھ ساتھ فقہ حنفی کا تذکرہ اور اس کے اعمال کی وضاحت بھی فرما دیتے تھے۔ کہ اگر فقہ حنبلی یا شافعی یہ ہے تو وہ یوں کرے گا اور اگر فقہ حنفی کا پیرو ہے تو وہ یوں کرے گا۔ مقصد یہ کہ آپ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو مکمل فقیہ بلکہ فقیہ اعظم مانتے تھے اور اس کتاب غنیتہ الطالبین میں بھی امام اعظم کو لطبور ثقہ فقیہ مان کر ان کے طریقے کی کئی جگہ پر مثال دی گئی ہے لیکن مجھے تو ذاتی طور پر اس کتاب کا حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی کلام ہونے میں کلام ہے اور اگر یہ بات قطعی ہو جائے کہ یہ یقیناً آپ ہی کا کلام ہے تو یہ بات تو کسی صورت میں بھی قطعاً قابل اعتبار نہیں ہو سکتی کہ کتاب میں تحریف ہو چکی ہے اور بعض موقع پرست مطلب شناس عیار اس میں اپنی من پسند اپنے کام کی باتوں کو داخل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مجھ احقر محمد لطیف زار نوشاہی کی طرح اور بھی بہت سے حضرات ہیں جو صاحبانِ علم وفن اور نازش ضمن ہو گزرے ہیں۔ اسی بات پر ہیں کہ یہ کلام کسی عبدالقادر جیلانی کا تو ہو سکتا ہے مگر سرکارِ غوثِ اعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا نہیں ہو سکتا۔ اس ضمن میں کتاب تحفہ النبی کا مطالعہ ضروری ہے جس میں صاحب کتاب

علامہ عبدالعزیز ملتانی پڑھیاروی نے ثابت کیا ہے کہ غنیۃ الطالبین کسی دوسرے عبدالقادر جیلانی کی تصنیف ہے اور یہ ہرگز سرکارِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا کلام نہیں کیونکہ اس کلام کا طرزِ تحریر آپ کی دوسری معروف کتب فتحِ ربانی، فتوح الغیب اور قصیدۂ غوثیہ سے بالکل غیر مانوس ہے، اور اس سے بھی بہتر اور وزنی وُہ تحریر ہے جو میرے (زار) دادا پیر استاذی المکرم حضرت مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنی بے نظیر شرح قصیدہ غوثیہ میں درج فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کسی کلام کے کسی کے ساتھ متعلق ہونے کے لئے ثبوتِ نسبتی دو طرح پر ہوتے ہیں۔

۱۔ کوئی خود اپنا کلام ہونے کا دعویٰ کرے۔

۲۔ کئی سو سال سے راسخین اور صادقین بلا خوف اس کلام کو اس بزرگ کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہوں۔

غنیۃ الطالبین ان دونوں وجوہ سے عالی جناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا کلام ثابت نہیں نہ آپ کا اپنا دعوےٰ ہے اور نہ اس کی آپ سے نسبت اتفاقی فقط اس سہارے پر کہ یہ کتاب فقہ حنبلی کی ہے اور لکھنے والا عبدالقادر جیلانی ہے تو کچھ لوگوں نے بلا تکلیفِ تحقیق اس کو حضور غوث الاعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی شہنشاہِ بغداد کا کلام تصور کر لیا۔ کیونکہ آپ بھی فقہِ حنبلی پر فتویٰ دیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ منطق بعید از فہم ہے کیونکہ بغداد جتنے بڑے شہر میں ایک وقت میں بیسیوں[۱] ہم نام آدمی ہو سکتے ہیں اور فقہ حنبلی کا جہاں تک تعلق ہے تو چونکہ اس وقت بغداد شریف اور

---

[۱] ۔ الکنیٰ والالقاب جلد ۱ صفحہ ۵۴ من شیخ عباس قمی

ابو حنیفہ کنیت میں فقہا کی تھی۔ ابو حنیفہ جو شیعہ مرجیہ تھا نام اس کا۔ ھو القاضی النعمان ابن ابی عبد اللہ محمد بن منصور قاضی بمصر کان مالکیا اولا ثم اھتوی وصار امامیا اور پھر ۵۶ ثم قتلہ فی سنۃ ۴۰۱ ھ۔ یعنی ابو حنیفہ جو شیعہ مرجیہ تھا۔ اس کا نام قاضی نعمان بن ابو عبد اللہ محمد بن منصور تھا اور وہ مصر کا قاضی تھا اور پہلے مالکی فقہ پر تھا پھر منحرف ہو کر امامیہ ہو گیا یہ ۴۰۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔

رقصائے عالم میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی عظمت کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے اس واسطے ہر کوئی اسی فقہ کو پسند کرتا تھا جو شیخ عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اختیار کر لی تھی اور بغداد شریف میں اس وقت سوائے چند ایک کے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو حنبلی فقہ پر فتویٰ نہ دیتا ہو۔ اس واسطے اس کتاب کا حوالہ دے کہ یہ چیز ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر یا ان کے طریقہ پر حرف گیری کی ہے، ہمارے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا اور جہاں تک حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا مذہب حنبلی اختیار کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے "تفریح الخواطر فی مناقب تاج الاولیا وبرھان الاصفیا الشیخ عبد القادر الگیلانی قدس اللہ تعالےٰ سرہ العزیز حضور کے مناقب میں لکھی گئی کتاب جو پہلے شیخ محمد صادق قادری شہابی السعدی نے فارسی میں لکھی تھی اور اس کا عربی ترجمہ شیخ عبد القادر بن محی الدین اربلی قادری نے کیا ہے کی تحریر کو من وعن تحریر کیا جاتا ہے جو قارئین کرام کی دلچسپی اور واقفیت کا باعث بنے گی۔

ذکروا أنهٗ رضی الله عنه خطر فی قلبه ان ینتقل من مذهبه إلیٰ مذهب اٰخر، فرأی فی لیلة النبی صلی الله علیه وسلم مع جمیع الصحابة رضوان الله تعالیٰ عنهم اجمعین، ورأی الامام أحمد بن حنبل رضی الله تعالیٰ عنه واقفًا آخذا بیده لحیته یلتمس من النبی صلے الله علیه وسلم ویقول: یارسول الله مرو لدك محی الدین السید عبد القادر أن یحمی هذا الشیخ الضعیف، فقال النبی صلی الله علیهٗ وسلم متبسما یا سید عبد القادر اقبل التماس هذا الشیخ، فقبل التماسه بامر النبی صلے الله علیه وسلم وصلیٰ صلاة الصبح فی مصلی الحنابلة ولم یکن ذلك الیوم غیر الامام فی المصلیٰ لیصلی بهم، فبحضوره ازدحمت الخلائق فلم یبق مکان خال. قال الراوی: لولم یحضر حضرت الغوث ذلك الیوم فی مصلی الحنابلة لانقطع مذهب الحنابلة، وقال فی بهجة الأسرار. زار الغوث یوم قبر الامام احمد بن حنبل ومعه جماعة من الاولیاء، فرأوا أن الامام أحمد طلع من القبر وبیده قمیص فأعطاه للغوث وتعانقا ثم قال الامام أحمد یا سیدی عبد القادر قد افتقر الیك علم الشریعة وعلم الطریقة وعلم الحلال، رضوان الله علیهم اجمعین

ذکروا أن أبا حنیفة رضی الله عنه التقی بالروحانیة من الغوث فقال: یاسلطان یا سید عبد القادر ما السبب أنك اخترت فی الشریعة مذهب الامام أحمد بن حنبل وما اخترت مذهبی؟ وانا ممن استفاض من جدك الامام جعفر الصادق رضی الله عنه واستفدت من حضرته سنتین، وقلت لولا السنتان لهلك النعمان، فقال الغوث لسببین: أحدهما أن مذهبه صار ضعیفا من قلة الرجال وثانیهما هو مسکین وانا مسکین وجدی رسول الله صلے الله علیه وسلم طلب من الله المسکنة بقول صلی الله علیه وسلم "اللّهم أحینی مسکینا وأمتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین" رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین.

یعنی بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے دل میں یہ بات آئی کہ اپنے مذہب (فقہ) کو تبدیل کر لیں تو رات کو آپ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں جلوہ گر دیکھا۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کے ساتھ رونق افروز تھے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور اپنی ریش مبارک کو پکڑے حضور عالی میں التماس پیش کر رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے بیٹے محی الدین سید عبد القادر جیلانی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ،) کو حکم فرمایئے کہ وہ اس کمزور بوڑھے کی حمایت فرماویں۔ پس حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔ اے سید عبد القادر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ،) اس بوڑھے کی التماس کو قبول فرما لیجیے۔ تو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ عالی کے مطابق ان کی التماس کو قبول فرما لیا اور صبح کی نماز مصلیٰ حنبلی پر ادا کی۔ آج اس مصلیٰ پہ امام کے سوا دوسرا کوئی نہ تھا کہ امام کے ساتھ نماز ادا کرتا۔ جس وقت سیدنا غوث الاعظم نے اس مصلیٰ پر نماز ادا کی تو مخلوق کا اژدھام ہو گیا اور کوئی جگہ خالی نہ رہ گئی۔ راوی کہتا ہے کہ اگر آج کے دن حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، مصلیٰ حنبلی پہ نماز ادا نہ فرماتے تو ضروری تھا کہ اس مصلیٰ پہ کوئی نماز ادا کرنے والا نہ ہوتا اور یہ مذہب (فقہ) منقطع ہو جاتا اور بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے کہ ایک روز حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے حضرت امام احمد حنبل کی قبر مبارک کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ اس وقت اولیاء اللہ کی ایک جماعت تھی۔ پس انہوں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اپنی قبر شریف سے باہر تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں ایک خلعت (قمیص) تھی جو انہوں نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو پہنائی اور آپ کے ساتھ معانقہ کیا اور کہا جناب امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے کہ اے سید عبد القادر بے شک میں تمہارے علمِ شریعت وعلم حقیقت وعلم حال اور فعل حال میں محتاج ہوں (اس کے بیان کرنے والے شیخ پیشوا ابوالحسن علی بن الہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

ہیں جو اس وقت آپ کے ساتھ موجود تھے۔) اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے روحانیت میں حضرتِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے ملاقات کی اور کہا اے سلطان اے سید عبد القادر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کیا وجہ ہے کہ آپ نے شریعت میں مذہب امام احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو اختیار کر لیا ہے اور میرا مذہب شریعت اختیار نہیں کیا ہے اور میں وہ ہوں جس نے آپ کے جدِ امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے استفادہ کیا ہے اور حضرت کی خدمت میں دو سال تک رہا ہوں اور میرا یہ کہنا ہے کہ اگر وہ دو سال جو حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں گذرے۔ میرے ذخیرہ زندگی میں نہ ہوتے تو البتہ نعمان ہلاک ہو جاتا۔ پس حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا کہ دو وجوہ سے ایک تو یہ کہ ان کا مذہب کمزور ہو چکا تھا اور اس میں آدمیوں کی قلت واقع ہو گئی تھی اور دوسرا یہ کہ وہ مسکین ہیں اور میں بھی مسکین ہوں اور میرے جدِ اعلےٰ جناب رحمتہً للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالےٰ اجل مجدہٗ الکریم سے مسکینی طلب فرمائی تھی اپنے اس قول کے مطابق " اے اللہ تعالےٰ مجھے مسکین زندہ رکھ اور میرا مسکینی میں ہی انجام ہو اور میرا حشر بھی مساکین کی جماعت میں فرما۔" اللہ تعالےٰ ان سب سے راضی ہو۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے مذہب حنبلی میں شامل ہونے کا یہ اثر ہوا کہ وہ مصلیٰ جس پر امام کے ساتھ دوسرا شامل ہونے والا نہیں رہ گیا تھا۔ اب خلق کا رجوع اسی طرف ہو گیا اور لوگ دھڑا دھڑ اسی فقہ کو اختیار کرنے لگے اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ تمام کامل بزرگ اور اولیاء اللہ تقریباً سارے فقہ حنبلی کے پیرو ہی نظر آتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نفحات الانس میں سرکارِ غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے تذکرہ میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ایکے از مشائخ گوید مدتے از خدا تعالیٰ خواستم کہ یکے از رجال الغیب را بمن نماید یک شب در خواب دیدم کہ زیارت امام احمد حنبل می کنم و نزدیکِ قبر دے مردے است درخاطر من افتاد کہ دے

از رجال الغیب است چوں بیدار شدم بامید آنکہ ویرا بہ بیداری بینم بزیارت احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ، رفتم آں مرد را در آنجا یافتم در زیارت تعجیل کردیم وے پیش از من بیروں رفت من از پے او رواں شدم چوں بدجلہ رسیدیم ہر دو کنارِ دجلہ فراہم آمد بمقدار یک گام از دجلہ بگذشت سوگند بروے دادم کہ بالیست تا سخن گویم باستاد گفتم مذہبِ تو چیست گفت۔ "حنیفاً مسلماً وما انا من المشرکین" درخاطرِ من افتاد کہ وے حنفی مذہب است باز گشتم و با خود گفتم کہ بردم و آنرا با شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، بگویم بمدرسۂ وے رفتم و بردرِ سرائے وے ایستادم از درون آواز داد و گفت از مشرق تا بمغرب، ہیچ ولی از اولیا اللہ حنفی المذہب نیست جز وے یکے۔"

ترجمہ:۔ بزرگوں میں سے ایک فرماتے ہیں کہ میں نے مدت تک اللہ تعالےٰ سے یہ خواہش کی کہ مجھے رجال الغیب میں سے کسی کی زیارت ہو جائے ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں حضرتِ امام احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی قبر کی زیارت کر رہا ہوں۔ ان کی قبر شریف کے نزدیک ایک آدمی کو دیکھا، میرے دل نے کہا، یہ رجال الغیب میں سے ہے۔ جب میں بیدار ہوا اس امید پر کہ اُسے بیداری کی حالت میں دیکھوں۔ میں حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے مزار پاک کے پاس گیا، میں نے اس آدمی کو وہاں پایا۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھنے کے لئے جلدی کی وہ مجھ سے پہلے باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے روانہ ہوا جب ہم دجلہ پر پہنچے دجلہ کے دونوں کنارے ایک قدم کے فاصلہ تک نزدیک آ گئے۔ وُہ دجلہ کے اوپر سے گذر گیا۔ میں نے اس کو قسم دے کر کہا کہ کھڑا ہو جائیں نے تمہارے ساتھ ایک بات کرنی ہے۔ وُہ کھڑا ہو گیا۔ مَیں نے کہا تمہارا مذہب کیا ہے اس نے کہا حنیف مسلمان اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میرے دل میں گذرا کہ اس کا مذہب حنفی ہے مَیں پلٹ آیا۔ پھر خود کو کہا کہ جاؤں اور اس کے متعلق حضرتِ غوثِ پاک شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ،

سے بات کروں۔ میں آپ کے مدرسہ میں آیا اور آپ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اندر ہی سے میرے سوال کرنے سے پہلے آواز دی اور فرمایا مشرق سے مغرب تک کوئی اولیاء اللہ میں سے حنفی مذہب نہیں سوائے اس ایک شخص کے جب اس واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس وقت کے لوگ نہ حنبلی المذہب تھے نہ حنفی المذہب نہ کسی اور فقہ پر بلکہ سب کے سب قادری المشرب تھے۔ اگر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے حنفی فقہ کو اختیار کیا تو حنبلی مصلی کا یہ حال ہے کہ وہاں سوائے امام کے کوئی دوسرا اقتدا کرنے والا نہیں ہے اور اگر آپ نے حنبلی مصلی پر نماز شروع کی تو پھر یہ اژدہام کہ جگہ باقی نہیں رہ جاتی اور تمام اولیائے وقت بجز چند بلکہ ایک کے حنفی المذہب نہیں رہ جاتے مقصد یہ کہ رب العزت نے آپ کو یہ عظمت بخشی تھی کہ جدھر آپ ہو گئے زمانہ ادھر ہو گیا۔ لیکن اس سے یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آپ کو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے کسی قسم کی پرخاش یا کد تھا بلکہ آپ جناب امام ہمام رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو امام و فقیہ جانتے تھے اور فقہ حنفی سے مکمل طور پر واقف تھے اور مسائل میں جہاں فقہ حنبلی یا شافعی کی وضاحت کرتے تھے وہاں فقہ حنفی کی بھی وضاحت کرتے تھے اور درج بالا واقعہ میں بھی جہاں ایک کامل ولی اللہ کو جو جالی الغیب میں سے تھا۔ فقہ حنفی کا مقلد دیکھا تو بتا دیا کہ یہ آدمی جو اتنے مرتبہ کا مالک ہے۔ فقہ حنفی کا مقلد ہے اور آپ کی کتاب سرالاسرار کی اکیسویں فصل کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ فقہ حنفی پر آپ کو کس قدر عبور تھا اور فقہ حنفی اور فقہ شافعی ہر دو پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ یہ فصل " اورادِ خلوت " کے بیان میں ہے میں یہاں پر اس ساری فصل کا ترجمہ نقل کیے دیتا ہوں۔ جس میں ایک نماز صلوٰۃ التسبیح کا ذکر ہے جس کی حنفی اور شافعی ہر دو فقہ کے مطابق وضاحت کی گئی ہے۔

"خلوت گزین کو چاہیئے کہ جب گوشۂ تنہائی میں بیٹھے تو اگر طاقت رکھتا ہو تو روزے رکھے اور پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر لوگوں کے ساتھ باجماعت ادا کرے اور سنتیں اور شرائط و ارکان نماز (یعنی رکوع سجود وغیرہ) اطمینان قلب سے آہستہ آہستہ

ٹھیک طور پر ادا کرے۔ نصف شب کے بعد تہجد کی بارہ رکعت پڑھے۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے (یعنی دو دو رکعت پڑھے۔ کیونکہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ عالی ہے) "اور رات کے کچھ حصہ میں نمازِ شب یعنی نمازِ تہجد دو دو رکعت کی نیت سے پڑھی جائے"۔ اور اس کے بعد تین رکعت نمازِ وتر ادا کی جائے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ "اور رات کے کچھ حصے میں تہجد ادا کرو۔ ساتھ قرآن شریف کے یہ خاص آپ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لئے زیادہ ہے۔ (جمہور کا یہی قول ہے کہ تہجد کی نماز حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر فرض تھی۔ اور امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے سنت ہے) نیز ارشادِ باری ہے "ان کی کروٹیں بستروں سے جُدا ہوتی ہیں (یعنی مومنین اپنے راحت و آرام کو ترک کر کے خواب و استراحت کے بستروں سے اٹھتے ہیں) سورج نکلنے کے بعد دو رکعت نمازِ اشراق پڑھے اس کے بعد دو رکعت نماز بنیت استعاذہ پڑھے (استعاذہ کے معنی پناہ مانگنا ہے) پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھے پھر دو رکعت بنیتِ استخارہ ادا کرے ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص سات مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت بنیت کفارہ بول ادا کرے (بول کے معنی پیشاب ہے۔) ہر ایک رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور سات بار اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرْ پڑھے۔ پس یہ کفارہ بول ہو جائے گا اور عذابِ قبر سے رہائی مل جائے گی۔ حضور نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے (پیشاب سے دور رہو، کیونکہ عذابِ قبر کی علامت اسی سے ہے (یعنی اپنے جسم کو پیشاب سے پاک رکھو۔ عذابِ قبر اسی کے باعث ہے) اور چار رکعت نماز ادا کرے۔ اگر دن کا وقت ہے اور نمازی حنفی المذہب ہے تو چار رکعت اکٹھی پڑھے۔ شافعی ہے تو دو رکعت فرداً فرداً پڑھے اور اگر رات کا وقت ہو تو اس کی ادائیگی میں حنفی اور شافعی برابر ہیں۔ یعنی دو دو رکعت نیت سے پڑھیں اسے صلوٰۃ التسبیح کہتے ہیں حنفی مذہب کے مطابق اگر دن کا وقت ہو تو نمازی اس طرح نیت کرے "اللہ تعالےٰ کے لئے میں نے

چار رکعت صلوٰۃ التسبیح کی نیت کی، پھر تکبیر تحریمہ کہے اس کے بعد توجہ یعنی (اِنّیِ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ[1] پڑھ کر پندرہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ[2] وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ) کہے پھر الحمد پڑھ کر کوئی سورت با مثل سورۃ بقر کی آخری یا اُن کے علاوہ کوئی اور آیات پڑھ کر دس بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ...... الخ پڑھے پھر رکوع کرے تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنے کے بعد رکوع میں دس بار پڑھے پھر کھڑے ہو کر دس بار یہی کلمات پڑھے پھر پہلے سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد دس مرتبہ اور پہلا سجدہ کرنے کے بعد قعدہ اولیٰ (جلسہ) میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد دس بار پھر قیام کرے اور پہلی رکعت کی ترتیب کے مطابق دوسری رکعت میں بھی تسبیحات کہتے ہوئے التحیات تا تشہد پڑھے اس کے بعد قیام کرے اور اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت ادا کرے پس ہر رکعت میں پچھتر، دو رکعت میں ایک سو پچاس اور چار رکعتوں میں تین سو تسبیحات ہوں گی۔

شافعی مذہب کی رو سے (ون ہویارات) اس طرح نیت کرے "اللہ تعالےٰ کے واسطے میں نے دو رکعت سنت التسبیح نیت کی" تکبیر تحریمہ کہے پھر توجہ الحمد شریف اور کوئی سورۃ پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ تسبیح کہے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر کھڑے ہو کر دس مرتبہ پہلے سجدہ میں دس مرتبہ قعدہ اولےٰ میں دس مرتبہ دوسرے سجدہ میں، دس مرتبہ پھر بیٹھ کر دس مرتبہ پھر اسی طرح دوسری رکعت میں اور التحیات اخیر تک پڑھ کر سلام پھیرے۔ گوشہ نشین کے لئے واجب ہے کہ اول تو ایک

---

[1]:۔ پوری ثنا پڑھے۔

[2]:۔ فقہ حنفی کے مطابق سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تک پڑھنا ہی کافی ہے بلکہ اتنا ہی پڑھنا چاہیئے۔ (زار نوشاہی)

مرتبہ روزانہ یہ نماز پڑھے اگر ہر روز نہ پڑھ سکے تو ہر جمعہ ایک بار ضرور پڑھے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو ایک ماہ میں ایک بار اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو سال میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اپنی عمر میں ایک بار ضرور پڑھے۔ حضور آقائے کونین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو فرمایا "جو صلوٰۃ التسبیح پڑھے اللہ تعالےٰ اس کے سارے گناہ بخش دے گا۔ اگرچہ اس کے گناہوں کا شمار ریت کے ذرات آسمان کے ستاروں اور روئے زمین پر تمام چیزوں سے بڑھ کر ہوں۔ سالک کے لئے ضروری ہے کہ دن میں ایک یا دو بار دعائے سیفی پڑھے اور قرآن مجید سے قریباً دو صد آیات روزانہ تلاوت کرے۔ اس کے بعد بکثرت اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے اگر ذکر جہر کا اہل ہو تو ذکر جہر اور اگر ذکرِ خفی کی اہلیت رکھتا ہو تو ذکر خفی کرے۔ اخفا کا مقام دل زندہ ہونے کے بعد ہے اور ذکرِ خفیہ زبانِ سر سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے " اور اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی ہے " یعنی جس طرح تمہارے مراتبِ ذکر کی توضیح فرمائی۔ پھر ہر مقام میں اسم اور آداب ہیں جس کو اس کے اہل ہی جانتے پہچانتے ہیں۔ ہر روز سو مرتبہ قل ھو اللّٰہ احد پڑھے اور سو بار حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف بھیجے اور سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مِمَّا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط اگر زیادہ نوافل اور تلاوتِ قرآنِ پاک کی توفیق و ہمت ہو تو زیادہ کرے۔

جنابِ غوث الثقلین غیث الکونین سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے درج بالا ارشاداتِ عالیہ کا اندراج یہاں اس واسطے ضروری سمجھا گیا کہ قارئینِ کرام کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو فقہ حنفی پہ کتنا عبور تھا اور وہ اس فقہ پہ پورے وثوق اور اعتماد سے فتویٰ دیتے تھے اور درج بالا معاملہ میں اس کو فقہ شافعی پر مقدم رکھ کر بالتفصیل بیان کیا ہے اگر بفرضِ محال یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ کتاب

غنیۃ الطالبین حضور رضی اللہ تعالٰے عنہٗ کی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کتاب میں یا تو فرقہ مرجیہ کی شاخ حنفیہ کی طرف منسوب ہے یہ عبارت الحاقی ہے اور یا پھر یہ کوئی اور ابو حنیفہ ہے جس کا حضرتِ امام ہمام سراج الامت حضرتِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے ساتھ کسی قسم کی نسبت یا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰے کی فقہ کو آپ ثقہ مان رہے ہیں اور یہاں تک نہیں بلکہ اس پہ باقاعدہ فتویٰ صادر فرما رہے ہیں اور درس دے رہے ہیں کہ فقہ حنفی کا متبع اس طرح عمل کرے اور فقہ شافعی کا مقلد اس طرح عمل کرے اگر آپ معاذ اللہ حضرتِ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہٗ کو یا ان کی فقہ کو درست نہ مانتے تو یہاں کبھی اس طرح ذکر نہ کرتے بلکہ یہ کہتے کہ حنفی فقہ کے مقلد یوں نہیں کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ فقہ اور اس کا فقیہ ہمارے نزدیک درست نہیں۔ اس واسطے ہمارے نزدیک اس کا طریقہ بھی قابل تسلیم اور تقلید نہیں لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے تسلیم کرتے ہیں اور تقلید کا طریقہ بتا کر عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں

غنیۃ الطالبین کس کی کتاب ہے

لیکن یہ ساری بحث اس صورت میں ہے کہ کتاب غنیۃ الطالبین کو آپ کی کتاب تسلیم کر لیا جائے مگر قاعدہ کلیہ سے یہ کتاب آپ کی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ پہلی شرط یہ تھی کہ آپ نے خود اس کتاب کو کہیں اپنا کہا ہوتا یا دوسری کتب کی طرح اس میں اپنا ذکر کیا ہوتا یا اس کا طرزِ کلام ہی دوسری کتب فتحِ ربانی، فتوح الغیب، سر الاسرار اور قصیدہ غوثیہ سے مماثلت رکھتا تو یہ ہر سہ شرائط اس میں مفقود ہیں جو باقی سب کتب حضور رضی اللہ تعالٰے عنہٗ میں موجود ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کئی سو سال سے راسخین و کاملین اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہوں تو یہ شرط بھی موجود نہیں۔ کیونکہ چند برس پہلے لکھی گئی کتاب توضیح البیان میں جو علامہ غلام رسول سعیدی زاد مجدہٗ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور نے ابو الزاہد محمد سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی کتاب تنقید متین کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۶۱ پر حوالہ جات سے بتایا ہے کہ

غنیۃ الطالبین حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تصنیف نہیں عبارت بمع عنوان ملاحظہ ہو۔

"کیا غنیۃ الطالبین غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کتاب ہے گکھڑوی صاحب کے ناقص مطالعہ اور انتہائی بے باکی کی ایک اور بین مثال یہ ہے کہ انہوں نے غنیۃ الطالبین کو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ العزیز کی تصنیف قرار دیا ہے۔ حالانکہ شیخ ابن حجر مکی نے کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں علامہ عبد العزیز نے نبراس میں علامہ ملتانی نے حاشیہ نبراس میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ترجمہ غنیۃ الطالبین میں تصریح فرمائی ہے کہ یہ کتاب حضور عالی جناب شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تصنیف نہیں ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم نے اصل عبارات پیش نہیں کیں۔ علاوہ ازیں غنیۃ الطالبین میں بعض حنفیہ کو فرقہ مُرجیہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس میں ایسے مسائل شامل ہیں جو جمہور اہلِ سنت کے معتقدات کے خلاف ہیں۔ مثلاً اِس میں اللہ تعالےٰ کے دکھائی دینے کو قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ معتزلہ کا مسلک ہے اور اس نظریہ کا اہل سنت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں اور جناب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذاتِ ستودہ صفات اس بد عقیدگی سے بہت بلند و بالا ہے۔"

اس کے علاوہ مجھے عالی جناب مولوی باغ علی[۱] صاحب نسیم مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ

---

[۱]: الحاج حضرت مولانا باغ علی نسیم صاحب ریاست جموں کشمیر کے ضلع ریاسی کے ایک گاؤں موضع مروٹ کے ایک زمیندار گھرانے میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے اور ریاست میں مڈل تک تعلیم حاصل کر کے ۱۹۳۸ء میں لاہور آ گئے اور اپنے والد بزرگوار چوہدری لہب دین مرحوم کے مرشد حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ اور حضرت مولانا سے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سبقاً سبقاً پڑھی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لاہور نے اپنی ذاتی یادداشت پر بتایا کہ ایک روز ان کے مکتبہ میں حضرت اُستاد العلماء صدر الافاضل

اس کے بعد مولانا مہر الدین صاحب سے بھی علم صرف و نحو کا استفادہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں دار العلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے اور استاد العلماء ابو البرکات حضرت سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے حضور دورہ حدیث مکمل کیا اور ۱۹۴۴ء میں درس نظامی میں سند فضیلت حاصل کی سید صاحب حسین حیات ان سے بہت خوش رہے اور عام طور پر ان کے مکتبہ پر آکر خوش طبعی میں بڑے بڑے رموز و نکات بیان فرمایا کرتے تھے۔ مولوی باغ علی صاحب نے ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۵ء میں مولوی فاضل کی اسناد بھی حاصل کیں۔ ۱۹۶۴ء میں گنج بخش روڈ پر مکتبہ نبویہ کی بنیاد رکھی آپ اس سے قبل حضرت مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی وفات ۱۹۴۴ء سے آپ کی مسجد مدرسہ اور کتب خانہ کے انتظامات میں مصروف چلے آرہے تھے۔ ۱۹۶۸ء میں مکتبہ نبویہ کو باقاعدہ جاری کرنے کے لئے گنج بخش روڈ پر چلے آئے۔ مکتبہ نبویہ نے آپ کے زیرِ انتظام بڑی بڑی اہم کتب کو زیورِ طبع پہنایا۔ آپ خاموش خادمِ دین اور مخلص ناشر کی حیثیت سے سُنی ادب کو خوبصورت انداز میں پھیلانے میں کوشاں ہیں اور اس سلسلہ میں دوسرے سُنی مطابع کو اچھی کتب کی اشاعت پر آمادہ کرتے ہیں۔ آپ کی کوشش ہے سُنی مطابع کو اچھی کتابیں چھاپنے اور سُنی قارئین کو اچھی کتابیں پڑھنے اور انتخاب کرنے کا ذوق بخشا ہے۔ آپ بڑے متوکل خدا ترس، کم گو اور محنتی آدمی ہیں علما کی بہت قدر کرتے ہیں بڑے معاملہ فہم صاف گو اور غیور مسلمان ہیں۔ آپ کے مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ پر جہاں پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب بھی آپ کے ہم جلیس ہیں۔ ہر چار پہر اہل علم کا آنا جانا رہتا ہے اور چائے اور مشروبات سے آئندہ روندہ کی مدارت میں بہت خوشی محسوس کرتے ہیں بلکہ کھانے کے وقت سب حاضرین کو حکماً کھانے میں شامل ہونا پڑتا ہے۔

مولوی باغ علی نسیم صاحب کو ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۸ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت اور دربار بیکس پناہ سرکارِ رحمتِ عالم و عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری نصیب ہو چکی ہے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور دیگر علماء حرمین الشریفین نے آپ کی نظریاتی خدمات کو بڑے اچھے انداز میں دیکھا اور بہت ہی سراہا۔ رب کریم مولوی صاحب کی صحت اور زندگی میں برکت فرمائے۔ بفضلہٖ و بمنہٖ

فقیہہ اعظم علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد مہتمم دارالعلوم حزب الاحناف رونق افروز تھے اور چند اور سامعین بھی حاضر تھے۔ غنیۃ الطالبین کا ذکر چل نکلا تو حضرت علامہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کتاب عبدالقادر دینوری کی تحریر ہے جو حنبلی المشرب تھا اور فقہ حنبلی کے مطابق اس میں مسائل موجود ہیں اسکا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ رہا مقام حضرت امام العالم امام اعظم سراج الامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ، تو اس کے لئے کتاب کشف المحجوب تصنیف لطیف سلطان لاہور سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ہے

سیّد ہجویر مخدوم امم　　　　مرقد او پیر سنجر را حرم

سے آپ کا زریں بیان درج کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے بعد مقام امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی اور وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ ذکر ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے اقتباسات۔

۱۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ جب نوفل بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے وفات پائی تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور مخلوقات حساب و کتاب کے مقام پر کھڑی ہے۔ مَیں نے حضور پُرنور سیّد یوم النشور کو دیکھتا ہوں (زہے نصیب (زار)) کہ حوض کوثر کے کنارے جلوہ فرما ہیں اور آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں طرف بہت سے مشائخ حاضر ہیں۔ ایک بزرگ معمر کو دیکھا کہ بہت خوبصورت ہیں اور آپ کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنا رخسار مبارک حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخ اقدس پر رکھا ہوا ہے اور اُن کے برابر حضرت نوفل بن حیان کھڑے ہیں۔ انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو میری طرف آئے اور سلام فرمایا۔ میں نے انہیں کہا مجھے پانی دیجیے فرمایا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت لے لوں۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرما کر پانی دینے کا حکم فرمایا۔ میں نے پانی پیا اور میرے ساتھی جو تھے انہیں پلایا مگر وہ پیالہ

جس سے پانی ملا تھا بدستور بھرا ہی رہا اور اس میں سے ذرا بھر بھی کم نہ ہوا۔ میں نے حضرت نوفل بن حیان سے پوچھا کہ یہ بزرگ سفید بالوں والے جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے داہنی طرف کھڑے ہیں کون ہیں۔ فرمایا یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور بائیں طرف جو کھڑے ہیں وہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ، خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اس طرح میں پوچھتا رہا اور اپنی انگلیوں پر گنتا رہا حتیٰ کہ سولہ بزرگوں کو میں نے گنا۔ جب میں بیدار ہوا تو سولہ عدد پر میری انگلی پر گرہ کے نشان تھے۔

۲۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ، کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) این اطلبک قال عند علم ابی حنیفہ'' حضور (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں آپ کو کہاں تلاش کروں فرمایا ابوحنیفہ کے علم کے نزدیک۔

۳۔ میں (حضرت علی بن عثمان جلابی داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) ایک بار شام میں تھا اور حضرتِ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ، مؤذن حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار مبارک کے سرہانے سو رہا تھا کہ اپنے کو مکہ معظمہ میں دیکھا اور اسی خواب میں دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم بابِ بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک بزرگ معمر کو اپنے پہلو میں اس طرح لے رکھا ہے جیسے بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں۔ میں فرطِ محبت سے دوڑا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پائے اقدس کو چومنے لگا، اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ معمر بزرگ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتنے محبوب کون ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم (رازدار جنہ وکل (نزا)) میرے تعجب کو نورِ نبوت سے سمجھ گئے۔ مجھے فرمانے لگے یہ تیرا امام ہے اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے یعنی ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ) مجھے اس خواب کے بعد اس ہستی پاک کے ساتھ امید قوی ہے اور میرے اہل شہر بھی بالخصوص امیدوار ہیں اور اس خواب سے میرا یہ خیال بھی صحیح ہو گیا کہ حضرتِ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ، انہی پاک ہستیوں میں سے تھے جو اوصافِ

طبع سے فانی اور احکامِ شرع سے باقی و قائم ہیں اس لئے کہ ان کے چلانے والے حضور پُر نُور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم ہیں اگر آپ خود چلتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت یا مخطی ہوتا ہے (یعنی ارادہ صواب کرے مگر بلا ارادہ خطا ظاہر ہو جائے) یا مصیب ہوتا ہے (یعنی حقیقتِ معاملہ کو اچھی طرح پہنچنے والا) اور جب ان کے قائد خُود حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم ہیں تو یہ خالی الصفت ہوئے اور نبی کی صفت بقا سے قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی سے صدورِ خطا ناممکن ہے بس جو اس ذات کے ساتھ قائم ہے اس سے بھی خطا نہیں ہو سکتی۔ یہ درحقیقت ایک نہایت لطیف رمز ہے۔

درج بالا ہر سہ اقتباسات حضرتِ داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے کلامِ بلاغت نظام کے ترجمہ از ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ سے لے کر من وعن درج کئے گئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے قارئین کرام پر مقام امام ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ تعالٰے عنہ، واضح ہو گیا ہو گا اور اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ایسی عظیم اور مہتمم بالشان ہستی جو ایک طرف خود سید الانبیاء نورِ خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا سے اپنے دل کو چین اور آنکھوں کو روشن کر رہے ہیں اور دوسری طرف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کو ان کا علوِ مرتبت اور تقریب الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم دکھایا جا رہا ہے بھلا ایسے بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم راہِ شریعت کے رہبر و رہنما کے متعلق یا ان کی فقہ عالیہ پر چلنے والوں کے متعلق حضور غوث الاعظم شہنشاہِ بغداد جیسا قطبِ عالم اور غوث الاعظم ایسے الفاظ استعمال کر سکتا ہے جس سے ان کی ذاتِ عالی پر انگلی اٹھائی جا سکے اور اگر غنیۃ الطالبین کو ہی معیار مقرر کر لیا جائے تو قطع نظر اس کے کہ یہ کتاب حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰے کی ہے یا عبدالقادر دینوری کی جیسے کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔ اس کتاب میں صاحبِ کتاب نے کئی مقامات پر ائمہ مجتہدین یعنی ائمہ اربعہ حضرت امام مالک، حضرتِ امام ابوحنیفہ، حضرتِ امام شافعی اور حضرت امام احمد حنبل رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کا ذکر کیا ہے اور ان سب حضرات کے ساتھ امام کا لفظ استعمال کیا ہے اور ان کی فقہ کو جگہ جگہ اُجاگر کیا ہے خاص کر حضرتِ امام اعظم

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو امام اعظم لکھا ہے اور ان کے سوائے کسی دوسرے کے نام کے ساتھ اعظم کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اگرچہ بعض جگہوں پر امام احمد حنبل کے لئے ہمارے امام استعمال ہوا ہے۔ لیکن امامِ اعظم سوائے حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اور کسی کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ تکبیراتِ ایامِ تشریق کے بیان میں لکھتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم عرفہ کے دن کی فجر سے آخری یومِ تشریق کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے۔ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کا بھی اس سلسلہ میں یہی قول ہے اور یہ قول سب سے جامع اور اولیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ، عرفہ کی فجر سے یومِ نحر (ذالحجہ) کی نماز عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان کا بھی یہی مذہب ہے (حضرت مصنف کتاب غنیۃ الطالبین کے اس مقام پر الفاظ یہ ہیں۔ "وھو مذھب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ") تو یہ ہے اعتقاد صاحب غنیۃ الطالبین کا امام ہمام امامِ اعظم سراج الامۃ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے متعلق اور ہم نے اپنی بساط بھر کوشش کر دی ہے کہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے متبعین کو فرقہ ضالہ میں شمار کیا ہے اور غنیۃ الطالبین میں اگر اس کو حضور کے ساتھ صحیح نسبت مان لی جائے تو حضرتِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو امامِ اعظم ہی لکھا گیا ہے اور وہ فرقہ حنفیہ جو مرجیہ فرقہ کی شاخ ہے تو اس کا تعلق کسی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سے تو ہو سکتا ہے لیکن ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب انہیں حضور غوثِ اعظم امامِ اعظم مان رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں تو آپ کے بعض اصحاب کی طرف جب وہ اپنی صحیح نسبت ان کے ساتھ رکھتے ہوں تو گمراہی یا ضلالت کا شائبہ بھی نہیں تصور کیا جا سکتا اتنی وضاحت کے باوجود بھی اگر کوئی آدمی اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر بضد رہے تو یا تو وہ کوئی معاند ہوگا یا جاہل ،

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس کے علاوہ علامہ شہرستانی ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد جن کا زمانہ ۴۷۹ تا ۵۴۸ ہجری ہے۔ اپنی کتاب الملل والنحل کی جلد اول کے صفحہ ۱۴۱ پر فرقۃ الغسانیہ کے ذکر میں ایک عجیب مدلل اور دوٹوک فیصلہ دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

ومن العجب ان غسان کان یحکی عن أبی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مثل مذھبہ ویعدہ من المرجیۃ، ولعلہ کذب کذلک علیہ۔ لعمری! کان یقال لأبی حنیفۃ واصحابہ مرجیۃ السنۃ، وعدہ کثیر من اصحاب المقالات من جملۃ المرجیۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول: الایمان ھو التصدیق بالقلب، وھو لا یزید ولا ینقص، ظنوا انہ یوخر العمل عن الایمان، والرجل مع تخریجہ، فی العمل کیف یفتی بترك العمل! ولہ سبب آخر، وھو انہ کان یخالف القدریۃ، والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصدر الاول۔ والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مُرجیًا۔ وکذلك الوعیدیۃ من الخوارج۔ فلا یبعدُ أنَ اللقب اِنما لزمہ من فریق المعتزلۃ وَالخوارج۔ وَاللہُ أعلم۔

یعنی اور تعجب کی بات یہ ہے غسان ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے حکایت بیان کرتا تھا اس کے مذہب کی مثل اور انہیں مُرجیہ میں شمار کرتا تھا اور یہ کہ اس طرح اس نے اس پر جھُوٹ باندھا۔ مجھے اپنی عمر کی قسم وہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور آپ کے اصحاب کو مرجیۃ السنت کہا کرتا تھا اور اُسے مرجیہ کے بہت سے اصحاب مقالات سے شمار کرتا تھا اور شائد اس کا یہ سبب ہو کہ وہ جب یہ کہتا تھا! کہ ایمان وہ دل کی تصدیق کرنا ہے اور وہ نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے تو انہوں نے

یہ شک کیا کہ وہ ایمان سے عمل کو موخر کرتا ہے مگر وہ آدمی جو عمل کی تخریج کرتا ہے۔ ترک عمل پر کیسے فتویٰ دے سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیئے ایک اور بھی وجہ ہے اور وہ یہ کہ وُہ (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ) قدریہ اور معتزلہ جو صدر اوّل میں ظاہر ہو گئے تھے کی مخالفت کرتا تھا اور معتزلہ کی جو کوئی بھی قدر میں مخالفت کرتا تھا اُسے مرجیہ لقب دے دیتے تھے اور ایسے ہی خوارج بھی کرتے تھے پس یہ بات بعید نہیں کہ یہ لقب معتزلہ اور خوارج کی طرف سے لازم کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

حضرتِ علامہ شہرستانی کے مذکورہ بالا فیصلہ نے یہ ثابت کر دیا کہ صحیح العقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی صورت بھی حضرتِ امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو مرجیہ میں شمار نہیں کر سکتا نہ آپ کے کسی اصحاب کو ہی مرجیہ کہا جا سکتا ہے، اور امامِ اعظم پر مرجیہ کا اطلاق کرنے والا معتزلہ یا خوارج میں سے ہو سکتا ہے چہ جائیکہ قطب الاقطاب شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی طرف ایسی لایعنی بات منسوب کرنے کی جسارت کی جائے۔ اس بحث کے آخر میں ہم حضرتِ امامِ اعظم سراج الامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی شان میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی عقیدت پیش کر کے قارئین کرام پر فضیلتِ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، واضح کرنا چاہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ایک شاگرد علی بن میمون روایت کرتے اور علی بن میمون کا تذکرہ حافظ ابنِ حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے اور یہ روایت خطیب نے تاریخ بغداد میں بیان کی ہے کہ علی بن میمون نے کہا کہ مجھ سے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کہا انی لاتبرك بابی حنیفة واجئی الی قبرہ فی کل یوم یعنی زائراً فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسالت اللہ تعالی الحاجة عندہ مما تبعد عنی حتی تقضی۔ میں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آ جاتی ہے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اُن کی قبر کے پاس اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی۔

ولادتِ باسعادت

اخترِ برجِ سعادت آفتابِ فلکِ ہدایت نیرِّ تابانِ چرخِ ولایت ماہِ منیرِ خاندانِ رسالت شمعِ فروزانِ معرفت وہدایت سرخیل وقائدِ قافلۂ زہاد میرو امیروشہنشاہِ بغداد قطبِ مدار سلطان الاوتاد فرد الافراد ابنِ رسول سیدِ مقبول میراں محی الدین عارفِ لاثانی غوثِ صمدانی حضرت مخدوم سلطان سید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادتِ باسعادت اتوار کی رات یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۰۷۸ء بمقام گیلان ہوئی اس ولی مادرزاد کی پیدائش پاک بھی ایک کرامت تھی کیونکہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی عمرِ شریف اس وقت ساٹھ سال ہو چکی تھی جو کہ سنِ یاس ہے اور اس عمر میں بچے کی پیدائش از قسم خرقِ عادت ہے آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولادت پاک پر ایک شاعر نے اپنی عقیدت اس طرح پیش کی ہے۔ سے

ان باز اللہ سلطان الرجال — جاء فی عشق توفی فی کمال

اس شعر میں شاعر نے یہ کمال پیدا کیا ہے کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تاریخ پیدائش کا سن ہجری اور آپ کی عمر پاک اور وصالِ مبارک کا سال ہجری نکالا ہے جاء فی عشق تو عشق کے ۴۷۰ عدد بنتے ہیں اور یہ آپ کا سالِ پیدائش ہے اور کمال کے ۹۱ عدد بنتے ہیں اور یہ آپ کی عمر مبارک ہے اور ۴۷۰ میں ۹۱ جمع کرنے سے ۵۶۱ آتا ہے جو آپ کا سالِ وصال ہے۔

صاحبِ تفریح الخاطر شیخ عبدالقادر اربلی القادری لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبِ ولادت میں پانچ عجائبات ظاہر ہوئے ایک یہ کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے والدِ ماجد حضرت نور الحق والدین السید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست نے حضور نبیٔ اکرم سلطانِ معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تمام صحابۂ کرام اور ائمہ ہدایت اور اولیائے عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین تھے۔ حضور سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عالی جناب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے فرمایا اے میرے بیٹے اے ابو صالح! اللہ تعالےٰ جلّ وعلا تجھے ایک فرزند عطا کرے گا۔ جو میرا بیٹا اور میرا محبوب اور محبوبِ الٰہی ہوگا اور بہت جلد اس کا مقامِ عظیم الشان اولیا و اقطاب میں یوں بلند ہوگا۔ جیسا میرا مقام انبیاء و مرسلین میں سب سے بلند ارفع و اعلےٰ ہے۔

دوسرا یہ کہ جناب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو خواب میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں تمام انبیاء والمرسلین نے بشارت دی کہ سوائے ائمۃ المعصومین یعنی دوازدہ امام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے باقی تمام اولیاء اللہ تیرے اس پاک بیٹے کے قدموں کے نیچے ہوں گے اور اس کے قدمِ پاک کو اپنی گردنوں پر رکھیں گے اور اس کی اطاعت اُن کے لئے ترقی کا سبب بنے گی اور جو کوئی اس کی اطاعت سے انحراف کرے گا وہ قرب کی منزلِ اعلےٰ سے دوری اور بدنصیبی کی ذلت میں دھکیل دیا جائے گا۔

تیسرا یہ کہ اس رات جیلان میں تمام بچے مذکر یعنی لڑکے پیدا ہوئے اور ان کی تعداد گیارہ سو تھی اور یہ تمام اولیا اور رجال اللہ تعالےٰ تھے کہ تصرف کی اجازت رکھتے تھے۔ ایسے ہی ملفوظاتِ شیخ محمد عیسیٰ برہان پوری سے روایت منقول ہے کہ جب حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا نور اُن کے شریعت نبویہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات پر چلنے والے والد ماجد کی پشتِ پاک سے آپ کی والدہ ماجدہ کے

صدفِ رحم میں منتقل ہوا اور اقتضائے عالم آپ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی ولادتِ پاک سے جگمگا اُٹھے تو اللہ تعالےٰ نے آپ عالی جناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پاس خاطر اپنے بہت سے اولیاء کو ان کے والدوں کی پشت سے اُن کی ماؤں کے ارحام کی طرف منتقل فرمایا اور وہ وجود میں ظاہر ہوئے تاکہ وہ خصوصیت کے ساتھ سرکارِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فیض سے مستفیض ہوں۔

چوتھا یہ کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے پستان کو یکم رمضان ہونے کی وجہ سے صبح سے شام تک مُنہ نہ لگایا اور نہ دودھ پیا اور سارا رمضان المبارک اسی پر عمل کیا اور اسی ضمن میں آپ کا یہ شعر ہے۔

بدایۃ اُمری ذکرہ ملأ الفضا   وصومی فی مہدی بہ کان شہرتی

میرے ابتدائے امر میں ساری فضا میں اس کا ذکر ہوا اور پنگوڑے میں روزہ رکھنا میرا مشہور تھا۔

پانچواں یہ کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دوشِ مبارک پر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان تھا جبکہ معراج شریف کی رات جنابِ رسالت مآب صاحبِ معراج صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کاندھے مبارک پر اپنا قدم مبارک رکھا تھا تو یہ نشانِ قدم آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کندھے پر منقش اور مبرہن ہو گیا تھا۔

اور پیدائش آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جیلان میں ہے جس کو گیلان بھی کہتے ہیں اور اسی نسبت سے آپ کو جیلانی یا گیلانی کہا جاتا ہے۔ گیلان کے محلِ وقوع کے متعلق شمس بریلوی مترجم غنیۃ الطالبین مشہور مورخین مسعودی اور علامہ جریر طبری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ گیلان جسے عرب جیلان کہتے ہیں۔ ایرانِ قدیم کا ایک صوبہ تھا جو اقلیم ویلم کے توابع میں تھا اس کے شمال میں بحرۂ کیسپین جنوب میں سلسلۂ کوہ البرز اور مشرق میں ماژندران تھا۔ اس عہد کی جدید اصلاحات کے بعد گیلان ایک آزاد مملکت بن گیا اور اس کا دار السلطنت رشت تھا آج بھی رشت شمالی ایران کا ایک مشہور شہر ہے لیکن گیلان کو صوبہ کہنا درست نہیں۔ گیلان ولایتِ طبرستان کا ایک

مشہور شہر تھا اور طبرستان اقلیم ویلیم کا ایک صوبہ تھا۔ شہر گیلان کے مشہور توابع توالیمش، گرگان رود، لاہیجان، رودسر اور راحت آباد ہیں۔ گیلان کی یہ آزادی اور خود مختاری دورِ صفویہ میں ختم ہوگئی اور عباس اول (صفوی) نے اس کو ایران میں شامل کر لیا۔ لیکن آج کل ایرانِ جدید میں اس نام کا کوئی صوبہ نہیں البتہ لاہیجان اور رشت موجود ہیں۔ اسی گیلان کے ایک قصبہ نیف میں آسمانِ ولایت و کرامت کا بدرِ کامل ایک بزرگ و صالح ولی کامل حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کے گھر طلوع ہوا اور طلوع کے ساتھ ہی اقصائے عالم کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کر دیا۔ ولادت کے وقت آپ رضی اللہ تعالے عنہ اس قدر نورانی اور بارعب تھے کہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ آپ کے رعبِ حسن کے باعث آپ کی طرف ایک نظر بھر کر دیکھ سکے۔ آپ کو اخلاقِ محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائے گئے اور حسنِ یوسفی سے نوازا گیا اور صدقِ صدیقِ اکبر اور عدلِ فاروقِ معظم اور حلمِ عثمانِ ذوالنورین اور علم و شجاعت و قوتِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین سے سرفراز کیا گیا۔

نام و کُنیت

آپ رضی اللہ تعالے عنہ کا نام نامی اسمِ گرامی عبدالقادر تھا اور کنیت آپ کی ابو محمد تھی۔ القاب آپ کے محی الدین، محبوبِ سبحانی اور غوث الثقلین تھے۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالے علیہ صاحبِ شریف التواریخ نے آپ رضی اللہ تعالے عنہ کے اوصافِ جمیلہ اس طرح تحریر کئے ہیں۔ سر دفترِ اہلِ ایمان مقدم اصحابِ عرفان معدنِ صدق و صفا خزینہ حلم و حیا افضل الاولیاء سلطان الاصفیاء مالکِ ملکِ مروت خورشید سپہر فتوت، مظہرِ عز و کمال، شاہد ذوالجلال، مقرب بارگاہِ احدیت مقدسِ درگاہِ صمدیت، اجلہ ارباب ولایت، گوہرکانِ ہدایت محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، معشوقِ حقانی، مطلوبِ یزدانی عارفِ لاثانی حضرت سید سلطان مخدوم شیخ عبدالقادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ تعالے عنہ، صاحبِ شریف التواریخ نے شہنشاہِ بغداد

رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے ننانوے ۹۹ نام کتب تصوف سے جمع کرکے شریف التواریخ حصّہ اول میں اسمائے غوثیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے تحت عنوان تحریر فرمائے ہیں جو سالک روزانہ ایک مرتبہ ان کی تلاوت کرے وہ فیضانِ قادریہ اور رویتِ غوثیہ سے مشرف ہوتا ہے۔ وہ اسمائے مبارک یہ ہیں۔

۱۔ قادر القدرۃ بقدرۃ اللہ (۲) قاضی الحوائج بقضاء اللہ (۳) قوام الرّوح بامر اللہ (۴) قیّوم العظام الرمیم بحکم اللہ (۵) قدوس الارواح بصنعۃ اللہ، (۶) قدیر الاقلام بید اللہ (۷) قابض البسط باسرار اللہ (۸) قاھر بالجلال بنور اللہ (۹) قہار علی الباغین بعدل اللہ (۱۰) قائم بالرّجل علیٰ رقاب کلّ اولیاء اللہ (۱۱) قائل لاتقنطو من رحمۃ اللہ (۱۲) قاتل الاعداء بسیوف اللہ (۱۳) ناصب القطب عند عرش اللہ (۱۴) ھادی الطُرق الی اللہ (۱۵) محیی القلوب بانوار اللہ (۱۶) مقدّم النفوس بنفس اللہ (۱۷) کشاف الظلام من سراج اللہ (۱۸) نور خاتم الانبیاء من الاولین (۱۹) خاتم الاولیاء علی الآخرین (۲۰) غیاث الملھوفین (۲۱) مغیث المندوبین (۲۲) منجی المغرقین (۲۳) امان الطالبین (۲۴) قرۃ عیون النبیین (۲۵) عزیز عند المقربین (۲۶) وسیلۃ الطالبین (۲۷) محبوب رب العالمین (۲۸) معشوقِ جمیع العاشقین (۲۹) مقفی المرام المریدین (۳۰) کفیل المعتقدین (۳۱) وکیل عند الشدائد المذنبین (۳۲) مسکن قلوب الذاکرین (۳۳) مزین لوجہ المشتاقین (۳۴) فرط المحبین (۳۵) حَسَن لرؤیتہ المجالسین، (۳۶) محب المحب لحبیب اللہ (۳۷) معزا لخلیل لخلیل اللہ (۳۸) مَن لہ الکلّ (۳۹) ھادی السبیل (۴۰) مقصود العباد (۴۱) سید الاوتاد (۴۲) شیخ الرّجال، (۴۳) انیس الابدال (۴۴) واھب الارشاد، (۴۵) حاکم الافراد (۴۶) مقدّم النجباء (۴۷) سید النقباء (۴۸) امام الشہداء (۴۹) اسعد السعدا (۵۰) اتقی الاتقیاء (۵۱) اصفی الاصفیاء

(۵۲) ولی الکونین (۵۳) والی الثقلین (۵۴) شیخ الکل لجمیع عباد اللہ (۵۵) مَن
لہ مطاف بیت اللہ (۵۶) نور اللہ فی الافادۃ (۵۷) نار اللہ الموقدۃ (۵۸)
مطلوب المطلوب (۵۹) محبوب المحبوب (۶۰) نائب رسول اللہ فی الخلق
(۶۱) خلیفۃ اللہ با لحق (۶۲) باز الاشہب (۶۳) واہب الطرب (۶۴)
حافظ الهالکین (۶۵) امام السالکین (۶۶) ماء العاطشین (۶۷) مشبع الجائعین
(۶۸) خیر الناصرین (۶۹) دلیل الحائرین (۷۰) مکمل الکاملین (۷۱) سر المخلوقین
(۷۲) معطی التجاء (۷۳) منور الملاء (۷۴) غوث الاعظم (۷۵) ناموس الاکرم
(۷۶) عالی الهمم (۷۷) سر المصطفیٰ (۷۸) ولد المرتضیٰ (۷۹) صاحب الوفاء (۸۰)
ثمرۃ اہل العباء (۸۱) عضد الغرباء (۸۲) ظہر الفقراء (۸۳) معین المساکین
(۸۴) امان الهالکین (۸۵) مفرح الهم (۸۶) دافع المتحیر (۸۷) ابوالفتح
والنصر (۸۸) شیخ الازمنۃ واہل العصر (۸۹) نور الساطع (۹۰) برہان
القاطع (۹۱) قطب الاقطاب (۹۲) مَن لہ بیت الاحباب (۹۳) سیّد
اولاد الحسن (۹۴) شمس الافلاک والزمن (۹۵) لب لب الحسین (۹۶) من
ارسل روحہ یوم بدر وحنین (۹۷) غیاث المستغیثین (۹۸) دلیل المتحیرین
(۹۹) مقبول رب الجنان ولد حبیب الرحمٰن محبوب السبحان غوث الثقلین
محی الملۃ والدین سید عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ عنا۔

سلسلۃ الذہب

یعنی آپ کا سُنہری نسب نامہ۔ آپ غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نجیب الطرفین ثابت النسب سیّد ہیں۔ والدِ ماجد کی طرف سے آپ قطبِ اوّل قبلۂ دین امام زمن شاہ حسن ثانی امام علیہ السّلام کی اولادِ امجاد اور والدہ ماجدہ کی جانب سے امامِ ثالث قطبِ عالم بادشاہِ کربلا سیّد الشُہدا حضرتِ امام حسین علیہ السلام کی ذُرّیتِ باعصمت سے ہیں۔ والدِ بزرگوار کی طرف سے آپ کا نسب نامہ یوں ہے: شہنشاہِ بغداد سیّد السادات سیّدنا محی الدّین عبدالقادر بن حضرت سید ابو صالح نورُالدّین مُوسیٰ جنگی دوست بن سیّد عبداللہ ثالث بن سیّد ابو عمرو یحیٰی الزاہد بن امام سیّد محمد رومی بن امام سیّد داؤد امیر الاکبر بن الامام سیّد ابو عمرو مُوسیٰ ثانی (متوفی ۲۵۶ھ) بن الامام السّیّد عبداللہ ثانی بن الامام سید ابوالحسن موسیٰ الجون بن الامام سیّد عبداللہ المحض شیخ القرۃ (متوفی ۱۴۵ھ) بن الامام السیّد ابو محمد حسن المثنےٰ بن امام الآئمہ السیّد امام حسن المجتبٰے بن امام الاولیاٗ والاتقیاٗ مظہر العجائب والغرائب امیرالمومنین السیّد امام علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نسب نامہ یوں ہے: حضرت سیّدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ ثانی بنت سیّد عبداللہ الصومعی الزاہد بن الامام سیّد ابوالجمال محمد بن الامام سید ابو محمود طاہر بن الامام سیّد ابوالعطا عبداللہ بن الامام سیّد ابوالکمال عیسےٰ رومی اکبر بن الامام سیّد ابو علاءُ الدین محمد الجواد بن سیّد الامام سیّد ابوالحسن علی العرلضی (متوفی ۲۱۶ھ) بن سیّد امام جعفر صادق بن الامام سیّد امام محمد باقر بن الامام السیّد امام زین العابدین بن سیّد الشُہدا امام الآئمہ امام حسین شہید کربلا بن سیّد السادات مولائے کائنات امام المتقین امیرالمؤمنین حضرتِ علی المرتضےٰ علیہم الصلوٰۃ والسّلام۔

منبعِ ہدایت انوارِ کرامت والدین کریمین۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ ماجد حضرت ابو صالح جنگی دوست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک خدا دوست اور کامل ولی اللہ تھے آپ کا لڑکپن اور جوانی دوسرے ہم عمروں کے برخلاف زہد و تقوے دیانت و عبادت، عفت و عصمت خداشناسی اور اطاعتِ رسالت پناہی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک کامل نمونہ تھی آپ کی جوانی کے عالم کا ایک واقعہ آپ کی پرہیزگاری اور خدا خوفی اور حق شناسی پر مکمل دلالت کرتا ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز آپ پر بھوک کا غلبہ تھا اور اس حالت میں آپ ایک نہر کے کنارے بیٹھے تھے کہ ایک سیب نہر کے پانی میں بہتا ہوا آیا آپ نے وہ سیب نکال کر کھا لیا۔ سیب کھا لینے سے طبیعت کو تو سکون ملا اور بھوک کو افاقہ ہوا مگر روح بے چین ہو گئی اور دل مضطرب ہو گیا۔ خیال آیا کہ یہ سیب کسی کا بہتا آیا ہے اس کی اجازت کے بغیر کھا لینا کسی طرح درست نہیں تھا معاً اٹھ کھڑے ہوئے اور جس طرف سے سیب بہتا ہوا آیا تھا اس طرف چلنا شروع کر دیا تاکہ اگر سیب کے مالک کا پتہ مل جائے تو سیب کی قیمت ادا کروں اور اس سے بلا اجازت سیب کھا لینے کی معافی طلب کروں کچھ مسافت طے کرنے کے بعد آپ ایک باغ میں پہنچے جس میں سیب کے درخت تھے اور ان کی شاخیں پانی پر لٹک رہی تھیں یقین ہو گیا کہ انہیں شاخوں سے سیب ٹوٹ کر پانی میں گرا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس باغ کے مالک کا پتہ پوچھا، لوگوں نے بتایا کہ باغ حضرت عبداللہ صومعیؒ ایک بزرگ کا ہے اور وہ باغ کے اندر ہی رہائش رکھتے ہیں۔ آپ حضرت عبداللہ صومعیؒ سے ملے اور انہیں امر واقعہ بتا کر معافی کے طلب گار ہوئے حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس نوجوان کی باتیں سن کر حیران و ششدر رہ گئے اور کچھ دیر کے لئے تصویرِ حیرت بنے ہوئے کھڑے رہے۔ معاً آپ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آپ سے پوچھنے لگے نوجوان! تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا حسب و نسب کیا ہے۔ بتایا جی میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور سیدِ کونین رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہوں یہ بات سنتے ہی حضرت عبداللہ صومعیؒ نے کہا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟ اور جب جواب منفی پایا تو ان کے چہرہ پر تازگی اور ہلکی سی مسکراہٹ کھیلنے لگ گئی اور فرمایا اے بیٹے! اگر تم واقعی معافی کے طلبگار ہو تو تمہیں میری ایک شرط ماننی ہوگی اور اگر تم

معافی مانگنے میں مخلص ہو تو پھر تمہیں بلا ہچکچاہٹ اس پر آمین کہنا ہوگی۔ حضرت ابوصالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ ہر قیمت پر معافی حاصل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک کسی کا حق بلا اجازت کھا لینا رُوح کی دائمی بے چینی کا باعث ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ آپ کی طرف سے اتنا مستقل جواب سُن کر حضرت عبداللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اے نوجوان میری ایک بیٹی ہے لیکن وہ آنکھوں سے اندھی اور کانوں سے بہرہ اور زُبان سے گُونگی ہے مجھے اس کے لئے بَر کی تلاش ہے تم اگر معافی طلب کرنے میں مخلص ہو تو تمہیں میری اس بیٹی کو اپنی رفیقۂ حیات بنانا ہوگا اور اس شرط کو مان لینے کے بغیر معافی ملنے کا خیال دِل سے نکال دو اور اپنے گھر کی طرف چلتے بنو، حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دل میں سوچا کہ اس شرط کے مان لینے سے جسمانی اذیّت اور تکلیف کا ایک نیا باب کُھلتا نظر آرہا ہے، البتہ رُوحانی اذیّت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور معافی مل جانے سے دل کے سکُون کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے شرط کو قبول کر کے معافی حاصل کر لی اور اسی دن پچھلے پہر حضرت سیّد ابوصالح جنگی رحمۃ اللہ علیہ دوست پدرِ بزرگوارِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شادی حضرت سید عبداللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُخترِ نیک اختر ام الخیر سیّدہ فاطمہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوگئی لیکن رات کو جب آپ حجلۂ عروسی میں داخل ہوئے تو وہاں ایک دوشیزۂ رعنا کو دیکھا جو جسمانی طور پر ہر عیب سے پاک اور حُسن و خُوبی کا ایک پیکرِ بے نظیر تھی آپ اس کو دیکھتے ہی پلٹ آئے اور حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آکر صورتِ حالات بیان کی، آپ نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے، وہ میری بیٹی ام الخیر فاطمہ ثانی ہے جس سے تیرا نکاح ہُوا ہے اور وہ ایسی پاکیزہ عصمت شعار اور نیک سرشت ہے کہ آج تک اس نے کِسی نامحرم پر نظر نہیں ڈالی اور نہ اُس نے کبھی کوئی بُری یا ناحق بات سُنی ہے اور نہ ہی اس کے مُنہ سے کوئی کلمہ خلافِ تہذیب نکلا ہے۔ میں خود نبی زادہ ہوں اور اولادِ سیّد الشہداءؑ علیہ السلام سے ہوں مجھے اس بچی کے لئے مناسب رشتہ کی تلاش تھی جس کے لئے ربِّ کریم کے دربارِ عالی میں دست بدعا رہتا تھا آج اس نے میری دُعا کو سُن لیا اور سبب کا بہانہ بنا کر تجھے یہاں بھیج دیا۔ اب تم اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ ربِّ ذوالمجد والاکرام سے

دُعا ہے کہ وہ تمہیں اچھا میوہ عطا فرمائے اور تمہارے اتصال سے ایسا گوہرِ نایاب پیدا ہو جو اقصائے عالم کو مُنوّر کردے۔

حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا حضرتِ عبداللہ صومعیؒ بھی بہت بڑے بزرگ، صاحبِ کرامات اور ولی مستجاب الدعوات تھے علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیرتِ سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شیخ ابو محمد داربانی قزوینی کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک دوست نے بتایا کہ ہم ایک تجارتی قافلہ میں تھے کہ صحرائے سمرقند میں کچھ سواروں نے ہمیں آگھیرا۔ پریشانی کے عالم میں ہم نے حضرت ابا عبداللہ صومعیؒ کی دُہائی دی اور بُلند آواز میں یوں کہا یا شیخ ابا عبداللہ صومعیؒ، اچانک ہم نے دیکھا کہ شیخ ہمارے درمیان کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں، سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا اللّٰہُ تَفَرَّقِیْ یَا خَیْلُ عَنَّا۔ (بہت پاک و پاک ذات ہے ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ اے سوارو ہم سے دُور ہو جاؤ) یہ سُن کر گھوڑے اپنے سواروں کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے اور منتشر ہو گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہے، پھر ہم نے شیخ کو تلاش کیا لیکن آپ کو وہاں نہ پایا جب ہم گیلان میں واپس آئے تو ہم نے لوگوں کو یہ ماجرا سنایا اور شیخ کا مدد کے واسطے پہنچنا بتایا لوگ کہنے لگے بخدا شیخ ہم سے جُدا نہیں ہوئے۔

غرضیکہ یہ تھا وہ جلیل القدر سلسلہ اور یہ تھے وہ صاحبِ عفّت و عصمت والدینِ کریمین جن کے ہاں شہنشاہِ بغداد غوث الاعظم میراں محی الدّین شیخ الشیوخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وَرُودِ مسعُود ہوا۔ ظاہر ہے کہ جب ایسی ستودہ صفات پاکیزہ خِصال والدہ اور ایسا عابد و زاہد اور متّقی و پرہیزگار والد ہو تو بیٹا کیوں نہ آسمانِ حُسن و خوبی کا نیّرِ اعظم اور فلکِ عفّت و طہارت کا مہتاب کامل ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی کی چند بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ والدِ ماجد کا سایۂ شفقت سَر سے اُٹھ گیا گویا وہ جو سایۂ عالم بننے والا تھا والد کے سایہ سے بے سایہ ہو گیا اور تربیّت اور پرورش کی ساری ذمہ داری آپ کی عابدہ، زاہدہ والدہ ماجدہ پر آپڑی جو انہوں نے حُسن و خوبی سے برداشت کی۔

طفولیّت

حضرت غوثِ الاعظم سلطان الاولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک عابد و زاہد گھرانے میں پیدا ہوئے اور نورانی گہوارے میں پروان چڑھنے لگے۔ والدِ محترم کی رحلتِ پاک کے بعد آپ اپنے عابد و زاہد نانا حضرت عبداللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی زیرِ شفقت و نگرانی آ گئے اور والدۂ ماجدہ کی کنارِ عاطفت میں منازل حیات طے کرنے لگے، آپ کی مشفق و مہربان والدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے بیٹے کی پیدائش یکم رمضان المبارک کو ہوئی اور اس دن اس نے دُودھ نہ پیا لیکن شہر میں بادل کی وجہ سے ماہِ رمضان کے چاند میں شک پڑ گیا لوگ مجھ سے پوچھنے آئے میں نے انہیں بتایا کہ آج میرے بیٹے نے دُودھ نہیں پیا پھر بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اس دن پہلی رمضان المبارک تھی اس دن سے شہر میں مشہور ہو گیا کہ شریفوں کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں دِن کو دُودھ نہیں پیتا۔ شروع سے ہی آپ کی طبیعت مشاغلِ دُنیا سے کنارہ کش تھی اور اگر کبھی صغر سِنی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتے تو غیب سے آواز آتی الی یا مبارک۔ یعنی ادھر آؤ یا مبارک آپ یہ آواز سُن کر بھاگ جاتے اور والدہ ماجدہ کی گود میں چلے جاتے۔ آپ دس سال کی عمر میں اپنے شہر کے مکتب میں جایا کرتے تھے فرشتے آپ کے ساتھ چلتے جب آپ مدرسہ میں پہنچتے تو فرشتے آواز دیتے: افسحوا لولی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو) حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کو میں پہچانتا نہ تھا اس نے مجھے دیکھ کر اور فرشتوں کی آواز سُن کر کہا: "سیکون لہ شان عظیم یعطی فلا یمنع ویتمکن فلا یحجب ویقرب فلا یمکثہ" بعد چالیس برس کے میں نے اس شخص کو پہچانا کہ ابدال میں سے تھا حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ ایام طفولیت میں ایک دن عرفہ کے روز میں شہر سے باہر ایک بیل کو پکڑنے کے لئے نکلا اور اس کے پیچھے دوڑا اس بیل نے میری طرف پھر کر کہا (ما لِہٰذا خلقت ولا بہٰذا اُمِرْتَ) میں یہ سُن کر ڈر گیا اور ترساں و لرزاں گھر آیا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا میری نظر میدانِ عرفات تک

پہنچی میں نے دیکھا لوگ عرفات میں وقوف کر رہے ہیں یہ نظارہ دیکھ کر میری کیفیت عجیب ہو گئی۔ میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آیا اور ان سے خُدا کے لئے بغداد جانے کی اجازت طلب کی تاکہ وہاں جا کر علمِ شریعت و طریقت حاصل کر سکوں اور صالحین اور نیک لوگوں سے فیض حاصل کر سکوں۔ والدہ ماجدہ نے وجہ پوچھی تو میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور یہ بھی کہا کہ دِل کی کیفیت اب کچھ عجیب سی ہو رہی ہے آپ مجھے اپنا حق بخش دیں اور بغداد شریف جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں والدہ یہ سُن کر رو پڑیں اور اُسّی دینار (جو میرے مرحوم والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترکہ سے اُنہیں ملے تھے میرے پاس لائیں، مَیں نے اُن میں سے چالیس دینار اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیئے اور باقی چالیس والدہ نے میری گدڑی میں بغل کے نیچے سی دیئے، اور مجھے جانے کی اجازت دے دی اور مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا عہد لیا اور کہا کہ میرے نورِ نظر کسی صُورت اپنی زبان کو جھُوٹ سے آلُودہ نہ کرنا تُو صادقین کی اولاد سے ہے اور صداقت ہی تیرا اوڑھنا اور بچھونا ہونا چاہیئے۔ یہ کہہ کر دروازے تک مجھے رخصت کرنے آئیں اور کہا بیٹا جاؤ تمہیں خُدا کو سونپا اور اللہ تعالیٰ کے لئے مَیں نے تمہیں اپنا حق بخش دیا۔ والدہ محترمہ سے رخصت ہو کر میں بغداد جانے والے ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

والدہ کی اطاعت صداقت کی کرامت

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن قائد اوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے امر کی بنیاد کس چیز پر رکھی تو آپ نے فرمایا سچ پر، اور مَیں نے کبھی جھُوٹ نہیں بولا، بلکہ طالب علمی کے زمانہ میں بھی نہیں آپ نے فرمایا سچ بولنے کے لئے میری والدہ نے نصیحت کی ہوئی تھی اور مَیں نے اس پر پختہ عہد باندھا ہوا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب مَیں اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت

حاصل کر کے ایک چھوٹے سے قافلہ کے ساتھ بغداد شریف کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں ہمدان سے آگے ترنتک کے مقام پر ڈکیٹ پڑ گئی۔ ساٹھ سوار جنگل سے نکل کر اچانک ہم پر حملہ آور ہو گئے اور انہوں نے تمام قافلہ کو لوٹ لیا ان میں سے ایک سوار میرے پاس سے گزرا اس نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس بھی کچھ ہے میں نے بتایا کہ میرے پاس میری گدڑی میں بغل کے نیچے سلے ہوئے چالیس دینار ہیں لیکن اس نے باور نہ کیا اور آگے چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا آیا اس نے بھی یہی سوال کیا اور میں نے اسے بھی بتا دیا لیکن اس نے بھی میری بات کو تمسخر ہی خیال کیا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سارے ایک ٹیلہ پر بیٹھے ہوئے مال تقسیم کر رہے ہیں اور ان دو آدمیوں نے جو مجھ سے سُنا تھا وہ اپنے سردار سے بیان کیا اس نے مجھے اپنے پاس بُلایا اور سوال کیا کہ تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ میں نے اُسے بھی بتا دیا اس کے حکم سے میری گدڑی پھاڑی گئی اور اس میں سے چالیس دینار نکل آئے سردار نے مجھے پوچھا کہ تم نے اعتراف کیوں کیا میں نے اسے بتایا کہ میری والدہ ماجدہ نے مجھ سے سچ بولنے کا عہد لیا ہوا ہے۔ میں اس کے عہد کو کبھی نہ توڑوں گا یہ سُن کر قزاقوں کے سردار نے حیرت اور تعجب سے آپ کی طرف دیکھا اور کچھ تامّل کے بعد اس نے زار زار رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا تُو نے اپنی والدہ کے ساتھ کیا ہوا عہد نہیں توڑا اور تُو ابھی نوعُمر ہے اور میں اِتنا کُہن سال ہوں اور مُدّت العمر سے اپنے ربّ کے ساتھ کیا ہُوا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے قافلہ والوں کو بُلا کر تمام لُوٹا ہُوا مال ایک ایک پائی واپس کر دیا اور پھر اُس نے اور اس کے ساتھیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور تجدیدِ عہد کیا کہ نیکی اور سچائی کے سوا کسی دوسرے راستے پر چلنے کی کوشش نہ کریں گے بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق حضرت شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اور ربُّ العزّت نے انہیں راہِ راست کی طرف راہنمائی فرمائی۔ یہ تھا ثمرہ والدہ ماجدہ کے فرمان کی اطاعت کا اور یہ تھی صداقت کی کرامت کہ صرف اٹھارہ سالہ نوعُمر سلطان الاولیاء نے چوروں اور ڈاکوؤں کی تقدیروں کو بدل کے رکھ دیا۔ اِس واقعہ کو تمام سیرت نگاروں نے نقل

کیا ہے اور رئیس المحدثین حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی کتاب "نُزہتہ الخاطر الفاتر" میں قدرے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ غرضیکہ اس واقعہ کی صحت حدِّ تواتر کو پہنچ چکی ہے اور آج تک کسی نے بھی اس کی صحت میں کلام نہیں کیا

وُرُودِ بغداد

حضرت شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴۸۸ھ میں جیلان سے عازمِ بغداد ہوئے اس زمانے میں حالات بہت مخدوش تھے۔ ممالک میں ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ گیلان سے بغداد تک کا راستہ بھی پُر خطر تھا کوئی کوئی قافلہ ہی سلامتی کے ساتھ منزل پر پہنچ سکتا تھا۔ یہ قافلہ بھی جس میں غوثِ اعظم ایک اٹھارہ سالہ تشنۂ علم طالب علم کی صورت میں شامل تھے۔ درج بالا واقعہ کے مطابق لُوٹا گیا اور پھر سیّد جیلانی کی برکت سے ڈاکو تائب ہوئے اور انہوں نے اس قافلہ کو اپنی حفاظت میں بغداد شریف پہنچا دیا۔ لیکن یہ تو ظاہری اسباب کی ایک بات ہے ورنہ فی الحقیقت محافظ تو خود وہ حفیظ و علیم مولائے کریم ہے جس نے اپنے فضلِ عمیم سے بادۂ ضلالت اور دشتِ غُربت میں بھٹکنے والے اس قافلہ کی دستگیری، راہنمائی اور مشکل کُشائی کے لئے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اس اولوالعزم جوان سال فرزندِ ارجمند کو ساتھ بھیج دیا تھا جس کی پاک بازی، راست گفتاری اور کریمانہ خصلت سے متاثر ہو کر چوروں اور ڈاکوؤں کی جماعت نے چوری ڈکیت اور منہیات و منکرات سے تائب ہو کر مخلص مسلمانوں کی طرح زندگی گزارنے کی آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ان سابقین الاوّلین میں شمار ہوئے جنہوں نے جنابِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دستِ جہاں پناہ پر توبہ کی اور زمرۂ هم المقرّبون میں داخل ہوئے۔ بیشتر اس کے کہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بغداد شریف میں تشریف لانے سے آگے حالات کو قلم بند کروں، میں یہ چاہتا ہوں کہ بغداد شریف اور دنیائے عرب و عجم کا پانچویں صدی ہجری اور شروع چھٹی صدی ہجری کا کچھ تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی

خاکہ قارئینِ کرام کے پیشِ نظر کروں جس سے پتہ چل سکے کہ اس وقت اخلاقیات کا معیار کس حد تک گر چکا تھا اور دینِ مُبین میں کہاں تک انحطاط واقع ہو چکا تھا جس کے باعث احیائے دِین و سُنّت کی ضرورت تھی اور جنابِ غوث الثقلین غیث الکونین شہنشاہِ بغداد سیّدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احیائے دِین و مِلّت کے لئے مقرر فرمایا گیا۔

بغداد اور مضافات کے حالات[ا]

پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں بغداد شریف میں مستنصر باللہ عباسی خلیفہ سریر آرائے سلطنت تھا لیکن خلافتِ عباسیہ کا اب وہ وقار باقی نہ تھا جو ہارون الرشید اور مامون الرشید کے تاریخ ساز عہد میں تھا ہونے کو تو خلیفہ مستنصر باللہ تختِ خلافت پر رونق افروز تھا مگر آلِ بویہ کے اقتدار نے بغداد کی علمی عظمت کو گہن لگا دیا تھا۔ ہر چند کہ خلیفہ بذاتِ خود ایک مردِ پارسا صالح خلیق اور نیک مزاج سخی اور پابندِ شریعت حکمران تھا۔ لیکن رعایا کا مزاج تنعم اور عیش و عشرت کی نذر ہو چکا تھا۔ فسق و فجور اور معصیّت کا ہر طرف دَور دَورہ تھا۔ سیہ کاری اور بدکاری بغداد کا مقدر بن چکی تھی، باطنی شورش عروج پر تھی۔ صلیبی جنگوں کی ابتداء ہو چکی تھی۔ ایران میں سلجوقی سلطنت کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ملک شاہ اور نظام الملک کے زمانے کی آن بان باقی نہ رہی تھی۔ ۴۸۵ھ میں نظام الملک کو ایک باطنی نے شہید کر دیا اور ان کی شہادت کے بیس بائیس دن بعد ہی سلطنتِ سلجوقیہ کا آفتابِ جہاں تاب ملک شاہ گوشۂ مغرب میں جا چھپا اور تخت کے لئے ملک شاہ کے فرزند آپس میں دست و گریبان ہو رہے تھے چونکہ ولی عہدِ سلطنت نامزد نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ترکان خاتون کی خواہش تھی کہ اس کا بیٹا محمود باپ کا جانشین ہو جو سلطان کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا جبکہ حق برکیا روق کا تھا۔ شہزادہ محمد اور شہزادہ سنجر بھی تخت کے دعوے دار تھے لیکن نظام الملک نے برکیا روق کی ولی عہدی سلطان سے منظور کرائی ہوئی تھی۔ لہٰذا نظام الملک کے اُمراء کی مدد سے سلطان برکیا روق تختِ سلطنت پر

ا۔ اس بیان میں حضرت شمس بریلوی کے ترجمہ غنیۃ الطالبین سے استفادہ کیا گیا ہے۔

رونق افروز ہوا مگر ملک میں امن و امان قائم نہ ہو سکا۔ دوسرے ممالک کی کیفیت یہ تھی
رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرمین شریفین میں برکیاروق کے
نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور آذربائیجان، آران، آرمینیہ، اصفہان اور عراق میں سلطان
محمد بن ملک شاہ سلجوقی کا۔ سنجر بن ملک شاہ نے ممالک شرقیہ یعنی جرجان سے ماوراء النہر تک
میں اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا تھا۔ فرنگی ملک شام اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے
کے لئے حملہ آور ہو چکے تھے اور ممالکِ اسلامیہ میں ہر طرف خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی ہر طرف
بے اطمینانی اور اضطراب کا عالم تھا، نہ شہروں میں امن و چین تھا، نہ دیہات میں سکون و
اطمینان۔ راستے پُرخطر اور قافلے لُٹنے کا ہر وقت ڈر۔ یہ تھے حالات بغداد شریف اور
گرد و پیش کے۔ جب ۴۸۸ھ کے اوائل میں آفتابِ سپہرِ ولایت سریر آرائے اقلیمِ رشد و ہدایت
صدر نشینِ جہانِ علم و معرفت حضرت شیخ سیّد عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ضیا بخشِ فضائے
بغداد ہوئے۔ آپ کا سن شریف اس وقت اٹھارہ سال تھا۔ آپ سب سے پہلے حضرت حماد بن
مسلم دباسؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت حمادؒ ایک بہت بڑے خُدا رسیدہ بزرگ تھے
اور بغداد شریف اور قرب و جوار میں ان کی روحانیت اور معرفت کا شہرہ تھا آپ علمائے
راسخین اور صوفیائے ربّانیّین میں سے تھے۔ بغداد کے بیشتر صوفیاء و مشائخ انہی سے
فیض یافتہ تھے۔ آپ بغداد شریف کے محلّہ مُظفّریہ میں رہتے تھے اور خرما اور شیرۂ انگور
بیچا کرتے تھے۔ اسی واسطے آپ کو حماد دباس کہتے تھے۔ مشہور ہے کہ آپ اُمّی تھے لیکن
معرفتِ الٰہیہ کے علوم کے خزانے آپ کے پاس تھے۔ آپ کے شیرہ پر بھڑ یا مکھی نہیں بیٹھا
کرتی تھی۔ آپ کی پرہیزگاری تقویٰ اور طہارت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز
آپ حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قبرِ مبارک کی زیارت کو نکلے، راستے میں
ایک لونڈی کی آواز سُنی جو اپنے آقا کے گھر گا رہی تھی، آپ وہیں سے مکان کو لوٹ آئے
اور اپنے اہلِ خانہ کو جمع کر کے پوچھا کہ مجھ سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی مجھے آج
سزا ملی ہے۔ گھر والوں نے اور تو کچھ نہ بتایا، مگر یہ کہ کل ہم نے ایک برتن خریدا تھا جس میں
ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا بس اسی سبب سے مجھ پر یہ وبال آیا ہے اور برتن لے

تصویر مٹادی۔ آپ کا کوئی باقاعدہ صومعہ یا مدرسہ نہیں تھا۔ آپ کی مجلس زیادہ تر آپ کی دوکان پر ہی قائم ہوتی تھی، اس وقت کے صُوفیائے کرام اور طالبانِ حقیقت و معرفت اس دوکان پر جمع ہوتے تھے جہاں بظاہر تو دبس یعنی راب فروخت ہوتی تھی مگر در حقیقت دلوں کو معرفت کی شیرینی اور رُوحوں کو ایمان کی حلاوت اور چاشنی نصیب ہوتی تھی۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تعلیمی مشاغل سے فراغت پاکر حضرتِ حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی محفل میں آجاتے جہاں آپ کو رُوحانی فیوض و برکات نصیب ہوتے۔ علمِ شریعت اور قرآن و حدیث آپ نے آئمہ اعلام اور علمائے عظّام سے حاصل کیا۔ قرآنِ کریم حفظ تو پہلے ہی سے تھا اب اس کو روایتاً و درایتاً تجویداور قرأت سے پڑھا۔ اس کے بعد علمِ فقہ و اصول کی طرف متوجہ ہوئے اور عرصۂ دراز تک ابوالوفا علی بن عقیلؒ، ابوالخطاب محفوظ الکلیوانیؒ۔ ابوالحسن محمد بن قاضیؒ ابویعلیٰؒ اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمیؒ وغیرھم سے پڑھا اور علمِ ادب حضرت علّامہ ابوزکریا یحییٰ بن علی التبریزیؒ جو بغداد شریف کے مدرسہ نظامیہ میں علمِ ادب کے مدرسِ اعلےٰ تھے سے حاصل کیا اور علمِ حدیث اسی مدرسہ کے مختلف اساتذہ اور دوسرے بہت سے علمائے سے پڑھا، اس میں آپ کے بہت سے مشائخ ہیں جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ابوغالب محمد بن حسن الباقلانی۔ ابوسعید محمد بن عبدالکریم خنّیس۔ ابوالقاسم محمد بن علی بن میمون الفرسی۔ ابوبکر احمد بن المظفر۔ ابومحمد جعفر بن احمد بن حسین القاری السراج ابوالقاسم علی بن احمد بن بنّان الکرخی وغیرھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حصولِ علم میں تکالیف کی برداشت

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب بغداد شریف میں رونق افروز ہوئے تو حصولِ تعلیم کے لئے مختلف اساتذہ کی درسگاہوں، خاص طور پر مدرسۂ نظامیہ سے تعلق پیدا کیا اور فقہ و اصول اور حدیث شریف کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو چالیس دینار آپ کو خرچہ کے لئے دیئے تھے

وہ بہت جلد ختم ہو گئے اور آپ کو قوّتِ لایموت کے حصول کے لئے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور آپ نے ہر تکلیف اور مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور فضلِ ایزدِ متعال سے اپنے اندر برداشت کا بے مثال مادہ پیدا کیا۔ شیخ ابو عبداللہ نجار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھ پر ایسی سختیاں گزری ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر گزرتیں تو پھٹ جاتے۔ مجھ پر جب سختیوں کا ہجوم ہوتا تو میں زمین پر لیٹ جاتا اور یہ آیۂ کریمہ پڑھتا تھا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ پس میری ساری کلفتیں دُور ہو جاتیں۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب مَیں مشائخ و اساتذہ سے علمِ فقہ پڑھا کرتا تھا تو سبق پڑھ کر جنگل کی طرف نکل جایا کرتا تھا شہر میں نہ رہا کرتا تھا صرف جنگلوں اور بیابانوں کے ویران اور خراب مقامات پر دن ہو یا رات آندھی ہو جھکڑ، موسلا دھار مینہ ہو یا اولے پڑ رہے ہوں اپنی زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ اس وقت مَیں سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ پہنتا اور صوف کا جُبّہ پہنا کرتا تھا ننگے پاؤں کانٹوں اور پتھریلی زمینوں پر گھومتا رہتا تھا۔ کبھی بھوک کا غلبہ ہوتا تو دجلہ کی طرف چلا جاتا وہاں کا ہو ساگ اور دیگر ترکاریوں کی کونپلیں جو مجھے دجلہ کے کنارے مل جاتیں کھا لیا کرتا تھا مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا کرتا تھا۔ قلائد الجواہر میں شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اہلِ بغداد کی ایک جماعت علمِ فقہ کے حصول میں مشغول تھی۔ جب غلّہ کے دن آتے تو وہ گاؤں میں اناج مانگنے چلے جاتے، ایک دن انہوں نے مجھے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ یعقوبا میں چلو تاکہ وہاں سے کچھ مانگ لائیں، مَیں نوجوان تھا ان کے ساتھ ہو لیا۔ یعقوبا میں ایک نیک شخص تھا جس کو شریف یعقوبی کہتے تھے مَیں اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ حق کے مُرید اور نیک بندے لوگوں سے کچھ نہیں مانگا کرتے اور مجھے سوال کرنے سے منع کیا اس کے بعد میں نے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے اور سوائے آستانۂ عالیہ صمدیہ کے کسی طرف دستِ طلب

دراز نہیں کیا اور نہ کسی کو سوائے دربارِ خداوندی کے کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دی۔ چنانچہ اسی ضمن میں شیخ ابو محمد شادر سلبتی محلیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں شہنشاہِ بغداد شیخ محی الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کی زیارت کے لئے بغداد شریف گیا اور کچھ مدت تک آپ کی خدمتِ اقدس میں رہا۔ جب میں نے مصر لوٹنے کا ارادہ کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب کی تو آپ نے مجھے وصیت فرمائی کہ کسی سے کچھ نہ مانگنا اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا اور اپنی دو انگلیاں میرے منہ میں ڈال دیں اور فرمایا چوس لو (زہے قسمت) میں نے تعمیلِ حکم کی پھر فرمایا تو ہدایت یافتہ واپس جائے۔ پس میں بغداد سے مصر پہنچا، راستے میں نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا۔ مگر میری قوتِ جسمانی میں کچھ کمی واقع ہونے کی بجائے زیادہ ہوتی جاتی تھی۔

بہجۃ الاسرار میں روایت ہے کہ فرمایا تاج العارفین سند الواصلین حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ ابتدائے حال میں میں بغداد شریف میں بیس روز ٹھہرا مجھے کھانے کو کوئی چیز نہ ملتی تھی اور نہ کوئی مباح شے ہاتھ آتی تھی تنگ آکر میں ایوانِ کسریٰ کے ویرانے کی طرف نکلا کہ شاید کوئی کھانے کی جائز چیز مل جائے مگر میں نے وہاں ستر ولیوں کو پایا جو میری طرح پیٹ کے لئے مباحات کی تلاش میں پھر رہے تھے میں نے دل میں سوچا کہ ان کی مزاحمت کرنا مروت سے بعید ہے اس لئے میں بغداد کی طرف لوٹ آیا راستے میں مجھے میرے وطن کا ایک آدمی ملا جس سے میں واقف نہیں تھا اس نے مجھے ایک پارۂ زر دیا اور کہا کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ آپ کے لئے بھیجا ہے میں اُسے لے کر جلد ویرانے کی طرف واپس گیا اس میں سے کچھ اپنے لئے رکھ لیا باقی ان ستر ولیوں میں تقسیم کر دیا۔ اُنہوں نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے میں نے کہا کہ یہ میری ماں نے بھیجا ہے، مگر میں نے پسند نہ کیا کہ سب اپنے پاس ہی رکھ لوں پھر میں بغداد میں آیا اور جو میرے پاس باقی تھا اس کے عوض کھانا لیا اور فقیروں کو آواز دی پس ہم سب نے مل کر کھایا۔ اسی طرح ماں نے ایک دفعہ آٹھ دینار بھیجے وہ بھی جلد

صرف ہو گئے۔ حضرت ابو بکر تمیمیؒ کا بیان ہے کہ میں نے سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ ایک دفعہ بغداد میں جو قحط پڑا تو مجھے ایسی تنگی ہوئی کہ کئی دن تک کھانا نہ کھایا بلکہ گری پڑی چیزیں اُٹھا کر کھاتا تھا ایک روز بھوک کی شدت کی وجہ سے دریا کی طرف جا نکلا تاکہ کاہو کے پتے یا سبزی جو ملے کھاؤں مگر جہاں جاتا وہاں پہلے ہی کوئی موجود ہوتا اگر کوئی چیز ملتی تو اس پر فقیروں کا ہجوم ہوتا جن کی مزاحمت مجھے پسند نہ آئی اس لئے میں لوٹ آیا یہاں تک کہ شہر میں سوق الریحانیین کی مسجد کے پاس پہنچا مجھے نہایت درجے کی بھوک لگی ہوئی تھی اور صبر کرنے سے عاجز آ گیا تھا۔ میں مسجد میں داخل ہوا ضعف سے ماندہ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ مسجد میں ایک عجمی نوجوان آیا جس کے پاس روٹی اور شوربا تھا وہ میرے سامنے بیٹھ کر کھانا کھانے لگا مجھے اس قدر شدید بھوک تھی کہ جب وہ لقمہ اپنے منہ میں ڈالتا تو بے اختیار میرا منہ کھل جاتا اُس نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے تم میرے ساتھ مل کر کھانا کھا لو بسم اللہ آؤ میں نے انکار کر دیا اس عجمی نے مجھے قسم دلائی میرے نفس نے ایک مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرنے میں جلدی کی، میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور آہستہ آہستہ کھانا شروع کیا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا تمہارا شغل کیا ہے اور تم کہاں کے رہنے والے ہو میں نے بتایا کہ میں جیلان کا باشندہ ہوں اور یہاں علم فقہ پڑھ رہا ہوں یہ سن کر اس نے کہا کہ میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں، کیا تو ایک جیلانی نوجوان عبد القادر کو جانتا ہے؟ میں نے کہا وہ تو میں ہی ہوں اس پر وہ گھبرا گیا اور اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ کہنے لگا اے محترم بھائی میں بغداد پہنچا اور آپ کا پتہ پوچھا۔ میرے پاس آپ کی امانت آٹھ دینار تھی جو آپ کی والدہ نے میرے ہاتھ آپ کو بھیجے تھے آپ کو ڈھونڈتے ہوئے میرا نفقہ ختم ہو گیا میں نے آپ کا پتہ پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا میرا ذاتی خرچہ ختم ہونے کے بعد میں تین دن اس حالت میں رہا کہ میرے پاس آپ کی امانت کے سوا کھانا خریدنے کو کچھ نہ تھا میں نے دل میں کہا کہ تین دن ہو گئے ہیں اس حالت میں شریعت نے میرے لئے مُردار کا کھا لینا بھی جائز رکھا ہے اس لئے میں

نے آپ کی امانت سے روٹی اور شوربا خریدا، اب آپ یہ حلال اور طیب کھانا بلا تکلف کھائیں۔ کیونکہ یہ آپ کا ہی ہے اور میں تو آپ کا مہمان ہوں۔ میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ میں نے آپ کی امانت میں خیانت کی ہے۔ گو شریعت کی طرف سے مجھے گنجائش تھی اس کا یہ جواب سن کر میں نے اُسے تسلی دی اور خوش کیا اور جو کھانا بچ رہا وہ بھی اور کچھ دینار بھی اسے دیئے جو اس نے لے لئے اور چلا گیا۔

قلائد الجواہر میں شیخ عبداللہ سلمیؒ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو فرماتے سنا کہ ایک دفعہ کئی دن مجھے کھانا نہ ملا میں قطعیہ شرقیہ میں تھا کہ ناگہ ایک شخص نے ایک بند کاغذ میرے ہاتھ میں دیا اور چلا گیا۔ میں اسے لے کر ایک بقال کی دوکان پر آیا اور اس کے عوض میدہ کی سفید روٹی اور خبیص خریدا اور ایک علیحدہ مسجد کی طرف آیا جس میں بیٹھ کر میں سبق یاد کیا کرتا تھا اُس کھانے کو میں نے اپنے سامنے رکھ لیا اور سوچنے لگا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں اس اثنا میں دیوار کے سایہ میں ایک ملفوف کاغذ پر میری نظر پڑی، میں نے اُٹھا لیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں لکھا ہے کہ کتبِ سابقہ میں سے ایک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اقویا کو شہوتوں سے کیا سروکار میں نے شہوات تو فقط ضعیف مومنوں کے لئے بنائی ہیں تاکہ وہ اُن سے میری طاعت پر قادر ہوں۔ یہ دیکھ کر میں نے رومال اٹھا لیا جو کچھ اس میں تھا چھوڑ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر چلا آیا۔

یہ چند واقعات حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے حصولِ تعلیم کے لئے سختیاں اور مصائب برداشت کرنے کے ضمن میں بطور نمونہ درج کر دیئے گئے ورنہ کتبِ سیر اور قلائد الجواہر اور بہجۃ الاسرار میں تو ایسے بیسیوں واقعات مندرج ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ولیٔ مادرزاد غوثِ صمدانی شہبازِ لامکانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو کتنے مشکل اور صعب حالات درپیش ہوئے اور وہ کس استقلال کے ساتھ ان واقعات کو برداشت کرتے میں کامیاب رہے اور ایسی تکالیف سے دوچار ہونے کے باوجود آپ نے علوم میں وہ پایہ اور مقام حاصل کیا کہ نہ صرف علمائے بغداد بلکہ تمام

علمائے وقت پر سبقت لے گئے اور دیگر علوم کے علاوہ علمِ قرأت، علمِ تفسیر، علمِ حدیث علمِ فقہ، علمِ کلام، علمِ لُغت، علمِ ادب، علمِ صَرف، علمِ نحو، علمِ عروض، علمِ مناظرہ، علمِ تاریخ، علمِ نساب، علمِ فراست وغیرہ بلکہ جمیع علوم رائج الوقت میں منفرد مقام حاصل کیا اور بے مثال شہرت اور ناموری پیدا کی اور قاف تا قاف آپ کی لیاقت شرافتِ علمی اور علوِ مرتبت کا ڈنکا بجنے لگا۔

ولایت

آپ مادرزاد ولی تھے۔ جیسا کہ پیدائش کے واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ رمضان المبارک میں دن کے وقت دُودھ نہیں پیتے تھے اور افطار کے وقت پیا کرتے تھے اور یکم رمضان المبارک میں جو شک ہوا تو آپ کے دُودھ نہ پینے کی وجہ سے اس دن کو رمضان المبارک کی یکم مان لیا گیا جس کی بعد میں تصدیق بھی ہو گئی۔ گویا بچپن سے ہی آپ کی پیشانی سے آثارِ تقدس و بزرگی، علاماتِ اتقاء و پرہیزگاری نمایاں اور انوارِ معرفت و ولایت تاباں تھے جن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ مہ نَو بہت جلد بدرِ کامل بن کر افلاکِ ولایت پر نُور گستر ہو جائے گا اور اپنی ضیاء پاشیوں سے اقصائے عالم کو منوّر کر دے گا۔ بہجۃ الاسرار میں شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الغنائم محمد الازہری الحسینی البغدادیؒ سے روایت ہے کہ فرمایا سُلطان العالم غوث الاعظم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہ مَیں نے بغداد شریف سے پہلا حج ۵۰۹ھ میں کیا۔ اس وقت مَیں جوان اور مجرّد تھا جس وقت مَیں حج کے لئے نکلا اور منارۃ القردن کے پاس پہنچا تو مجھے شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملے وہ بھی اُس وقت مجرّد اور جوان تھے، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ مَیں نے کہا کہ حجِ بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے جا رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ مَیں نے بتایا کہ مجرّد ہوں انہوں نے کہا میرا بھی یہی حال ہے اور مَیں بھی حاضری بھرنے ہی جا رہا ہوں۔ پس ہم دونوں اکٹھے چل پڑے۔ اثنائے راہ میں مَیں نے ایک لاغر

حبشی لڑکی دیکھی جس کے مُنہ پر بُرقع تھا وہ میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور تیز آنکھوں سے میرے چہرے کو بغور دیکھ کر پوچھنے لگی۔ اے نوجوان تو کہاں سے ہے؟ میں نے بتایا کہ مَیں عجم کا رہنے والا ہوں اور بغداد سے آرہا ہوں۔ وہ کہنے لگی تُو نے آج مجھے بہت تکلیف دی۔ مَیں نے وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا کہ مَیں دیارِ حبشہ میں تھی کہ مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دِل پر تجلّی کی اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اپنے وصل سے تُجھے وہ کچھ عطا کیا جو اور کسی کو عطا نہیں کیا۔ پس مَیں نے چاہا کہ تجھے دیکھوں، پھر کہنے لگی آج مَیں تم دونوں کے ساتھ ہوں اور شام کو تمہارے ساتھ ہی افطار کروں گی پس وہ راستے کے ایک طرف اور ہم دوسری طرف چلنے لگے جب شام کو افطار کا وقت ہُوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے ہَوا کے ذریعہ ایک خوان اُتر رہا ہے یہ خوان ہمارے سامنے آکر ٹھہر گیا۔ ہم نے دیکھا اس میں چھ روٹیاں، سرکہ اور سبزی تھی۔ یہ دیکھ کر اس حبشیہ نے کہا "سب بزرگی اور تعریف اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جس نے مجھے اور میرے مہمانوں کو عزّت و تکریم بخشی کیونکہ ہر رات مجھ پر ۲ دو روٹیاں اُترا کرتی ہیں اور آج چھ اُتری ہیں"۔ پس ہم میں سے ہر ایک نے دو دو روٹیاں کھائیں، پھر ہم پر تین کوزے پانی کے اُترے ہم نے ان میں سے ایسا پانی پیا جو لذّت اور حلاوت میں ایسا لذیذ اور بے نظیر تھا کہ دُنیا کا کوئی پانی اس کے مشابہ نہیں تھا وہ حبشیہ اس رات ہم سے رخصت ہو گئی اور ہم مکّہ معظمہ میں آ گئے۔ جب ہم طواف کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے شیخ عدی بن مسافرؒ پر انوار و تجلّیات کی بارش کر دی وہ ایسے بے ہوش ہو گئے کہ دیکھنے والے گمان کرنے لگے کہ یہ انتقال کر گئے ناگہ مَیں نے دیکھا کہ وہ حبشیہ ان کے سر پر کھڑی بوسہ دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے تجھے زندہ کرے گا وُہی جس نے تجھے مارا ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ حادث چیزیں بجز اس کے برقرار رکھنے کے اس کے جلالی نُور کی تجلّی کے آگے قائم نہیں رہ سکتیں بلکہ اس کے جلال کے انوار نے اَندھوں کی آنکھیں چُندھیا دی ہیں"۔ پھر اللہ تعالیٰ جلّ وعلا نے (کہ اسی کے لئے تمام تعریف ہے) طواف ہی میں مجھ پر بھی انوار نازل فرمائے اور بہت بڑا احسان فرمایا۔ پس مَیں نے اپنے باطن سے ایک خطاب

سُنا جس کے آخر میں یہ تھا۔ "اے عبد القادر! ظاہری تجرید چھوڑ دے اور تفرید توحید اور تجرید تفرید اختیار کر ہم عنقریب تجھے اپنی نشانیوں میں سے عجائبات دکھائیں گے۔ تو اپنی مُراد کو ہماری مُراد سے خلط ملط نہ کر۔ اپنا قدم ہمارے سامنے ثابت رکھ اور دُنیا میں ہمارے سوا کسی کو مالک التصرّف نہ سمجھ۔ تیرے لئے ہمارا شہود ہمیشہ رہے گا لوگوں کے فائدہ کے لئے تو (مسندِ ارشاد) پر بیٹھ کیونکہ کچھ ہمارے خاص بندے ہیں جن کو ہم تیرے ہاتھ پر اپنے قُرب تک پہنچائیں گے"۔ پھر اس حبشیہ نے کہا اے نوجوان! میں نہیں جانتی کہ آج تیرا کیا مقام ہے تجھ پر نُور کا خیمہ لگا ہوا ہے اور آسمان تک تجھے فرشتوں نے گھیرا ہوا ہے اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی نگاہیں اپنے اپنے مقام پر تیری طرف لگی ہوئی ہیں اور آرزو کر رہی ہیں کہ تجھ سی نعمت ان کو بھی حاصل ہو جائے یہ کہہ کر وہ چلی گئی پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔

ریاضت و مجاہدات

علمِ طریقت کے حصول کے لئے آپ نے سخت مجاہدات کئے اور مجاہدہ کے لئے جو طریقہ بھی اختیار کرتے ہمیشہ اس پر قائم رہتے اور آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آتی تھی۔ شروع میں آپ نے شیخ حماد دباس رحؒ سے اکتسابِ فیض کیا۔ بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق شیخ عبد اللہ جبائی رحؒ کا قول ہے کہ سیّدنا غوث الاعظم میراں محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بیان فرمایا کہ ایک روز میرے جی میں آئی کہ فتنوں کی کثرت کے سبب میں بغداد کو چھوڑ کر باہر نکل جاؤں اس لئے میں نے قرآنِ کریم لیا اور کندھے پر لٹکا کر بابِ حلبہ کی طرف چلا کہ اس سے جنگل کی طرف نکل جاؤں۔ مجھے ایک آواز آئی کہ کہاں جاتا ہے اور ساتھ ہی مجھے ایک دھچکا لگا اور میں نیچے گر گیا پھر آواز آئی کہ واپس چلا جا کہ لوگوں کو تجھ سے بہت فائدہ پہنچنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے خلقت کے اژدہام میں دین کی سلامتی کا خطرہ ہے۔ آواز آئی نہیں لوٹ جا تیرا دین سلامت رہے گا اس کے بعد مجھ پر کچھ ایسے حالات وارد ہوئے جن میں کچھ پیچیدگی تھی اس لئے میں نے

ربّ العزّت جل مجدہٗ الکریم سے دُعا کی کہ مجھے کوئی ایسا بندہ مل جائے جو میرے شکوک و شبہات کو رفع کر دے۔ دوسرے دن مَیں محلّہ مظفریہ سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا اور مجھے کہا عبدالقادر! یہاں آئیں اُن کے پاس جا کھڑا ہُوا انہوں نے مجھے کہا کہ تُو نے کل رات کیا طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے کیا سوال کیا تھا مَیں یہ سُن کر چُپ ہو گیا اور حیران تھا کہ کیا جواب دُوں وہ مجھ پر ناراض ہو گئے اور اس زور سے دروازہ مجھ پر بند کیا کہ دروازے کے کواڑوں سے گَرد اُڑ کر مجھ پر پڑی جب مَیں کچھ دُور نکل گیا تو رات کا سوال مجھے یاد آ گیا اور خیال گزرا کہ وہ شخص اولیائے صالحین میں سے ہے اس لئے مَیں اس دروازے کو ڈھونڈنے نکلا مگر نہ ملا اس کا مجھے بہت رنج ہوا وہ شخص شیخ حماد دباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے۔ بعد ازاں میں نے ان کو پہچان لیا اور ان کی صحبت میں رہا۔ شیخ موصوف نے میرے اشکال کو حل کر دیا۔ جب میں حصولِ علم کی خاطر آپ کی خدمت سے غائب ہوتا اور تعلیم حاصل کر کے آپ کے پاس آتا تو آپ فرماتے تو فقیہہ ہے فقہاء کے پاس جا، ہمارے پاس کیوں آیا ہے مَیں چپ رہتا۔ آپ مجھے بڑی اذیّت دیتے اور مارتے بھی۔ پھر جب طالبِ علم کے لئے آپ کے پاس سے اوجھل ہوتا اور تعلیم لے کر آپ کے پاس آتا، آپ فرماتے ہمارے پاس آج بہت سی روٹیاں اور فالودہ آیا تھا ہم نے سب کھا لیا اور تیرے واسطے کچھ بھی نہیں رکھا۔ آپ کے شاگرد بھی جب آپ کا ایسا اذیّت ناک برتاؤ میرے ساتھ دیکھتے تو مجھ سے تعرّض کر کے کہتے تُو فقیہہ ہے یہاں کیوں آیا ہے۔ شیخ حماد نے جب ان لوگوں کا میرے ساتھ ایسا برتاؤ دیکھا تو بہت غصّہ کھایا اور غیرت میں آ کر ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا "تم اسے کیوں تنگ کرتے ہو۔ خداوندِ قدوس کی قسم تم میں سے ایک بھی اس جیسا نہیں۔ مَیں تو اس کو آزماتا ہوں اور اس وجہ سے بظاہر اس کو اذیّت دیتا ہوں مگر وہ اتنا مستقل مزاج اور بُردبار ہے کہ پہاڑ کی طرح اپنے مقصد کے حصول کے لئے ڈٹا رہتا ہے اور اس کے ارادے میں ذرا جُنبش نہیں آتی۔

مجاہدہ اور سلوک کی منازل کو طے کرنے میں آپ کا طریقہ بے نظیر اور سخت دُشوار تھا

اور اس وقت کے مشائخ میں سے کسی کی جرأت نہیں تھی کہ ریاضت میں آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی برابری کر سکے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں عراق کے بیابانوں اور ویرانوں میں پچیس سال تک تنِ تنہا اس حالت میں پھرتا رہا کہ نہ کوئی مجھے جانتا تھا اور نہ میں لوگوں کو جانتا تھا۔ میرے پاس رجال الغیب اور جِنّات آتے اور میں انہیں وصول الی اللہ کا راستہ بتاتا جب پہلے پہل میں عراق میں داخل ہوا تو خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی اس سے پہلے میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا آپ نے تین سال تک ایک جگہ ٹھہرے رہنے کا مجھ سے عہد لیا۔ اس عرصہ میں دُنیا اور اس کی لذّات مختلف شکلیں اختیار کر کے میرے پاس آتی رہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف متوجہ ہونے سے مجھے محفوظ رکھا شیطان بھیانک شکلوں میں میرے پاس آتے اور مجھ سے لڑتے، مگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ عطا فرماتا۔ ابتدا میں مجاہدہ کے جس طریق سے میں اپنے نفس پر مواخذہ کرتا تھا اللہ تعالےٰ اس میں میری مدد کرتا تھا اور میں مضبوطی سے اس کو پکڑتا اور نباہتا تھا۔ میں ایک مدت مدائن کے ویرانے میں بھی رہا اور یوں نفس کشی کرتا کہ ایک سال گری پڑی چیزیں کھاتا اور پانی نہ پیتا۔ ایک سال پانی پیتا اور گری پڑی چیزیں نہ کھاتا اور ایک سال نہ کھاتا نہ پیتا۔ آپ فرماتے ہیں میں کئی سال کرخ کے ویرانے میں رہا اور وہاں سوائے بردی کے کچھ نہ کھاتا تھا۔ ہر سال کے شروع میں ایک شخص صوف کا جُبّہ میرے پاس لاتا جسے میں پہن لیتا میں نے ہزاروں حالتیں بدلیں تاکہ لوگوں کی دُنیا سے آرام پاؤں۔ میں گونگا احمق اور پاگل مشہور تھا اور ننگے پاؤں کانٹوں میں چلا کرتا تھا جو کام بہت خوفناک ہوتا اس کو اختیار کرتا۔ میرا نفس اپنی خواہش میں کبھی مجھ پر غالب نہ آیا اور دُنیا کی زینت سے کوئی شے کبھی مجھے پسند نہ آئی۔ یہ روایت بہجۃ الاسرار سے لی گئی ہے اور اسی کتاب میں شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود کی روایت ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے تھے کہ سیاحت کے آغاز میں مجھ پر عجب حالات وارد ہوتے میں ان کا مقابلہ کرتا اور بفضلہٖ ان پر غالب آجاتا کبھی میں اپنے وجود سے غائب ہو جاتا اور مدہوشی میں چلا پھرا کرتا اور جب وہ حالت مجھ سے دُور ہو جاتی تو میں اپنے آپ کو جہاں

ہوتا تھا اس مکان سے کہیں دُور پاتا۔ چنانچہ ایک دفعہ بغداد شریف کے ویرانے میں مجھ پر حال وارد ہُوا۔ مَیں اسی حالت میں ایک گھنٹہ چلا پھر وہ حالت مجھ سے دُور ہو گئی اور مَیں بغداد سے بارہ دن کی مسافت پر شستر کے شہروں میں تھا۔ مَیں وہاں اپنی حالت پر فکر کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک عورت نے میرے پاس آکر کہا کیا تُو اِس امر سے تعجب کرتا ہے اور تُو شیخ عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ بہجۃ الاسرار ہی کی روایت کے مطابق آپ کے فرزندِ جلیل القدر شیخ ضیاء الدین ابو موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والدِ بزرگوار سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سُنا کہ ایک سیاحت میں مَیں جنگل کی طرف نکلا، مجھے کئی روز پانی نہ مِلا اور مجھے سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور اس میں سے پانی برسنے لگا جب مَیں نے چاہا کہ پانی جمع کر کے وضُو کروں اور پیاس بُجھاؤں تو مَیں نے ایک نُور دیکھا جس سے کنارۂ آسمان روشن ہو گیا اور ایک صُورت نمودار ہوئی جس نے مجھے پُکار کر کہا "اے عبدالقادر مَیں تیرا رب ہوں تجھ سے عبادت کا بوجھ اُٹھا لیا گیا ہے اور حرام چیزیں تیرے لئے حلال کر دی گئی ہیں تو پانی پی کر پیاس بُجھالے اور وضُو کرنے کی ضرورت نہیں"۔ یہ سُن کر مَیں نے لاحول پڑی اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ کر کہا اے لعین! دُور ہو جا۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ روشنی دُور ہو گئی اور تاریکی چھا گئی اور وہ صُورت دُھواں بن گئی۔ پھر اس نے مجھے یوں خطاب کیا۔ "اے عبدالقادر! تُو مجھ سے بحکمِ الٰہی اپنے علم کی بدولت اور اپنے منازلات کے احوال کی کیفیت کے سبب بچ گیا۔ مَیں نے اس طرح کے واقعہ سے ستّر ولیوں کو گمراہ کیا ہے۔" اس پر مَیں نے کہا یہ میرے رب کا فضل و احسان ہے، اور مَیں اس کی رحمت کے سبب تیرے شر سے محفوظ رہا ہوں۔ شیخ ابو نصرؒ فرماتے ہیں کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے کس طرح جان لیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا جب اس نے یہ کہا کہ "مَیں نے تیرے واسطے حرام چیزیں حلال کر دی ہیں"۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ مقرر یہ شیطان ہے۔

خرقۂ خلافت (بیعت)

بہجۃ الاسرار کی مستند روایت کے مطابق شیخ ابو العباس احمد بن یحییٰ بغدادی المعروف ابن الدیبقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غوثِ صمدانی شہباز لامکانی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ۵۵۸ ھجری میں کرسی پر بیٹھے فرماتے سُنا کہ میں پچیس سال تک عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں اکیلا پھرتا رہا، چالیس سال عشاء کے وضُو سے صبح کی نماز پڑھتا رہا۔ پندرہ سال نمازِ عشاء پڑھ کر قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیتا اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اور میخِ دیوار ہاتھ سے پکڑ کر صبح تک ختم کر دیتا۔ ایک رات میں سیڑھی پر چڑھ رہا تھا میرے نفس نے کہا کاش تو ایک گھڑی سو جائے اور یوں تھوڑا سا آرام کر کے پھر اُٹھ کھڑا ہو جونہی یہ خطرہ میرے دل میں آیا میں ٹھہر گیا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ تین دن سے چالیس دن تک مجھے کھانے کے لئے کچھ نہ ملتا۔ نیند متشکل ہو کر میرے پاس آتی میں اس پر چلّاتا اور وہ چلی جاتی۔ دُنیاوی خواہشات اور لذائذ کئی شکلوں میں میرے پاس آتے میں اُن کو دھتکارتا اور وہ دُور ہو جاتے۔ میں نے ایک بُرج میں جس کا نام میرے طویل قیام کی وجہ سے بُرج عجمی پڑ گیا۔ گیارہ سال گزارے اس بُرج میں ایک روز میں نے اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم سے عہد کیا کہ جب تک مجھے نہ کھلائیں گے ہرگز نہیں کھاؤں گا اور جب تک نہ پلائیں گے ہرگز نہیں پیوں گا۔ پس چالیس دن بغیر کچھ کھائے پیئے گزر گئے اس کے بعد ایک شخص کھانا لے کر میرے پاس آیا اور رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدّت کی وجہ سے نفس نے مجبور کیا کہ کھانا شروع کر دوں لیکن میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے جو عہد اپنے پروردگار سے کر رکھا ہے اس کو ہرگز نہ توڑوں گا۔ پس میرے نفس نے اندر سے چلّا کر کہا ہائے بھوک، مگر میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اس حالت میں شیخ ابو سعید مخزّمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ پر گزرے۔ انہوں نے جب چلّانے کی آواز سُنی میرے پاس آ کر پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ صرف نفس کا اضطراب ہے۔ رُوح بفضلہٖ

مطمئن ہے۔ شیخ مخزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ میرے پیچھے باب ازج میں میرے پاس آؤ۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ گئے۔ میں نے دل میں کہا جب تک نہ لے جائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا، اتنے میں ابوالعباس حضرت خضر علیہ السلام آ گئے اور مجھ سے کہا اٹھو اور شیخ ابوسعیدؒ کے پاس چلو۔ پس میں ان کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کیا میرا کہنا کافی نہیں تھا کہ خضر علیہ السلام کو تکلیف کرنی پڑی اور ان کے کہنے سے تم آئے ہو یہ کہہ کر آپ مجھے اپنے گھر کے اندر لے گئے وہاں کھانا تیار تھا آپ مجھے خود کھلانے لگے۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا پھر آپ نے مجھے بیعت فرمایا اور اپنے ہاتھ سے مجھے خرقہ پہنایا اور میں آپ کی خدمت میں تحصیلِ علم میں مشغول ہو گیا۔ یہاں سے آپ کی حیاتِ مبارکہ کا نیا باب کھلتا ہے اور علمی اور روحانی مدارج پر آپ کے معراج کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے گزرنے والی آپ کی زندگی پاک کو تین مراحل پر تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

(۱) مرحلہ اوّل: اوائل عُمری یعنی پیدائشِ مبارک سے اٹھارہ سال تک جیلان کی زندگی جو والدہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی زیرِ تربیت اور ان کی خدمتِ پاک میں گزری اور وہ زندگی دراصل آپ کی اخلاقی رُوحانی صداقت کرامت اور بے نظیر اقدارِ اسلامی و انسانی کا ایک کامل نمونہ تھی اور آپ کی ولایت اور غوثیتِ کبریٰ کی منزل کے لئے سنگِ میل ثابت ہوئی۔

(۲) مرحلہ دوم: بغداد شریف میں آمد حصولِ تعلیم کے لئے دشواریوں اور مشکلات سے دوچار ہونا اور انتہائی ناموافق حالات میں بے مثال استقلال اور اپنے پیٹ اور نفس کی کسی خواہش سے مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربارِ صمدی کے سوا کسی اور طرف دستِ سوال دراز نہ کرنے میں ثابت قدمی، حد یہ کہ بھوک اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ سامنے بیٹھا ہوا آدمی کھانے کا لقمہ اپنے مُنہ کی طرف لے جاتا ہے تو غیر شعوری طور پر آپ کا مُنہ کُھل جاتا ہے مگر اس ہمت اور جوانمردی کو کن الفاظ میں بیان کیا جائے کہ دستِ

طلب پھر بھی نہیں پھیلاتے۔ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کی دُنیا بندگانِ خُدا سے خالی نہیں اور فوق کل ذی علم علیم کے ماتحت ایک سے ایک بڑھ کر صاحب علم و عرفان دُنیا میں موجود ہو سکتا ہے۔ لیکن اولادِ آدم صفی اللہ علیہ السلام میں بعد از انبیاء والمرسلین سید ولد آدم رحمتِ مکرم رسول الثقلین سید الکونین جناب رحمۃ للعالمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس فرزندِ ارجمند شہنشاہِ بغداد غوثِ الاعظم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مثال کہیں نظر آئے تو بایدو شائد اور اسی مضمون کو اپنے الفاظ میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بیان فرمایا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مُشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حصولِ تعلیم میں حائل مشکلات اور تکالیف کا مقابلہ کرنے اور ان پر بفضلہ حاوی آجانے میں اُمّتِ مُسلمہ اور خاص کر موجودہ مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ پاکستان میں جو بعض نام نہاد اسلامی تعلیمی مراکز اور مدارس کام کر رہے ہیں جس میں قوم کے ایسے سپوتوں اور نوجوانوں کو جنہیں دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے سکول یا کالج میں کسی بڑی سے بڑی سفارش پر بھی داخلہ نہیں مل سکتا یا جو ماؤں کے لاڈلے بیٹے والدین اور اساتذہ کی نگاہ میں سکول کی سطح پر حصولِ تعلیم کے قابل نہیں ہوتے کو قرآنِ پاک کی تعلیم رموز و معانی اور حفظ و ناظرہ یاد کرانے کے لئے ایسے اساتذہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو دراصل خود مغزِ قرآنی سے بے بہرہ تلاوتِ ویلات کے پھندے لگائے ہوئے اپنے تلامذہ کو گانے بھیک مانگنے اور ٹکر گدائی کے فن میں مہارتِ تامّہ عطا کر کے سندِ فضیلت عطا فرما دیتے ہیں اور ان میں سے بعض مُفتیانِ دینِ متین اور مقررینِ شُعلہ بیان اور بعض انشاذانِ لطیق اللسان بن کر قوم کے سامنے آتے ہیں۔ لیکن جب ان کا محاسبہ کیا جائے تو وہ صرف ہاتھ پھیلانے اور ٹُکر گدائی کے مختلف طریقوں میں ماہر اور انسانیت اور اسلام سے بالکل نابلد اور قاصر نظر آتے ہیں

ان کی خواہشاتِ نفس اور شکم زندہ ہوتے ہیں اور رُوح اور دِل مُردہ خانے کی نظر ہو چکے ہوتے ہیں، بلکہ ان کے استاذانِ فن نے ان کی رُوح کو مجروح اور دِل کو زخمی کر کے بے حس کر دیا ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ شاعرِ مشرق کی تنبیہہ سے ہی راہ پاتے، وہ فرماتے ہیں ؎

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

حضرتِ علّامہ مرحوم کی یہ حکمت حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ طیبہ پر مکمل دلالت کرتی ہے۔ عالی جناب نے خواہشاتِ نفسانی اور اشتہائے شکم کو شکستِ فاش دی اور دل کو اپنے مقام پر اور روح کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سکون میں رکھا اور شہنشاہی حاصل کر لی۔

(۳) **مرحلہ سوم: سیاحت و مجاہدات:** حصولِ تعلیم فقہ اصول و سندِ علم قرآن اور حدیث اور معقول و منقول میں مہارتِ تامّہ حاصل کرنے کے بعد آپ نے مجاہدات سے نفس کُشی اور رُوح پروری کو دل کی زندگی کا سامان بنایا اور ہمارے قارئینِ کرام پڑھ چکے ہوں گے کہ آپ نے کس قدر دشوار طریقے اختیار کئے اور کس طرح ان میں ثابت قدم رہے۔ ایک قدم پر کھڑے ہو کر سارا قرآنِ پاک ختم کرنا یا چالیس سال تک متواتر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنا یعنی متواتر چالیس سال کسی رات میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سونا امام العالم حضرتِ امام اعظم سراجُ الاُمّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگیٔ مطہرہ میں تو متصوّر ہو سکتا ہے لیکن آج کل کے صوفیوں، پیروں اور پہنچے ہوئے قلندروں کی زندگی میں تو حاشا و کلّا ان میں سے تو (نظرِ بد دُور) اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو شاید قرآنِ پاک کی اصلیت اور حقیقت سے بھی نا آشنا ہیں اور رہی نماز تو اس کو لوگوں نے معاذ اللہ حرفِ غلط سمجھ رکھا ہے اور وضو اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز تو ان کے ہاں جب نماز شاید نہیں تو وضو کیسا اور پھر ان میں سے ایسے بھی سُننے میں آئے ہیں جن کے معتقدینِ کرام اور مُریدینِ ذوالاحتشام فخریہ بیان کرتے ہوئے بڑی دون کی لیتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے بارہ سال تک پانی کو ہاتھ نہ لگانے کی قسم کھا رکھی ہے اور اسے اس کی بڑی کرامت بتاتے ہیں کہ متواتر بارہ سال سے ہر قسم کی نجاست اور غلاظت

کو اپنے جسم ناپاک کے ساتھ تہ در تہ جمائے جا رہا ہے واہ رے بدبختو! پیر ہے یا غلاظت کا ڈھیر۔ مزا تو جب تھا کہ بچہ جی بارہ سال نہیں بارہ ماہ بھی نہیں، بارہ دن بھی جانے دو بارہ گھنٹے ہی پانی نہ پیتے، روزہ تو ان کی طریقت میں شاید موجود ہی نہیں اور لذائذِ دُنیا تو ان کی زندگی کا ماحصل ہیں۔ باقی مُریدین اور اپنے نفس کو دھوکے دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ بعض نے منوں لوہا پہن رکھا ہوتا ہے اور یہ ان کی کرامت پر دلالت کرتا ہے۔ بعض عورتوں جیسا لباس پہن کر گھنگرو باندھ لیتے ہیں اور ڈھول تاشے کی تھاپ پر ٹاپ اور ناچ کر کرامت کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض حُقّہ، سگریٹ، مدھک، افیم، بھنگ اور چرس وغیرہ منہیات اور مسکرات کو درویشی کا کمال بتاتے ہیں اور گانجے افیم اور بھنگ میں دھت واہی تباہی بکتے ہوئے بزرگانِ کرام کے مزاراتِ عالیہ کے سامنے بھنگڑے اور دھما چوکڑی سے زائرین کے سکون کو تباہ کرنے کو بہت ہی بڑی کرامت شمار کرتے ہیں اور نماز اور نمازیوں پر آوازے کسنے کو درویشی کی معراج بتاتے ہیں اور ان میں بعض باوجود ان تمام خلافِ شرع شریف حرکات کے اپنے آپ کو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ملنگ کہتے ہیں اور بعض غلامِ غوث و معین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں بھلا ان پاک ہستیوں کے ساتھ ان ہر بلا نوش دُنیا پرست لوگوں کو کیا نسبت یہاں ایک جملۂ معترضہ آ گیا کہ بعض علمائے کرام کو دیکھا گیا ہے اور بعض کے متعلق پایۂ ثبوت کو بات پہنچتی ہے کہ وہ حُقّہ اور سگریٹ کے رسیا ہوتے ہیں اور جب مسکر ہونے میں حُقّہ سگریٹ وہی حیثیت رکھتا ہے جو پوست اور افیم وغیرہ تو اگر فقیر ان چیزوں کو استعمال کرلیں تو وہ کیوں مطعون ہوں جب کہ شیخ الاسلام مجدّد اکبر حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق چلم پینے اور پوست افیم وغیرہ کی چسکی لینے میں کوئی فرق نہیں اور دونوں ایک جیسی برباد کرنے والی چیزیں ہیں ؎

ناسی چلمی پوستی افیمی شرابی
آکھے نوشہ قادری ایہناں سدا خرابی

نوشۂ عالی جاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشادِ عالی کے مطابق تو حُقّہ سگریٹ گانجے

افیم اور دیگر مسکرات کے رسیا ایک ہی نگاہ سے دیکھے جانے چاہئیں۔ لیکن مسکرات کے رسیا مولوی صاحبان جب سگریٹ کا دُھواں اُڑاتے اور حقہ کے دُھویں کے کش کھینچ کر پیٹ کو آگ سے بھرتے ہُوئے سٹیج پر آتے ہیں تو فخرِ اسلام زندہ باد اور محی السُنّت زندہ باد اور علامۃ الدھر زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں اور جب یہ مولوی صاحب اپنی قوالی کے انداز سے مملو تقریر پیش کرتے ہیں تو انہیں روپے پیسے سے لاد دیا جاتا ہے اور ان گائیک علمائے کرام کے اساتذۂ کرام جو عُرف میں قوال صاحبان کہلاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ قوال کی ایک بات مولوی کی ہزار بات سے بہتر ہوتی ہے "سو سُنیار دی اِک ٹھٹھیار دی" اور یہ حضرات تو ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کی اکثریت حُقّہ، سگریٹ، بُوٹی افیم غرض تمام مسکرات کو بھی استعمال کرتے ہیں اور "ہزار بار بشوئم دہن بمشک و گلاب" بھی الاپے جاتے ہیں وہی نماز تو قوال حضرات کی اکثریت اس سے محفوظ ہے۔ رہے علمائے کرام جب وہ اپنی وعظ اور گانے سے محفل کو گرماتے ہیں تو پھر اکثر ان سے (مولوی ہونے کی وجہ سے) ہاتھ کھڑے کراتے ہیں کہ نمازِ باجماعت کی پابندی کا وعدہ کرو اور نعرۂ تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر اقرار کرو کچھ سادہ لوح لوگ دونوں ہاتھ اُٹھا کر وعدہ کرتے ہیں اور کچھ بزرگانِ باراں دیدہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر تک ہی کافی سمجھتے ہیں اور جب صبح کو لوگ جماعت میں شامل ہوتے ہیں تو مولوی صاحب ندارد ہوتے ہیں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ مولوی صاحب تقریر کے بعد لمبی تان کر سو گئے تھے اور ان کا یہ حکم تھا کہ انہیں کوئی جگانے کی کوشش نہ کرے وہ خود ہی جاگ جائیں گے اس کے بعد وہ آپ ہی آپ بھلے آدمیوں کی طرح ناشتے کے وقت جاگ جاتے ہیں اور لذیذ ناشتہ چکھنے کے بعد زادِ راہ لے کر گھر کو سدھار جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر اگلی رات کے شکار کے لئے پھندا درست کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر ایک بات ضرور قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ میرے محترم دوست اور کرم فرما حکیمِ اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ[1] ابنِ حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری جو

---

[1] ممتاز الاطباء الحاج مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب ۲۸ صفر ۱۳۴۶ ہجری بمطابق ۲۷ اگست

**بفضلہٖ جماعتِ اہل اللہ میں مقامِ تقرب الی اللہ رکھتے ہیں اور فی زمانہ اہلِ دل حضرات ک
مرجع ہیں اس چیز پر بڑے افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اب ان حالات میں پہنچ گئ**

۱۹۲۷ء کو چوک فرید امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیمات گھر پر ہی اپنے والد ماجد سے حاصل کیں اور قرآن پاک کی تعلیمات قاری کریم بخش اور حافظ خدا بخش سے حاصل کیں اور فارسی ادب مدرسہ نعمانیہ کے مفتی عبدالرحمن مطالعہ کیا۔ حضرت مولانا محمد عالم آسی متوفی ۱۳۶۳ ہجری سے بھی بعض علوم پڑھے ان علوم سے فراغت کے بعد علمِ طبؒ کی تمام و کمال کتب اپنے والدِ محترم سے پڑھیں اور طب میں امتیازی حیثیت حاصل کی۔ قیامِ پاکستان پر لاہور تشریف لے آئے اور ہر دو باپ بیٹے نے لوہاری دروازہ کے باہر مطب شروع کیا۔ لیکن ۱۹۴۹ء میں حکیم صاحب نے اپنا مطب مین بازار رام گلی نمبر ۲ میں منتقل کر لیا۔ والدِ محترم کی وفاتِ حسرت آیات ۱۳۷۱ھ / اپریل ۵۲ء پر مطب کی تمام ذمہ داریاں خود سنبھال لیں لیکن آپ کا مطب بہت جلد ہی جسمانی امراض کے ساتھ ساتھ روحانی امراض کے علاج کا بھی ایک قابلِ ذکر مرکز بن گیا اور مُبتلایانِ امراضِ جسمانی و روحانی کا وہ اژدحام ہونے لگا کہ آپ کو جلد ہی ۵۵ ریلوے روڈ پر ایک وسیع مطب کا بندوبست کرنا پڑا جہاں مریضانِ جسمانی کے علاوہ اہل دل اور اہلِ دانش و فرہنگ حضرات کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ میں حضرت میاں علی محمد صاحب بسی شریف والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ دامنِ عقیدت منسلک کیا۔ لیکن آپ بہت وسیع المشرب ہیں ہر قسم کے صحیح طبقے کی علمی معاونت کرتے ہیں۔ کشف المحجوب اور اس کے مصنف حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف داتا گنج بخش پر وسیع معلومات رکھتے ہیں اور حضور غوثِ اعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ شریف کے ترجمہ از ابوالبرکات مولانا عبدالمالک کھوڑوی کا آپنے بہت قیمتی اور مُدلّل مقدمہ لکھا ہے اور یہ قادری نسبت سے محبت کی وجہ ہے کہ آپ نے لاہور میں ۱۹۶۸ء میں مرکزی مجلس رضا کی طرح ڈالی اور اس کے سرپرستِ اعلیٰ مقرر ہوئے اور اسے شہرتِ عام اور بقائے دوام بخشنے کے لئے حکیم صاحب نے شب و روز کام کیا یہاں تک کہ اپنی صحت کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ حضرت جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی قادری کی تعلیم کو اُجاگر کرنے اور عوام و خواص تک پہنچانے میں حکیم صاحب کی کاوشیں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نظریات کو اُجاگر کرنے کے لئے حکیم صاحب کو مقرر فرما دیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کو اس وقت ۹۸۴ء کے اواخر تک ساٹھ سے زائد ایسی ساڑھے تین لاکھ کتب

ہیں کہ ہمیں اب کسی طرف سے روشنی کی کرن اور امید کی جھلک نظر نہیں آتی۔ البتہ وہ میرے اس خیال سے ضرور متفق ہیں کہ ہمارے ماضی قریب میں ہمارے اس لاہور شہر میں الحاج حضرت ابوالحسنات قادری[1] اور الحاج حضرت سید احمد المعروف ابوالبرکات قادری[2] ڈو ایسے

شائع کر کے مفت تقسیم کر چکے ہیں جن کا تعلق براہِ راست فاضل بریلوی یا ان کی تعلیمات سے ہے۔

حکیم صاحب نے ۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور روضۂ سیّدِ پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر حاضری بھری۔ مدینہ طیّبہ میں حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گنبدِ پاک کے سایہ میں رہتے تھے، حکیم صاحب پر بہت مہربان تھے۔ آپ نے حکیم صاحب کو دلائل الخیرات شریف اور قصیدہ بردہ شریف کی اجازت مرحمت فرمائی اور سب سے بڑی بات یہ کہ حکیم صاحب کو حکیم اہلِ سنّت کا اعزاز عطا فرمایا زہے نصیب! بظاہر تو یہ لقب حضرت مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانِ حق ترجمان سے ملا۔ لیکن میں کہتا ہوں یہ اعزاز دیارِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ملا، دامنِ گنبدِ پُرنور سے مِلا۔ بلکہ منظوری واجازت سیدِ یوم النشور سے ملا۔ واہ رے خوش قسمت نظرِ بد دُور نصیب ماشاءاللہ عزّت افزائی حکیم محمد موسیٰ حکیم اہلِ سُنّت زندہ باد!

حکیم صاحب کا مطب پچھلے وقتوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے جس طرح حضرت شیخ فریدالدین عطار اور حضرتِ حماد دباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے مطب پر تشنگانِ علوم ظاہر و باطن کا جمگھٹا رہتا تھا۔ ٹھیک اُسی طرح حکیم صاحب کے مطب پر بھی طالبانِ علم اور صاحبانِ معرفت و عرفان کا اجتماع روزانہ ہی ہوتا رہتا ہے وہ لوگ اپنی اپنی بساط کے مطابق فیض یاب ہوتے رہتے ہیں آئندہ روندہ کے خورد و نوش کا بھی بندوبست ہوتا رہتا ہے، کچھ طب کا بھی شغلہ چلتا ہے جس سے کچھ ذریعہ معاش کا پہلو بھی نکلتا ہے مگر حکیم صاحب کے وسیع اخراجات کے مقابل یہ آمدنی بہت قلیل ہے لیکن ربّ العزت کے فضل سے وقت بہت اچھا بسر ہو رہا ہے۔ حکیم صاحب بہت متوکّل آدمی ہیں ربِ کریم ان کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور اہلِ سُنّت کو ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ بفضلہٖ ویمنہٖ۔

(یہاں یہ بات بیان کر دینا بہت ضروری ہے کہ راقم (نثار نوشاہی) کو بھی دلائل الخیرات شریف کی اجازت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہے فالحمد للہ)۔

---

[1] الحاج سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۱۴ھ بمطابق ۹۷-۱۸۹۶ء ریاست الور

مینارِ نور موجود تھے جنہوں نے اپنے علم و معرفت کی ضیا پاشیوں سے اقصائے عالم کو منور کر رکھا تھا اور ان کے چھوڑے ہوئے اَن مِٹ نقوش اہالیانِ پاکستان بالخصوص اہلِ لاہور

بھارت میں پیدا ہوئے آپ کے والدِ ماجد سید دیدار علی شاہ الوری معروف خطیب اور عالم دین تھے عالی جناب سید ابوالحسنات قادری نے الور کے مقامی مکتب میں حافظ عبدالحکیم اور حافظ عبدالغفور سے قرآنِ پاک حفظ کیا اور قاری قادر بخش الوری سے قرأت اور تجوید کی مشق کی اردو فارسی کی تعلیم مرزا احمد بیگ سے حاصل کی درسِ نظامی کی ابتدائی کُتب اپنے والدِ ماجد سے پڑھیں اور پھر مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی شاگردی اختیار کر لی اور علم طب نواب حامی الدین احمد خان مراد آبادی سے حاصل کیا اس کے بعد آپ نے حصولِ علم کے لئے بڑے بڑے لمبے سفر کئے۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد آپ الور کے دینی رہنما کی صورت میں پہچانے جانے لگے ان دنوں الور کی ایک مسجد کو ہندوؤں نے شہید کر دیا تھا۔ آپ کی ذات میں قیادت کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ صلاحیتیں بھی موجود تھیں چنانچہ آپ نے اس مسجد کی از سرِ نو تعمیر کا عزم کیا اور مسلمانانِ الور کو زبان دی۔ خود گرفتار بھی ہوئے آپ کی مساعی سے ریاستی خرچ پر مسجد از سرِ نو تعمیر ہو گئی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ الور سے آگرہ آ گئے اور وہاں مطب شروع کر دیا۔ دریں اثناء آپ کے والدِ ماجد لاہور آ گئے تھے اور مسجد وزیر خاں میں خطبہ دیتے تھے انہوں نے کچھ مخصوص حالات کے پیشِ نظر ۱۹۲۶ء میں مسجد وزیر خاں کی خطابت سے استعفیٰ دے دیا تو مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس منصب پر فائز کر دیا گیا۔ آپ نے اس مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ چنگڑ محلہ کی ایک ویران مسجد کو آباد کیا اور اپنے والدِ مکرم اور برادرِ اصغر حضرت مولانا ابوالبرکات قادری کے تعاون سے دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی۔ پاکستان میں بریلوی نقطۂ نظر کے علمائے نے مارچ ۱۹۴۸ء کو ملتان میں ایک کانفرنس بلائی اور جمعیت العلمائے پاکستان کے نام سے ایک نئی تنظیم قائم کی جس کا آپ کو صدر منتخب کیا گیا اور آپ وصالِ مبارک تک اس عہدے پر متواتر ۱۳ سال فائز رہے۔ آپ نے تحریکِ پاکستان اور جہادِ کشمیر میں بھرپور حصہ لیا چندہ جمع کیا مجاہدین بھیجے اور بنفسِ نفیس میدانِ جہاد میں اتر گئے اور اگلے مورچوں پر جا کر مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا اور تمام مکاتیبِ فکر کے ذی شعور علمائے کرام نے آپ کی رہنمائی میں کام کرنے پر اتفاق کیا اور آپ کو مجلسِ عمل کا صدر منتخب کر لیا۔ اس ضمن میں آپ کو ایک سال تک محبوس بھی رہنا پڑا اُن دنوں جیل میں آپ بیمار ہو گئے اور رہائی کے ایک سال بعد ۲۰ جنوری ۱۹۸۱ء بمطابق

کے لئے مشعلِ راہ بن کر رہنمائی کرتے رہیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ جیسے میں اس سے پہلے وضاحت کر چکا ہوں کہ زمین اللہ تعالیٰ کے بندوں سے خالی نہیں ہوتی اور فی الحقیقت اس

---

۲ شعبان ساڑھے بارہ بجے دن خالقِ حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ نے اپنے پیچھے باقی اولاد کے علاوہ ایک صد افتخار نورانی خلف الرشید الحاج سید امین الحسنات خلیل احمد قادری اپنا قائم مقام چھوڑا ہے جو بفضلہٖ آسمانِ قادریت پر بدرِ منیر بن کر نور بکھیر رہا ہے۔

سید ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والدِ ماجد اور حضرتِ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے قادری فیض حاصل کیا اور حضرت سید علی حسین شاہ کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اجازت حاصل کی۔ آپ کے تبحرِ علمی کے ساتھ ساتھ آپ کا وعظ بہت فاضلانہ پُر لطف برمحل اور انتہائی پُر تاثیر ہوتا تھا۔ صاحبانِ دل بہت لمبے سفر کر کے آپ کا کلامِ بلاغت نظام سننے آتے۔ آپ اُردو و فارسی کے بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ اپنی رحلتِ پاک سے تھوڑی دیر پہلے آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

کائناتِ عشق بس اتنی مریضِ غم کی تھی　　ایک ہچکی میں طلسمِ آرزو باطل ہوا

رحلت کے بعد آپ کو ابدی آرام کے لئے حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احاطہ میں سپردِ خدا کر دیا گیا۔ سید ابو الحسنات صاحب کی تاریخِ پیدائش ۱۳۱۴ھ تذکرہ علمائے پنجاب سے لی گئی ہے جو یقیناً درست ہے۔ صاحبزادہ سید محمود احمد رضوی نے اپنے والدِ ماجد کے حالات میں ایک بہت ہی قیمتی اور پیارا ہیرہ علامہ سید ابو الحسنات پر سپردِ قلم کیا ہے جس سے آپ کی عظمت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

۲ الحاج سید ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۶ء ریاست الور بھارت میں پیدا ہوئے۔ یہ حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری کے چھوٹے صاحبزادے اور حضرت سید ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادرِ اصغر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیمات اور اس کے بعد صرف و نحو، اصول، منطق اور فلسفہ کی کتابیں اپنے جلیل القدر والدِ ماجد سے پڑھیں۔ پھر آپ نے صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی کے جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے درسِ نظامی کی سند لی اور علمِ طب میں مہارت حاصل کی اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں آپ بریلی شریف آ گئے اور کچھ عرصہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیرِ تربیت رہے۔ حضرت فاضل بریلوی رح

انحطاط کے دور میں بھی کچھ ایسے خدا یاد لوگ موجود ہیں جن سے ہم اپنی اُمید درست طور
وابستہ کرسکتے ہیں اور وہ ہر پہلو سے معائنہ کرنے کے بعد ہمارے معیار سے اعلیٰ وارفع

نے ۱۹۱۶ء میں آپ کو تمام علوم عالیہ اسلامیہ قرآن وحدیث، فقہ اور سلاسل اولیاء اللہ کے اذکار و اعمال کی خصوصی
سند اپنے دستِ خاص سے لکھ کر عطا فرمائی اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت فرما کر آپ کو اجازت وخلافت سے
نوازا۔ ۱۹۲۰ء میں آپ کے والدِ مکرم مستقل سکونت کے لئے لاہور آ گئے تو آپ آگرہ کی جامع مسجد کے خطیب مقرر
ہوئے اور اپنے زورِ خطابت سے مسلمانوں کی رگوں میں تازہ خون دوڑا دیا لیکن ۱۹۲۳ء میں آپ کو آپ کے والدِ ما
نے حضرت داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزارِ عالی کے ساتھ ملحق مسجد کی خطابت کے لئے
لاہور بلا لیا اور یہاں سے آپ کا پنجاب لاہور کی زندگی کے ساتھ تعلق شروع ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں آپ نے مرکزی انجمن
حزب الاحناف ہند لاہور کے نام سے ایک انجمن کی تشکیل دی جس کے زیرِ اہتمام ۱۹۲۶ء میں آپ کے برادرِ بزرگ
اور والدِ مکرم کے تعاون سے دار العلوم حزب الاحناف پورے نظم وضبط کے ساتھ جاری ہو گیا جس نے آگے چل کر
عالی جناب سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیرِ قیادت ایسے ایسے بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم پیدا کئے جنہوں نے
پنجاب والوں کے مشامِ جان کو عشقِ محبوبِ پاک صاحبِ لولاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مہکاروں سے
لبریز کر دیا اور سیّد صاحب حینِ حیات اگر کسی نے کوئی بات بھی کسرِ شانِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی
سوچی اور وہ آپ تک پہنچی تو اس نے ترکی بہ ترکی منہ کی کھائی اور سیّد صاحب نے وہ طمانچہ رسید کیا کہ بجز توبہ کے
کوئی راہ نہ دکھائی دی یا پھر ہمیشہ کے لئے روسیاہی اور عاقبت میں ابدالآبادی رُسوائی۔ حضرت سیّد صاحب قبلہ
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۳۱ء سے لوکو ورکشاپ لاہور میں جمعہ پڑھانا شروع کیا اور یہاں پر آپ نے باون سال
تک مسلسل خطبہ دیا۔ زہے نصیب لوکوشاپ والوں کے! آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں مضافات سے بہت لوگ
آتے ہیں اور گردونواح سے بھی لوگ بآسانی پہنچ جاتے ہیں اور عوام کے اصلاحِ احوال کے لئے یہ جگہ بہت موزوں ہے۔
آپ نے ۱۹۳۰ء میں اپنے استاد سید نعیم الدین مراد آبادی کی معیّت میں فریضۂ حج ادا کیا۔ آپ دینی اہمیت کے
مسائل اور تحریکات میں بھرپور دلچسپی لیتے تھے۔ تحریکِ شدھی کے زمانہ میں آپ نے اشاعتِ اسلام کے لئے اور
آریہ سماج کی تردید میں کام کیا سارداایکٹ کے برخلاف پرزور آواز بلند کی اور تحریکِ آزادی میں "دو قومی نظریہ"
کی تائید کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد علمائے اہلِ سنّت وجماعت میں اتحاد واتفاق کے لئے کوشاں رہے۔ دار العلوم

نظر آتے ہیں۔ ان میں ہمارے اس شہر لاہور میں فخرِ سیادت علامہ سیّد محمود احمد[ا] رضوی صاحب زید مجدہٗ کی ذاتِ گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے اور عالی جناب سیّد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قابلِ صد افتخار خلف الرشید جو شرافت اور دیانت کی مُنہ بولتی تصویر ہے جتنا سلیم الطبع اور بُردبار ہے۔ اس سے کہیں زیادہ معاملہ فہم اور نڈر بہادر ہے اور ملّتِ اسلامیہ اور ناموسِ رسالت (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم) کے لئے جس طرح اس مردِ میدان نے خم ٹھونک کر جہاد میں قدم رکھا ہے۔ یہ ایک خاص نعمتِ خُداداد ہے جو اہلِ پاکستان خاص کر

حزب الاحناف کی مسندِ حدیث و تفسیر پر متمکن تھے کہ طویل علالت کے بعد ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور گنج بخش روڈ پر دار العلوم حزب الاحناف کے وسیع صحن میں عازمِ فردوسِ بریں ہونے کے لئے سپرد خُدا کر دیئے گئے آپ نے اپنی پسماندہ اولاد اور لواحقین میں باقی سب کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان میں وہ رجل عظیم بھی یادگار چھوڑا ہے جس کے عزم و استقلال کے سامنے باطل کی چیرہ دستیاں اور معاندین کی بداندیشیاں کونوں کھدروں میں مُنہ چھپائے پھرتی ہیں اس فرزندِ اسلام کا نام سید محمود احمد رضوی ہے۔ شاید حضرتِ اقبال علیہ الرحمۃ نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے

ﷺ اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تندِ جولاں بھی نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

[ا] علامہ سیّد محمود احمد رضوی قادری مدّظلہٗ ۱۹۲۴ء میں رضوی سادات کے عالی شان گھرانے میں حضرت استاذ العلماء الحاج حضرت مفتی ابوالبرکات سیّد احمد المتوفی ۱۹۷۸ء کے ہاں آگرہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیمات اپنے گھر پر ہی حاصل کیں اس کے بعد لاہور آجانے کے بعد حزب الاحناف میں داخلہ لے لیا اور یہاں سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی اور ۱۹۴۶ء میں دستارِ فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ بیعتِ طریقت آپ نے حضرت علی حسین محدث کچھوچھہ شریف سے کی۔ لیکن فیض اپنے محترم والد مفتیٔ اعظم حضرتِ علامہ ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے حاصل کیا۔ حضرتِ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دار العلوم حزب الاحناف کے مہتمم تھے لیکن ضعیف العمری میں جناب سید صاحب عالی جاہ نے دار العلوم کا سارا اہتمام اپنے فاضل فرزند کے سپرد کر دیا اور آپ کی وفات ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء سے آپ باقاعدہ مہتمم دار العلوم ہیں۔ آپ ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۴ء متواتر پانچ سال رویتِ ہلال کمیٹی کے بلامقابلہ صدر منتخب ہوتے رہے اور آپ کی حینِ صدارت رویتِ ہلال کے اعلانات باقاعدہ شرع شریف کے مکمل احکامات کے پیشِ نظر ہوتے رہے۔

عاشقانِ سُلطان الانبیا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم یعنی مسلمانوں کو عطا ہوئی ہے اور اس کے لئے ہمیں دربارِ صمدی میں سجدۂ شکر بجالانا چاہیئے اور قبلہ رضوی صاحب کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دست بہ دُعا رہنا چاہیئے اور پھر ملتان میں مولانا سید احمد سعید کاظمی صاحب بھی ہیں جو اگرچہ عُمر کی ایسی حد میں داخل ہو چکے ہیں جو آدمی کو شیخ فانی بنا دیتی ہے مگر آج بھی ان کی حق ترجمان قلم اور حق بیان زبان مسلمانوں کی خوابیدہ رُوحوں کو جھنجھوڑ رہی ہے اور قوم کو ان سے بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں اور آپ کا نام نامی ہی ہر تعارف سے بڑھ کر ہے۔

مارچ ۱۹۸۴ء کو مشہور بادشاہی مسجد میں قاری عبدالباسط مصری کی قراءت کی تقریب میں ایک ایسا واقعہ پیش آگیا جو مسلمانوں کی غیرت اور عاشقانِ سید الکونین رسول الثقلین (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی حمیت کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے جو شکل وصورت میں مُسلمان ہی نظر آتے تھے شانِ رسالت میں گستاخی خاص کر نعرۂ "یارسول اللہ" کی مخالفت پر مسلمانوں کو اُبھارنا شروع کیا۔ پھر کیا تھا اس معاندانہ روش کا مُسلمانوں نے سختی سے نوٹس لیا اور متحد ہو کر کسی با مرد جواں مرد کو تلاش کرنے لگے کیونکہ کرسی اور سیاست کے پُجاری لیڈروں سے قوم کو کوئی اُمید نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جلّ وعلا کے فضل وکرم سے ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لئے خاندانِ رسالت کا جوہر نایاب قوم کی رہنمائی کے لئے عزت ووقارِ محبوبِ کردگار کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں آیا اور یکم اپریل ۱۹۸۴ء کو علامہ سید محمود احمد رضوی کی قیادت میں یارسول اللہ کانفرنس کی طرح ڈالی گئی اور آپ ہی کو صدر مجلسِ علمائے اہلِ سنت پاکستان مقرر کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں ۲۱ مئی ۱۹۸۴ء کو بعد نمازِ عشا بادشاہی مسجد لاہور میں ایک یادگار تاریخی "یارسول اللہ کانفرنس" منعقد ہوئی جو باوجود انتہائی انتظامی دشواریوں اور مخالفتوں اور یارسول اللہ کے معاندین کی ریشہ دوانیوں کے اتنی کامیاب تھی کہ لاہور کی تاریخ میں آسمان کے تاروں نے آدھی رات تک جاگ کر شاہی مسجد میں اتنے بڑے اجتماع کا شاید ہی کبھی نظارہ کیا ہو جس پر رُوزنامہ "نوائے وقت" کے اداریہ نویس انور قدوائی کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔ "لیکن علامہ محمود احمد رضوی نے جس بات پر علمِ جہاد بلند کیا تھا وہ اہم ترین اور سنگین مسئلہ تھا جس سے اختلاف بریلوی کیا کوئی مسلمان بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ۲۱ مئی کو علامہ محمود احمد رضوی نے تمام سرکاری رکاوٹوں کو روند ڈالا اور نہ صرف جلوس نکالا بلکہ بادشاہی مسجد میں جلسہ کیا۔" رضوی صاحب کی حق گوئی اور خود اعتمادی کا یہ عالم ہے کہ مجھے ان کے فرزندِ ارجمند سید مصطفےٰ اشرف نے بتایا کہ جس دن شاہی مسجد کے واقعہ کے ضمن میں رضوی صاحب

درج بالا چند سطور جو میں نے یہاں تحریر کر دی ہیں۔ بظاہر ان کا میرے موضوع سے کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا اور قاری شاید انہیں دخل در معقولات خیال کرے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان سطور کا میرے مضمون کے ساتھ گہرا رابطہ اور بہت ہی نزدیکی تعلق ہے ان الفاظ کے بیان کر دینے سے میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اس اصلیت سے بہت دُور ہٹے ہوئے زمانے میں بھی سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورانیّت تنویر بخش عالم ہے اور آج بھی قادری چراغ جگہ جگہ روشنی بکھیر رہے ہیں۔ بدعقیدگی اور بے راہ روی کے گُھپ اندھیروں میں گِھرے ہوئے مایوس اور مجبور انسانوں کے لئے شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روشن کئے ہوئے فانوس آج بھی چراغِ راہ بن کر امید بندھاتے ہیں اور منزل کا پتا دیتے ہیں۔

کی گواہی ہو رہی تھی تو آپ نے جج صاحب کو کہا تھا کہ آپ مجھے اور آزاد کو شاہی مسجد کے مینار سے نیچے دھکیل دیں اس طرح قدرت خود سچّے اور جھوٹے کا فیصلہ کر دے گی۔ گویا انہوں نے اپنے حسبِ حال ہی کہا ہے ؎

ہمیں تو عشقِ رسالت مآب سے ہے غرض ہماری جان بھی جائے تو کوئی بات نہیں

ربِّ کریم رضوی صاحب کے استقلال اور استقامت میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں ان کی قیادت سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بفضلہٖ و بمنّہٖ

حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا شجرۂ طریقت

حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلکِ طریقت جنیدیہ ہے اور اس سلسلۂ عالیہ میں حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا پیر حضرتِ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دو طرفہ فیض حاصل تھا۔ ایک طرف تو وہ حضرتِ امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے گھر کے خادم تھے اور آپ سے فیض یافتہ تھے۔ دوسری طرف آپ کی بیعتِ طریقت حضرتِ شیخ داؤد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی اور آپ کو ان سے خرقہ ملا تھا۔ چنانچہ یہ سلسلۂ عالیہ اوپر سے نیچے اس طرح پر ہے:

حضرت جناب سیّد المرسلین امام الانبیا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم

حضرت علی المرتضےٰ شیرِ خدا مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

حضرت امام حسن علیہ السّلام

حضرت امام حسین علیہ السّلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام

حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السّلام

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرت ابو الفضل عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ابو الحسن علی ہکاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت ابو سعید مبارک مخرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت شہنشاہِ بغداد سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

سنہری زمانہ

حضرت ابوسعید مخزمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آجانے سے اور آپ سے خرقہ خلافت حاصل کر لینے سے حضرتِ شہنشاہِ بغداد غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی مبارکہ کا سنہری دور شروع ہوتا ہے قبل اس کے کہ میں اس دور کے واقعات کی تفصیل بیان کروں میں بہجۃ الاسرار کی روایت سے ایک عجیب لیکن عبرتناک واقعہ سے اس دور کی ابتداء کرتا ہوں۔

حضرت ابوسعید عبداللہ محمد بن ہبۃ اللہ تمیمی شافعی نے جامع دمشق میں ۵۸۰ء میں بیان فرمایا کہ جوانی کے عالم میں میں اور ابن السقا مدرسہ نظامیہ بغداد میں زیر تعلیم تھے اور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمارے ہم درس تھے اس زمانے میں بغداد میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس کو غوث کہتے تھے وہ جب چاہے ظاہر ہو جاتا تھا اور جب چاہے غائب ہو جاتا تھا۔ ایک روز ہم تینوں نے اس غوث کی زیارت کے لیے جانے کا ارادہ کیا جب ہم روانہ ہوئے تو ابن السقا نے کہا کہ میں اس غوث سے ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھنا اس سے اس کا کچھ جواب نہ بن پڑے گا میں نے کہا میں بھی اس سے ایک سوال پوچھوں گا دیکھیں بھلا کیا جواب دیتا ہے سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ میں تو اس سے ہرگز کوئی سوال نہ کروں گا بلکہ صرف اسکی زیارت کی سعادت حاصل کروں گا اور اسی لیے میں وہاں جا رہا ہوں جب ہم اس غوث کے مکان پر پہنچے تو وہ وہاں موجود نہ تھا تھوڑی دیر کے بعد ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہوا ہے اس نے ابن السقا کی طرف غصہ بھری نگاہ سے دیکھا اور کہا ابن السقا تجھ پر افسوس ہے تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے جس میں مجھے لاجواب کردے وہ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے مجھے نظر آرہا ہے کہ تجھ میں کفر کی آگ شعلہ زن ہے پھر اس غوث نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اے عبداللہ کیا تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے یہ دیکھنے کے لیے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے تیری بے ادبی کے سبب دنیا تجھ پر کانوں تک چھا جائیگی پھر اُس نے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا آپ کو اپنے پاس بلا کر ساتھ بٹھالیا اور آپ کی تکریم فرمائی اور کہا اے عبدالقادر تو نے اپنے ادب

کے سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو راضی کر لیا ہے مجھے تو یوں نظر آرہا ہے کہ بغداد میں ایک عظیم الشان اجتماع ہے اور تم اس میں کرسی پر بیٹھے وعظ کر رہے ہو اور اعلان کر رہے ہو کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" اور میں گویا علمائے روئے زمین کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے اپنے مقام پر تیری عظمت اور وقار کے سامنے سر جھکا دیے ہیں یہ کہہ کر وہ غوث ہم سے غائب ہو گیا اور اس کے بعد پھر ہماری اس سے ملاقات نہیں ہوئی البتہ جو کچھ اس نے فرمایا اس کے مطابق ہی ہوا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی جلد تقرب الی اللہ کے مقام اعلیٰ وارفع پر فائز ہوئے اور آپ نے۔ ایک روز اثنائے وعظ "قدمی ھٰذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ" فرمایا اور اس وقت کے تمام اولیاء اللہ نے آپ کی فضیلت کو مان لیا لیکن ابن سقا کا یہ حال ہوا کہ وہ حصولِ علوم شرعیہ میں مشغول ہوا اور اس میں ایسا ملکہ حاصل کیا کہ بہت جلد اہلِ زمان پر فائق ہو گیا اور مشہور ہو گیا کہ تمام علوم میں اپنے ساتھ مناظرہ کرنے والے کو مات کر دیتا ہے بڑا فصیح و بلیغ اور وجیہہ تھا خلیفہ نے اس کو اپنا مقرب بنا لیا اور شاہِ روم کیطرف اس کو بھیجا۔ روم کے عیسائی بادشاہ نے جب اس کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگایا تو بڑے بڑے مشاق عیسائی پادریوں کو اس کے مقابلے کے لیے جمع کیا جب مناظرہ شروع ہوا تو اس نے مناظرہ میں سب کو خاموش کر دیا اور شاہ روم کے نزدیک اس کو بہت عزت و توقیر ملی۔ بادشاہ نے اس کو اپنا مقرب بنا لیا پھر اس اثنا میں ابن سقا نے بادشاہ کی لڑکی دیکھی اور اس پر فریفتہ ہو گیا اور بادشاہ سے اس کی لڑکی کا ہاتھ مانگا بادشاہ نے کہا اگر تم ہمارے عیسائی مذہب کو قبول کر لو تو میں اپنی لڑکی کا نکاح بہت خوشی سے تیرے ساتھ کر دوں گا چنانچہ ابن سقا نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور شاہِ روم کا داماد بن گیا اور پھر اُسے اس غوث کا قول یاد آیا اور اس کے حضور اپنی گستاخی اور شوخی آنکھوں کے سامنے آئی تب اُس نے دل میں کہا کہ یہ ساری مصیبت اسی سبب سے ہے۔

لیکن میری (حضرت عبداللہ بیان کنندہ کی) یہ حالت ہوئی کہ میں بغداد سے دمشق کی طرف آیا جہاں سلطان نورالدین زنگی ملک شہید نے مجھے بلایا اور محکمہ اوقاف میرے سپرد کیا میں اس کا حاکم ہو گیا اور دنیا ہر چہار سمت سے مجھ پر ٹوٹ پڑی سو ہم تینوں کے حق میں اس غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان بالکل درست نکلا ۔

اللہ والوں کی گستاخی

درج بالا واقعہ میں ابن السقا کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ گستاخی اور بدعقیدگی نے اسے کہاں سے کہاں پھینک دیا اسلام کے علوم شرعیہ کی معراج سے کفر اور نصرانیت کی تاریکی کے گڑھے میں ڈال دیا اور وہ جو جنت کی فضا میں مائل پرواز تھا اسے دوزخ کی تمازت میں جھونک دیا علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۲ پر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

" وفی ھٰذہ الحکایۃ التی کادت ان تتواتر فی المعنی لکثرۃ ناقلیھا وعدالتھم فیھا ابلغ زجر وآکد ردع عن الانکار علیٰ اولیاء اللہ تعالیٰ خوفاً من ان یقع المنکر فیما وقع فیہ ابن السقا من تلک الفتنۃ المھلکۃ الابدیۃ التی لا اقبح منھا ولا اعظم منھا نعوذ باللہ من ذٰلک ونسالہ بوجھہ الکریم وحبیبہ الرؤف الرحیم ان یؤمننا من ذٰلک ومن کل فتنۃ ومحنۃ بمنہ وکرمہ وفیھا ایضاً الحث علیٰ اعتقادھم والادب معھم وحسن الظن بھم ما امکن ۔"

یعنی اس حکایت میں جو ناقلین عادلین کی کثرت کے سبب معنیٰ کی رو سے متواتر ہے اولیاء اللہ سے انکار پر بڑی زجر و توبیخ ہے کہ مبادا منکر اولیاء اللہ ابن سقا

کی طرح ابدی ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائے کہ جس سے بدتر اور بڑا کوئی اور فتنہ نہیں ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کی ذات کریم اور اس کے محبوب پاک روف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنے احسان وکرم سے ہمیں اس سے اور ہر ایک فتنہ وبلا سے امن میں رکھے اور نیز اس حکایت میں اس امر کی بڑی ترغیب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اولیاء اللہ تعالیٰ کی نسبت حسن اعتقاد اور حسنِ ظن رکھنا چاہیے اور ان کا ادب کرنا چاہیے۔

جیسا کہ میں نے اس باب کے شروع میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید مخرّمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آنے سے جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ایک نیا اور سنہرا دور شروع ہوتا ہے تفصیل اس کی یوں ہے کہ حضرتِ شیخ مخرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغداد کے باب الازج میں ایک نہایت شاندار اور عمدہ مدرسہ تھا اور حضرتِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ جمیع علوم متداولہ بالخصوص علمِ قرأت، عِلمِ تفسیر، عِلمِ حدیث، عِلمِ فقہ، عِلمِ کلام، عِلمِ لغت، عِلمِ ادب علمِ نحو، عِلمِ صرف، عِلمِ عروض، علمِ مناظرہ، علمِ تاریخ، عِلمِ انساب، علمِ فراست وغیرہ میں بڑی شہرت اور ناموری حاصل کر چکے تھے اور علمائے بغداد کیا علمائے زمانہ سے سبقت لے چکے تھے اور یہ علوم انہوں نے مجاہدہ اور سیاحت میں قدم رکھنے سے پہلے ذی الحجہ ۴۹۶ھ میں مکمل کرکے اسناد حاصل کر لی ہوئی تھیں اس واسطے عالی مرتبت پیرِ طریقت حضرتِ مخرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس عظیم المرتبت مستقل مزاج مرید باصفا کے سپرد وہ مدرسہ کر دیا اور اس کا انتظام و انصرام تمام تر آپ کے زیر نگرانی آ گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مدرسہ میں رونق افروز ہونے سے طالبان علم اور اکتساب فیض کرنے والوں کا اژدہام ہونے لگا اور مدرسہ کو وسیع کرنا پڑا جو آپ کے زیر اہتمام امیر لوگوں کے اموال اور فقراء کے عمل سے بہت جلد وسیع کر دیا گیا اور اس کے گرد اگرد اور منازل اور مکانات بنائے گئے اس طرح وہ مدرسہ جو اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب

ہے ۵۲۸ھ میں مکمل ہوگیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسمیں تدریس اور فتویٰ کا کام شروع کردیا جو آپ کی حین حیات ظاہری جاری رہا اور علماء فقہا اور صلحا کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے فیض حاصل کیا دنیائے اسلام کے دور دراز مقامات سے تشنۂ علم آتے اور فائز المرام ہوکر اپنے وطنوں کو لوٹ جاتے شریف ابو عبداللہ محمد بن الخضر حسینی موصلی کا قول ہے کہ میں نے اپنے والد مکرم کو کہتے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرہ علوم میں کلام فرمایا کرتے تھے اور آپ کے مدرسہ میں تفسیر حدیث مذہبا اصولِ نحو اور قرأت کا درس ہوا کرتا تھا ہر شخص اپنی بساط کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکتساب فیض کرتا اور ہر کوئی آپ کے اوصافِ پسندیدہ اور اخلاقِ حمیدہ کی نسبت رطب اللسان تھا۔ کسی نے ذوالبیانین۔ کسی نے صاحب براہین، کسی نے کریم الجدین والطرفین۔ کسی نے امام الفریقین والطریقین اور کسی نے ذوالسراجین والمنہاجین آپ کو کہہ کر یاد کیا خلقِ کثیر نے آپ سے علم و فضل حاصل کیا آپ کے تلامذہ کی تعداد حدِ شمار سے باہر ہے اور بڑے بڑے علما و فضلا و صلحائے امت آپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

وعظ و تذکیر

آپ نے سب سے پہلے شوال ۵۲۱ کو سلسلۂ مواعظِ حسنہ شروع کیا بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق ۵۵۳ھ میں آپ نے وعظ کی ابتدا کرتے ہوئے فرمایا کہ ۱۶ شوال بروز سہ شنبہ ۵۲۱ھ کو نماز ظہر سے پہلے مجھے اپنے جدِّ امجد سید ولدِ آدم ابوالقاسم جنابِ رحمتِ عالیان و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی زیارتِ بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ عالیجناب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا اے میرے بیٹے! تو لوگوں میں وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتا؟ میں نے عرض کی میرے قابلِ صد افتخار ولئ نعمت میرے جدِ امجد صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیٰ آلک وسلم میں ایک عجمی آدمی ہوں بغداد میں بڑے بڑے فصحائے عرب موجود ہیں میں ان کے سامنے

کیسے کلام کی جرأت کروں اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنا منہ کھول میں نے منہ کھولا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سات بار اپنے دہن نور سے زلال رحمت یعنی لعابِ مبارک میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا اے میرے پیارے بیٹے لوگوں کو نصیحت کر اور حکمت و موعظۂ حسنہ سے اپنے ربِ کریم کے سیدھے راستے کی طرف بلا پس میں نماز ظہر پڑھ کر وعظ کے لیے بیٹھ گیا خلقت کا مجھ پر ہجوم ہو گیا بس میں گھبرا سا گیا تھوڑے تامل کے بعد میں نے سر اوپر اٹھایا تو سامنے اپنے مورثِ اعلیٰ مولائے کائنات حضرتِ علی مرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو جلوہ فرما دیکھا آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا اے میرے فرزند تو وعظ کیوں نہیں کرتا میں نے عرض کی مکرم و محترم والدِ ماجد میں کچھ گھبرا سا گیا ہوں آپ علیہ السلام نے فرمایا ذرا اپنا منہ کھول میں نے تعمیل حکم کی آپ علیہ السلام نے چھ بار چشمۂ کوثر یعنی دہنِ مبارک سے آبِ حیات یعنی لعابِ پاک میرے منہ میں ٹپکایا میں نے عرض کی آپ نے سات بار کیوں نہیں ڈالا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا سیدِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ادب کی وجہ سے ایسا نہیں کیا یہ فرما کر حضرتِ مولائے کائنات علیہ السلام میری نظروں سے اوجھل ہو گئے مگر بحرِ سخن کے سوتے میری زبان سے موجزن ہو گئے اور ربطِ کلام کا وہ غلبہ ہوا کہ ضبط کا یارا نہ رہا پھر کیا تھا شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہِ اقلیمِ سخن بھی ہو گئے اور فصحائے عرب میں سے کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ آپ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلی ہوئی ایک بات بلکہ ایک حرف پر بھی انگلی اٹھا سکے یا حرف گیری کی جرأت کر سکے کیوں نہ ہوتا جبکہ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ کے مہبطِ فیض سے زلالِ رحمت حاصل ہو گیا تھا اور بابِ مدینۃ العلم کے دہنِ نور سے فصاحت و بلاغت کا پیوند لگ گیا تھا یا اور آسان پنجابی الفاظ میں "جاگ" لگ گئی تھی مجھے یہاں میاں محمد قادری کھڑی شریف والوں کی ایک بات یاد آ گئی جو بالکل حسبِ حال ہے فرماتے ہیں

دودھ وجود تیرے وچ شیریں روغن دار سمانی
مرشد جاگ پرم دی لاوے تاں یہ جمے دودھ پانی

گل وچہ پھیرا غماں واگھت کے صدقوں رڑک مدانی
ہمت نال محمد بخشا مکھن آیا جانی

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت شیر خدا علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد یہ الفاظ خود بخود میری زبان سے بہہ نکلے۔

غواص الفکر یغوص فی بحر القلب درر المعارف
فیستخرجھا الی ساحل الصدد فینادی علیھا
سمساد ترجمان اللسان فتشتری بنفائس اثمان
حسن الطاعتہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ۵

یعنی فکر کا غواص دل کے سمندر میں معرفتوں کے موتیوں کے لیے غوطہ لگاتا ہے بس انکو سینے کے ساحل کیطرف نکالتا ہے پس ترجمان دل کا دلال اس پر بولی دیتا ہے پس وہ اُن گھروں میں کہ جن کے بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے حسن طاعت کے اچھے مول پر بکتے ہیں۔

حضرتِ غوث الوریٰ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم ظاہری و باطنی کی وسعت کا بیان احاطۂ قدرتِ انسانی سے باہر ہے اور میرے جیسا ناقص العلم اور سطحی آدمی اس کی صحیح تصویر کشی کس جرأت کس برتے پر کر سکتا ہے جس زبان پاک میں فیضِ مصطفائی اور نور مرتضائی شامل ہو گئے اب اس کے حسن بیان اور فصاحتِ لسان اور علوم رموزِ معرفت و منازلِ طریقت کی بھلا کوئی حد ہو سکتی ہے اور دوسرا کوئی باوجود دعوائے ہمہ دانی کے اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا چنانچہ بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق علامہ ابن جوزی کے صاحب زادے شیخ ابو محمد یوسف ذکر کرتے ہیں کہ مجھے حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بغدادی بندلجی نے بتایا کہ ایک روز میں اور میرے والد (یعنی علامہ ابن جوزی) سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر میراں محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے (اور حال یہ تھا کہ علامہ ابن جوزی کو اپنی علمیت پر بڑا ناز تھا اور وہ کسی دوسرے کو اپنے مدمقابل عالم تصور نہیں کرتے تھے اور مجلس پاک شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ بطور آزمائش و امتحان شامل ہوئے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبلغ علم اور معیار لیاقت کا اندازہ کریں) حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے قاری

نے قرآنِ پاک کی ایک آیۂ مبارکہ کی تلاوت کی حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں ایک وجہ بیان فرمائی میں نے تیرے والد سے پوچھا تو اس وجہ کو تو جانتا ہے اُس نے کہا ہاں پھر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور وجہ بیان فرمائی میں نے تیرے والد سے پوچھا کیا تو یہ وجہ بھی جانتا ہے تو اس نے کہا ہاں اس طرح ایک آیت کی گیارہ وجہیں بیان فرمائیں میں ہر بار تیرے والد سے پوچھتا جاتا تھا کہ کیا تجھے یہ وجہ معلوم ہے اور وہ ہر بار ہاں کہے جاتا اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ سے آگے ایک وجہ بیان فرمائی جب میں نے تیرے والد سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا مگر شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے آگے بھی وجہیں بیان فرمائیں جو ساری کی ساری تیرے باپ کی وسعت علم کی رسائی سے آگے تھیں اور تیرا باپ تصویر حیرت بنا گم سم بیٹھا تھا اور حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسعتِ علم پر حیران و متعجب تھا اس کے بعد حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب ہم قال کو چھوڑ کر حال کیطرف آتے ہیں آپ نے ایک دفعہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اپنی زبانِ نور سے ادا فرمایا بس پھر کیا تھا ہر طرف لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا اور تیرے والد بالکل بے خود ہو گئے اور انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک روایت میں ہے کہ منبر کے پاس جا کر اپنا سر غوث پاک رضی اللہ عنہ کے قدموں میں رکھ دیا۔ بہجۃ الاسرار ہی کی روایت کے مطابق عالم زاہد حضرت سعد الخیر انصاری اندلسی بیان فرماتے ہیں کہ ۵۲۹ھ میں میں حضرت غوث الاعظم سید شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلسِ پاک میں حاضر ہوا میں آخری صفوں میں تھا آپ زہد پر کلام فرما رہے تھے مخلوقِ خدا کا اژدہام تھا دور و نزدیک آپ کی آواز یکساں پہنچ رہی تھی میرے دل میں خیال آیا کاش آپ معرفت پر کلام فرماتے پس آپ نے زہد کو چھوڑ کر معرفت پر وہ کلام فرمائی کہ ویسی میں نے اس سے پہلے کبھی سنی نہیں تھی پھر میرے دل میں آیا کاش آپ شوق پر کلام فرمائیں پس آپ نے معرفت کو چھوڑ کر شوق پر وہ تقریر فرمائی کہ باید و شاید پھر میرے دل میں آیا کاش آپ علمِ فنا و بقا پر تقریر فرمادیں پس آپ نے شوق کو چھوڑ کر فنا و بقا پر ایک بے نظیر تقریر فرمائی پھر میرے دل میں آیا کاش آپ علم غیب و حضور پر کچھ بیان فرمادیں پس آپ نے فنا و بقا کو چھوڑ کر غیب و حضور پر وہ مدلل تقریر فرمائی کہ ایسی کبھی سننے

میں نہ آئی تھی پھر آپ عالی جناب غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا نام لے کر مجھے مخاطب فرمایا اگرچہ میں آپ سے بہت دور تھا اور یہ آپ کی مجلس پاک میں میری پہلی حاضری تھی، اور کہا:

"اَبُو الحسن تیرے لیے کافی ہے"

یہ سن کر میں اپنے آپ میں نہ رہ سکا اور میں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں اکابر مشائخ عراق و علمائے کرام و مفتیانِ عظام کے علاوہ ملائکہ اور جنّات اور رجال الغیب بکثرت حاضری بھرتے تھے جب آپ کرسی پر رونق افروز ہوتے تو لوگ گم سُم بے حس و حرکت بالکل ساکت اور ساکن ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ جاتے کوئی شخص لعاب دہن نہ پھینکتا اور نہ ہی ناک صاف کرتا نہ کلام کرتا نہ آگے جانے کے لیے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری رہتی اور آپ کی مجلسِ پاک میں دور نزدیک بیٹھنے والے آپ کی آواز معجز نظام کو یکساں سنتے آپ کی نگاہِ نور دورانِ وعظ سامعین کے قلوب پر رہتی اور آپ انکے دلی فطرات کیمطابق کلام فرماتے جب آپ نے وعظ و تذکیر کا سلسلہ شروع کیا تو اژدہام کی یہ کیفیت ہوئی کہ بابِ حلبہ کے مصلّے میں گنجائش نہ رہی آخر آپ نے اس محلہ کی عیدگاہ میں جا کر وعظ کہنا شروع کیا وہاں بھی باوجود وسعت کے تنگی ہوئی تو آپ نے شہر سے باہر بڑی عیدگاہ میں مجلس پند و نصائح قائم کی وہاں لوگ جوق در جوق پیادہ و سوار آتے اور بہت سے مجلس میں چاروں طرف کھڑے رہتے مجلس میں حاضرین کی تعداد عموماً ستر ہزار سے تجاوز کر جاتی۔ حضرت شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہجۃ الاسرار میں روایت ہے کہ میں نے جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو کئی دفعہ حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ وعظ میں جلوہ فرما دیکھا ہے کیونکہ آقا غلام کی اپنی آمد سے عزت افزائی فرماتا ہے اور انبیائے کرام کی ارواحِ مقدسہ زمین و آسمان میں اس طرح پھرتی ہیں جیسے دنیا میں ہوائیں چلتی ہیں اور جنات رجال الغیب اور ابرار و اخیار آپ کی مجلس کیطرف لپکے چلے آتے تھے اور شرائف التواریخ کی روایت کے مطابق اس مجلس کے ایسے حاضرین جو نظر نہیں آتے تھے سامنے موجود لوگوں

سے سو چند ہوتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام تو اس مجلس پاک میں ہمیشہ موجود ہوتے تھے حضرت ابو سعید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتِ خضر علیہ السلام سے حاضر باشی کیوجہ دریافت کی تو آپ نے جواب دیا کہ جو شخص فلاح چاہے اس پر اس مجلس کی ملازمت لازمی ہے چار سو عالم فاضل کاغذ قلم دوات لے کر آپ کے فرمودات عالیہ کو لکھنے کے لیے ہر وقت موجود رہتے تھے اور جو ارشادات عالیہ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلتے تھے زیبِ قرطاس کر لیے جاتے تھے کئی دفعہ دورانِ وعظ آپ لوگوں کے سروں سے اوپر ہوا میں کئی قدم چلتے اور پھر اپنی کرسی پر واپس آجاتے آپ کا ایک خادم ابو محمد عبد اللطیف المعروف خطاب بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ دوران وعظ آپ چند قدم ہوا میں اڑتے اور آواز دی اے اسرائیلی ٹھہر اور آ ذرا محمدی کا کلام سن پھر آپ اپنی جگہ پر تشریف فرما ہو گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا ابو العباس خضر علیہ السلام ہماری مجلس سے بڑی تیزی کے ساتھ گذر رہے تھے اس واسطے میں نے انہیں وہ بات کہی جو تم لوگوں نے سُنی اور وہ ٹھہر گئے اس کے بعد خضر علیہ السلام باقاعدگی کے ساتھ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ وعظ میں حاضر رہا کرتے تھے آپ کی مجلسِ پاک میں انوار و تجلیات کی بارش اور رحمتوں کا نزول ہوا کرتا تھا شیخ ابو حفص عمر بن حصین الطیبی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا عمر میری مجلس میں حاضر رہا کرو کیونکہ اسمیں خلعتیں اور انعامات تقسیم ہوتے رہتے ہیں اور افسوس اس پر جسکے ہاتھ نہ آئیں ایک دن مجلس پاک میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے سُرخ خلعتیں اتر رہی ہیں اور اہل مجلس پر گر رہی ہیں چونک کر میں نے آنکھیں کھول دیں اور لوگوں کو بتانے کیلئے لپکا لیکن حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دیکر روکا اور فرمایا بیٹے! خاموش رہ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ ۔ انھی ابو حفص رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں حضور سلطان الاولیا سیدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ پاک میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ بلور کی قندیل کی مانند کوئی چیز آسمان سے اتری ہے اور وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ اقدس کے سامنے آگئی ہے اور پھر واپس آسمان کی طرف چڑھ گئی اور تین بار ایسا ہی نظر آیا حیرت و استعجاب سے مغلوب ہو کر

یں نے چاہا کہ لوگوں کو بتادوں مگر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا اور فرمایا ہمارے بھید کو امانت رکھ چنانچہ میں نے آپ کی حینِ حیات یہ بات کسی پر ظاہر نہ کی آپ کا بیان اتنا دلپذیر حسین اور پرتاثیر ہوتا تھا کہ آپ کی مجلسِ وعظ میں کئی عیسائی اور یہودی اسلام قبول کر لیا کرتے تھے اور خارجی اپنے عقیدۂ باطلہ سے رجوع کر لیا کرتے تھے قاتل راہزن فاسق اور ڈاکو تائب ہو جاتے تھے شیخ عمر فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک راہب آپ کی مجلس عالی میں حاضر ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف با اسلام ہوا اُس نے بتایا کہ :

"میں یمن کا رہنے والا ہوں میرے دل میں اسلام کا شوق پیدا ہوا اور میں نے اپنے آپ سے عہد کر لیا کہ یمن میں جو سب سے نیک مسلمان نظر آئے اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لوں میں اسی فکر میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے نیند آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ عیسٰی علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ اے سنان! بغداد میں جا کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ نور پر اسلام قبول کرلے کیونکہ اس وقت ساکنانِ روئے زمین میں وہ سب سے بہتر ہیں"۔

اسی طرح ایک دفعہ تیرہ عیسائی آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر داخلِ دائرہ اسلام ہوئے اُنھوں نے بتایا :

"ہم مغرب کے رہنے والے ہیں ہمارے دلوں میں مسلمان ہونے کا اشتیاق پیدا ہوا مگر ہم متذبذب تھے کہ کس کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں پس ہمیں پردۂ غیب سے آواز آئی اے فلاح کے طالب سوارو! بغداد شریف میں جاؤ اور وہاں جا کر حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ آپ کی برکت سے تمہارے دل میں وہ ایمان ڈالا جائے گا جو اور کہیں تمہیں میسّر نہیں آئیگا"۔

چنانچہ بقول شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروایت شریف التواریخ آپ کے دست حق نما پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ ایمان لائے اور ایک لاکھ سے زیادہ ملحد چور ڈاکو اور اہل فساد تائب ہوتے۔ آپ کے فرزند ابو عبداللہ عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان

فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے تھے جمعہ کی صبح اور بدھ کی شام کو مدرسہ میں اور اتوار کی صبح کو رباط یعنی خانقاہ میں آپ کی مجلس میں ہر موقع وعظ کے وقت کثیر التعداد سامعین حاضر ہوتے تھے اور علماء و فضلاء و مشائخ کی بھی بہت بھاری جماعت حاضر رہتی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک چالیس سال تک متواتر لوگوں کو مواعظ حسنہ سے مستفید فرمایا اور ۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک اپنے مدرسہ میں درس و تدریس اور افتاء کا کام سرانجام دیا آپ کی مجلس پاک میں دو شخص ترتیل و تجوید سے الحان کے بغیر قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے اور شریف ابوالفتح ہاشمی بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس عالی کے قاری تھے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ جل مجدۃ الکریم نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس نورِ نظرِ مازاغ البصر کو فصاحت و بلاغت اور تاثیرِ مواعظ و نصائح میں وہ مقام عطا فرمادیا کہ آپ اپنے ہمعصروں پر سبقت لے گئے اور بغداد شریف میں موجود اور اس کے باہر ہر مقام پر اہل علم اور اہل اللہ نے آپ کی عظمت کا لوہا مان لیا اور آپ کی غوثیتِ کبریٰ کو تسلیم کر لیا اور پھر رب کریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ رعب اور بزرگی عطا فرمائی کہ کیا امیر کیا فقیر کیا بادشاہ کیا وزیر کیا دیندار اور کیا دنیادار کیا اغیار اور کیا ابرار اور کیا مسکین اور کیا زردار اور کیا بوریا بردار اور کیا تاجدار سبھی اہل وقت اپنے آپ کو حضرت شہنشاہِ بغداد میراں محی الدین سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درگاہِ عالم پناہ کا حاشیہ بردار کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگے۔

خلیفہ بغداد دربارِ شہنشاہِ بغداد میں

جب اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے فضل و کرم سے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ پاک کے طفیل حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت و ناموری کو چار چاند لگا کر چار دانگِ عالم پر آپکی توقیر و رفعت کا سکہ جما دیا تو امراء کا میلان بھی آپ کی طرف ہوا آپ نہیں چاہتے تھے کہ ان دنیا پرست لوگوں سے راہ و رسم پیدا فرمادیں لیکن آپ

مشن چونکہ تعمیری اور اصلاحی تھا اور آپ ہر بھولے بھٹکے اور راہ گم کردہ کی رہنمائی کرنا اپنے فرائض میں سمجھتے تھے اس واسطے آپ اپنے دربارِ عالی میں آنے والے کسی بھی انسان کی دل شکنی پسند نہیں فرمایا کرتے تھے لیکن چونکہ آپ یہ بھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ دنیاوی جاہ وحشمت رکھنے والے امرو وزرا کے لیے بطور ادب کھڑے ہو کر سلامی پیش کیجائے اس واسطے اوائلِ حالات میں جب مخلوق کا عام رجوع آپ کی جانب ہوا تو جب بھی کوئی ذی جاہ دنیا کا گدا آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ اس کے آنے سے پہلے گھر کے اندر تشریف لے جاتے اور اس کے آنے کی اطلاع پر باہر آکر اس سے ملاقات فرماتے مقصد صرف یہ ہوتا کہ اس کے لیے تعظیماً کھڑا نہ ہوا جائے انہی ایام میں خلیفۂ بغداد المستنجد باللہ آپ کے پاس حاضر ہوا اس کا دلی مقصد آپ کی آزمائش کرنا تھا وہ آپ کی خدمت میں بیٹھا اور باتوں باتوں میں آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کرامت کا طلبگار ہوا بہجۃ الاسرار میں روایت ہے کہ عالی جناب نے خلیفہ سے دریافت فرمایا کہ تم کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو خلیفہ نے ایک لحظہ تامل کے بعد کہا کہ آپ مجھے سیب کھلائیں لیکن وہ موسم ایسا تھا کہ اس موسم میں سیب نہیں مل سکتا تھا آپ نے مسکرا کر ہوا میں ہاتھ پھیلایا اور دو بہترین خوش رنگ سیب آپ کے دستِ کرامت میں تھے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان میں سے ایک اپنے پاس رکھا اور ایک مستنجد کو دیا اور چھری لیکر اپنا سیب کاٹا جو بہت ہی خوش ذائقہ لذیذ اور خوشبودار نکلا پھر آپ نے چھری مستنجد کو دی جب اُس نے اپنا سیب کاٹا تو اس میں سے کیڑے نکلے اور بدبو آنے لگی خلیفہ نے حیرت اور قدرے شاہی تمکنت کیسا تھ پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اور کیا سبب ہے کہ غیر موسم کا پھل میں نے طلب کیا جو آپ نے کرامت سے ہوا سے ہی پکڑ لیا اور انہیں سے ایک سیب آپ کے ہاتھ سے میں نے لیا اور دوسرا آپ کے پاس رہا بظاہر دونوں سیب ایک جیسے خوشنما اور دیدہ زیب نظر آئے تھے مگر چیرنے پر آپ کے ہاتھ والا سیب بہت عمدہ لذیذ اور خوشبودار نکلا مگر جو میرے ہاتھ میں آیا وہ چیرنے پر بدبودار نکلا اور اسمیں کیڑے موجود ہیں مجھے اس کا شافی جواب چاہیے کیونکہ میں متذبذب سا ہو گیا ہوں خلیفۂ بغداد کو یہ خیال تھا کہ میں بادشاہِ بغداد ہوں اور میرے مخاطب ایک صوفی منش درویش ہیں اُسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اگر وہ شاہِ بغداد

ہے تو اس کے سامنے شہنشاہِ بغداد رونق افروز ہیں اور وہ حاضرین کے دل کے خطرات
ملاحظہ فرما کر کلام فرماتے ہیں خلیفہ مستنجد باللہ نے جب یوں رعونت اور استعجاب سے
کی تو عالیجناب سرکارِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسکراتے ہوئے بڑے پُروقار لہجے
میں فرمایا!

اے خلیفہ! سیب دونوں ایک جیسے لذیز پاکیزہ اور خوشبودار تھے مگر تیرے
والے سیب میں کیڑے اس واسطے نکلے کہ اس کو ظالم کے ہاتھ لگ گئے ہیں
تو خداوند برتر و بالا سے ڈر اور مخلوقِ خدا پر ظلم و ستم روا رکھنا ترک کر تاکہ تیری
عاقبت درست ہو جائے اور تیری منزل آسان ہو جائے۔

خلیفہ کو یہ سُن کر غش آگیا اور آپ کے سامنے تائب ہوا اس کے بعد وہ آپ کی
مجالسِ نور میں حاضری دیتا رہتا تھا اور وہاں سے پند و نصائح کے جواہرات سے دامن
بھرتا رہتا تھا ایک دفعہ جمعہ کے روز دورانِ وعظ آپ کو چھینک آئی آپ نے الحمد للہ کہا تو
ساری مسجد سے لوگوں نے اس کا جواب دیا اور یرحمک اللہ۔ یرحمک اللہ سے
ساری مسجد گونج اٹھی خلیفہ بھی اس وقت مسجد کے دالان میں موجود تھا اس نے پوچھا یہ شور
کیسا ہے لوگوں نے بتایا کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھینک لی ہے اور لوگوں نے اس
کے جواب میں یرحمک اللہ کہا ہے یہ سن کر خلیفہ مستنجد باللہ حیران و ششدر رہ گیا اور بہت خوفزدہ
ہوا اور سچے دل سے آپ کا مطیع فرمان اور معتقد ہو گیا۔ شیخ عبد اللہ حسینی موصلی جنہوں نے
تیرہ سال سیدنا غوث محی الدین حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی فرماتے ہیں کہ
خلیفۂ وقت وزراء اور امراء آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوتے تو آپ کے مبارک ہاتھوں
کو بوسہ دیتے اور آپ کے سامنے نہایت تواضع اور انکسار سے بیٹھتے جب کبھی آپ خلیفۂ وقت
کو کچھ لکھتے تو یوں فرماتے عبد القادر تجھے حکم دیتا ہے اور اسکا حکم نافذ ہے اور اس کی اطاعت
تجھ پر واجب ہے وہ تیرا پیشوا ہے اور اس کا حکم ماننا تجھ پر واجب ہے اور وہ تجھ پر حجت
ہے جب خلیفہ کے پاس آپ کا حکم نامہ پہنچتا تو وہ پاس ادب سے کھڑا ہو جاتا اور خط کو بوسہ
دیکر سر پر رکھتا اور کہتا میرے آقا سید شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا ہے

بہجۃ الاسرار میں ہی روایت ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ مستنجد باللہ آپکی زیارت کے لیے حاضر ہوا اور
آپ کے سامنے دس عدد تھیلیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی رکھیں عالی جناب محبوبِ سبحانی
غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار فرمایا کہ ان تھیلیوں میں کیا ہے تو خلیفہ نے
جھکتے ہوئے عرض کی عالیجاہ کے لیے نذرانہ لایا ہوں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بھلا
مجھے دنیا کے اس مال سے کیا غرض لیکن خلیفہ نے پھر بھی اصرار کیا تو شہنشاہِ بغداد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے ان میں سے دو تھیلیاں اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں اٹھا کر دبائیں تو
دونوں سے خون بہہ نکلا آپ نے ترشرو ہو کر خلیفہ کیطرف دیکھا اور فرمایا مستنجد اللہ تعالیٰ جَلَّ وعلا
سے نہیں ڈرتے اور اس کی بے گناہ مخلوق کا ناحق خون چوستے ہو اور اس میں سے مجھے بھی نذرانہ پیش
کرتے ہو خلیفہ یہ دیکھ کر بیہوش ہو گیا اس کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا اور جب اپنے آپ میں
آیا بہت شرمسار اور خوفزدہ اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا جنابِ قطبِ مدار غوثِ الابرار رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ لحاظ نہ ہوتا کہ یہ حضور نبیٔ اکرم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے
چچا جان کی اولادِ پاک سے ہے تو یہ خون اتنا بہتا کہ اس کے محلوں اور گھر تک پہنچ جاتا۔

اولیائے عظام آستانہ شہنشاہِ بغداد پر

شیخ ابو عمر عثمان صریفینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہجۃ الاسرار میں روایت کرتے ہیں کہ شیخ بقا
بن بطو اور شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اور شیخ ابو سعد قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور غوث الاعظم رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے مدرسہ میں آیا کرتے تو آکر جھاڑو دیا کرتے اور چھڑکاؤ کیا کرتے تو انہیں ایسا کرتے
دیکھ کر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ بیٹھ جاؤ وہ عرض کرتے کیا ہمارے لیے امان ہے
آپ فرماتے ہاں تو وہ بیٹھ جایا کرتے اور بڑے ادب اور انکسار سے حاضری بھرتے عالیجناب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جب کہیں جانے کے لیے سوار ہونے لگتے تو ان تینوں بزرگوں میں سے جو بھی موجود ہوتا وہ
آپ کے سامنے غاشیۂ زین اٹھا کر اور آپ کی رکاب کو تھامے چند قدم چلتا آپ انہیں ایسا کرنے
سے منع فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم اس سے قرب الٰہی طلب کرتے ہیں شیخ عثمان یہ روایت بھی کرتے
ہیں کہ میں نے مشائخ عراق کو دیکھا ہے کہ وہ جب حضور عالی جاہ غوث پاکِ عالم پناہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے مدرسہ یا خانقاہ کے نزدیک پہنچتے تو تقبیل عتبۂ عالیہ کرتے اور آستانہ مبارک کو بوسہ دیتے
حضرت شیخ حفص عمر بن شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار
جمعہ کے روز میرے والدِ مکرم جمعہ کی نماز کے لیے روانہ ہونے کیلیے خچر پر سوار ہونے لگے آپ
نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا پھر فوراً ہی نکال لیا اور کافی دیر خچر کو ہاتھ میں پکڑے وہیں کھڑے رہے
پھر پاؤں رکاب میں رکھا اور خچر پر سوار ہو کر نمازِ جمعہ کے لیے تشریف لے گئے جب نماز ہو چکی تو
میں نے اس کا سبب پوچھا والدِ مکرم نے فرمایا اس وقت بغداد شریف میں سیدنا غوثِ پاک شیخ عبدالقادر
جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چاہتے تھے کہ خچر پر سوار ہو کر جامع مسجد کو تشریف لے جائیں آپ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کے لحاظ کی خاطر میں پہلے سوار نہ ہو سکا کیونکہ رب العزّت نے آپ کو تمام
اہلِ زمانہ پر مقدم بنا دیا ہے اور آپ کو تمام اولیا اللہ کے مراتب سے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے
اور انکے احوال پر قادر بنایا ہے۔ حضرت علی بن ابی نصر الہیتی زریران سے حضور غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے آپ کے ساتھ آپ کے بڑے بڑے جید اور عظیم المرتبت
اصحاب ہوتے تھے جب وہ بغداد کے قریب پہنچتے تو اپنے دوستوں سے فرماتے کہ دریائے دجلہ میں
غسل کر لو اور آپ بھی انکے ساتھ غسل کر لیتے پھر اُن سے فرماتے کہ اپنے دلوں کو صاف کر لو اور
خطرات کو روکو کیونکہ ہم سلطان و شہنشاہِ بغداد کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں جب آپ
بغداد میں داخل ہوتے تو لوگ آپ کی طرف بھاگتے مگر آپ فرماتے سیدنا شیخ عبدالقادر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھاگو اور جب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر
پہنچتے تو جوتے اتار دیتے اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت کیلئے ٹھہر جاتے شہنشاہِ
بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں آواز دیتے اور فرماتے بھائی میرے پاس آؤ یہ حکم ملنے پر آگے بڑھتے
اور حضور عالی جاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں اپنے پہلو میں جگہ دیتے۔

انہی شیخ علی الہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۵۶۲ھ میں زریران میں بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں
حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے گیا میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ مدرسہ
کی چھت پر نمازِ ضحیٰ ادا فرما رہے ہیں اور میں نے دیکھا کہ رجال الغیب کی چالیس صفیں کھڑی ہیں
اور ہر صف میں ستر آدمی موجود ہیں میں نے ان سے کھڑے ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا

جب تک قطب دوراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز نہ پڑھ لیں اور ہمیں بیٹھنے کی اجازت نہ دیں ہم نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ آپ کا دستِ مبارک ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے اور آپ کا پائے مبارک ہماری گردنوں پر ہے اور آپ کا حکم بجالانا ہم سب پر واجب ہے پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو سب جلدی جلدی آپ کی طرف بڑھے اور آپ کو سلام کیا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا شیخ علی ہیتی مزید فرماتے ہیں کہ جب ہم جنابِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیتے تو گویا تمام نیکی کو دیکھ لیتے تھے۔ شیخ ابوالقاسم محمد بن احمد بن علی الجہنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور غوثِ پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرسی کے نیچے بیٹھا کرتا تھا اور آپ کے نقیب کرسی کے ہر پائے پر دو دو بیٹھا کرتے تھے اور یہ بیٹھنے والے ولی یا صاحبِ حال ہوا کرتے تھے اور آپ کی کرسی کے نیچے ایسے شخص بیٹھا کرتے تھے جو ہیبت میں گویا شیرِ نر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کرسی پر کلام فرماتے ہوئے ایسے مستغرق ہوئے کہ آپ کی دستارِ مبارک کا ایک پیچ کھل گیا لیکن آپ نے خیال نہ کیا یہ دیکھ کر تمام حاضرین نے اپنے عمامے کلاہ سمیت کرسی کے نیچے اور نزدیک پھینک دیے جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا عمامہ مبارک درست فرمالیا اور مجھے ارشاد فرمایا ابوالقاسم لوگوں کو انکے عمامے اور کلاہ دے دو میں نے اس حکم کی تعمیل کی تو میرے پاس ایک سربند (عورتوں کا دوپٹہ) باقی رہ گیا مجھے معلوم نہ تھا وہ کس کا ہے کیونکہ مجلس میں سبھی کو انکے عمامے مل گئے تھے حضرت عالی جاہ نے فرمایا کہ یہ سربند مجھے دے دو وہ آپ نے مجھ سے لیکر اپنے دوش مبارک پر رکھ لیا مگر یکایک وہاں سے وہ غائب ہوگیا میں یہ دیکھ کر حیران ہوگیا حضور غوثِ پاک جب کرسی سے نیچے اترے تو میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ابوالقاسم! جب یہاں لوگوں نے اپنے عمامے پھینکے تو اصفہان سے ہماری ایک بہن نے اپنا سربند پھینک دیا اور جب میں نے اُس کو اپنے کندھے پر رکھا تو میری اس بہن نے اصفہان سے ہاتھ بڑھا کر اپنا سربند میرے کندھے پر سے لے لیا۔

شیخ عبدالرزاق اور شیخ عمر بزاز اور شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سعید الداری فرماتے ہیں کہ جس وقت شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن جامع مسجد کو تشریف لے جاتے تو لوگ بازاروں میں راستہ کے دونو طرف کھڑے ہوجاتے اور آپ

کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے قضائے حاجات کے لیے دعائیں مانگے۔ انہی حضرات سے یہ بھی روایت ہے کہ سیدنا غوث اعظم میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسائل کے فوری حل پر اس قدر عبور تھا کہ علماء اولیائے وقت ہر مشکل مسئلہ کے حل کے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ کی طرف رجوع کرنے پر مجبور تھے آپ انکی تحریرات کو مطالعہ فرماکر فوراً جواب لکھ دیتے تھے جب آپکے فتوے علمائے عراق کے پاس آتے تو وہ انکی صحت پر اتنا تعجب نہ کرتے جتنا انکے جواب کی سرعت پر جو شخص آپ سے کوئی علم و فن سیکھتا وہ اپنے ہمسروں میں سب پر سبقت لے جاتا اور آپکے سوا کسی کا محتاج نہ رہتا۔ امام ابوالعطے نجم الدین کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت میں عراق میں فتوے کے لیے مرجع الخلائق تھے ۔ امام موفق الدین بن قدامہ کہتے ہیں کہ میں ۵۶۱ھ میں بغداد شریف میں آیا اس وقت کوئی عالم علم و عمل حال و افتاء میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر نہیں تھا اور کسی طالب علم کو آپ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ جامع علوم و شرح صدر اور متحمل تکالیف طلبہ تھے اور صاحب وجاہت اور اقتدار تھے اللہ تعالیٰ نے آپکی ذاتِ گرامی میں اوصافِ جمیلہ اور اعمالِ نادرہ جمع کیے تھے۔ میں نے آپکے بعد کسی کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل نہیں دیکھا یہاں ہم تفریح الخاطر اور مناقبِ غوثیہ سے اس ضمن میں ایک عجیب قصہ لکھتے ہیں صاحبانِ کتب روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد زندہ فیل جو حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیٹوں میں سے تھے عجیب حالت رکھتے تھے وہ شیر پر سواری کرتے اور ملک ملک اور شہر بشہر سیر و تفریح کی خاطر گھومتے پھرتے اور جس مقام پر بھی جاتے وہاں کے قطب ولائت کو پیغام بھیجتے کہ میرے شیر کی خوراک کے لیے ایک گائے کا بندوبست کیا جائے اور اگر یہ انتظام نہ کیا گیا تو میرا شیر اپنی خوراک کا بندوبست خود کرے گا جس بزرگ کے پاس بھی انکا یہ حکم پہنچتا وہ اسی وقت ایک گائے روانہ کر دیتا جو اُس شیر کا لقمہ بن جاتی کسی (ستائے ہوئے) نے آپ سے عرض کی کہ آپ بغداد شریف کی طرف جانے کا ارادہ نہیں رکھتے کہ وہاں جاکر وہاں کے قطب سے ملاقات کر سکیں اور آپ کو وہاں کے حالات کا پتہ چل سکے حضرت احمد زندہ فیل نے کہا البتہ وہاں بھی جاتا ہوں القصہ وہ بغداد شریف کی طرف روانہ ہو پڑے حضرتِ شہنشاہ بغداد غوثِ اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی دن اپنے آدمیوں کو ارشاد فرمایا کہ احمد زندہ فیل بغداد آرہے ہیں انکی سواری میں شیر ہوتا ہے وہ جہاں جائیں اپنے شیر کی خوراک کے لیے ایک گائے طلب کرتے ہیں تم ان کے شیر کے لیے ایک گائے تیار کر رکھو کہ جب آ کر وہ تقاضا کریں تو شیر کے لیے گائے دی جائے چند روز میں شیخ احمد زندہ فیل بغداد شریف میں پہنچ گئے اور آدمی بھیج کر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے شیر کے لیے خوراک (گائے) مانگی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آدمی کو کہا کہ تم اپنے شیخ کے پاس چلو گائے تمہارے پیچھے پیچھے آرہی ہے جب اُس نے جا کر شیخ احمد زندہ فیل کو یہ بات بتائی تو انہیں رونا آگیا کہ اولیاء اللہ تعالیٰ میں کوئی آدمی میری نظر میں باوقار معلوم نہیں ہو رہا اور شیخ بغداد عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی میرے خوف اور رعب کو قبول کر لیا ہے۔ حضرت غوثِ پاک نے وہ گائے بھیج دی اور اس گائے کے پیچھے ایک کتا جو ہمیشہ غوث پاک عالی جاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ کے سامنے پڑا رہتا تھا ہو لیا گائے کو دیکھتے ہی شیخ زندہ نے اپنا شیر اس پر چھوڑ دیا گائے سامنے کھڑی رہی لیکن درگاہِ شہنشاہ بغداد کا کتا پیچھے سے اچھلا اور شیر پر حملہ آور ہوا اور شیر کو چیر کر تکہ بوٹی کر دیا یہ دیکھ کر شیخ زندہ فیل کو مقام غوث الثقلین نظر آیا اور وہ اپنی انا کو چھوڑ سب شکوک و شبہات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضور شہنشاہ بغداد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک میں آگرے اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسلک ہو گئے۔

سگِ درگاہِ میراں شو چو خواہی قربِ ربانی

حضرت ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ

کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانی

نوشاہ طالب قادری ہور کسے داناں طالب قادر پاک دا دوجگ پاوے تھاں

عظمت شہنشاہِ بغداد

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی معرکۃ الارا تصنیف شریف التواریخ جلد اول میں بہجۃ الاسرار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کو شہنشاہِ بغداد جنابِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خطبۂ جمعہ پڑھ رہے تھے اثنائے وعظ میں آپ کی عجیب کیفیت ہوئی اور آپ پر استغراق طاری ہو گیا اسی حالت میں زبانِ معجز بیان حق ترجمان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ یعنی میرا قدم کل اولیا اللہ کی گردن پر ہے معاً منادی غیب نے تمام عالم میں ندا کر دی کہ جمیع اولیا اللہ محبوب پاک غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی اطاعت کریں اور آپ کے حکم کی تعمیل بسر و چشم بجا لائیں یہ سن کر جمیع اولیا اللہ نے اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں یہاں تک کہ جو دنیا میں موجود نہیں تھے انہوں نے اپنی اپنی قبر میں تعمیل ارشاد کر دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا یہ فرمان کثرت سے آپ کے ہمعصر اکابر مشائخ نے روایت کیا ہے چنانچہ شیخ محمود بن احمد الکردی الحمیدی الجیلانی البغدادی نے ۶۲۰ھ میں بغداد کے اندر اور شیخ محمد بن علی البکی نے ۶۲۱ھ میں بغداد کے اندر اور شیخ محمد بن علی البکی نے ۶۲۱ھ میں اور رفیقہ ابو محمد الحسن البغدادی نے قاہرہ کے اندر اور شیخ ابو محمد عبداللہ البغدادی و شیخ ابو بکر عبداللہ بن نصر التیمی البکری نے ۶۶۴ھ میں اور حافظ ابو نصر عبدالمغیث بن حرب البغدادی الحنبلی نے ۵۷۳ھ میں بغداد کے اندر بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی مجلسِ وعظ جو محلہ حلبہ کے اندر آپ کے مہمان خانے میں منعقد ہوئی تھی حاضر تھے اس مجلس میں جناب شہنشاہِ بغداد غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے دورانِ وعظ فرمایا تھا۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ ـــ یہ کلام پاک سن کر شیخ علی بن ابی النصر الہیتی اٹھے اور منبر شریف کے پاس جا کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا اس کے بعد تمام حاضرین نے آگے بڑھ کر اپنی گردنیں خم کر دیں اس مجلس میں عراق کے قریباً تمام مشائخ موجود تھے جنہوں نے اپنے سر جھکا دیئے غرض تین سو تیرہ اولیا اللہ نے دنیا کے مختلف مقامات پر حضور غوث پاک کے اس ارشادِ عالی پر اپنی گردنیں جھکا دیں جن کی تفصیل بہجۃ الاسرار

میں یوں درج ہے اور قلائد الجواہر میں بھی ان کا اندراج موجود ہے جو بتفصیل ذیل ہیں۔
(۱) حرمین الشریفین میں سترہ اولیا اللہ (۲) عراق میں ساٹھ (۳) عجم میں چالیس (۴) شام میں تیس (۵) مصر میں بیس (۶) مغرب میں ستائیس (۷) یمن میں تیئس (۸) حبشہ میں گیارہ (۹) سدِ یاجوج ماجوج میں سات (۱۰) کوہ قاف میں سینتالیس (۱۱) وادی سراندیپ میں سات اور (۱۲) جزائرِ محیط میں چوبیس اولیا اللہ نے گردنیں خم کر دیں شیخ مکارم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خداوند قدوس تبارک وتعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ فرمایا اس روز تمام اولیا اللہ نے معائنہ کیا کہ قطبیت کا نشان آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے سامنے گاڑا گیا اور غوثیت کا تاج جو شریعت اور حقیقت کے نقش ونگار سے مزین تھا آپ کے سرِ مقدس پر رکھا گیا یہ دیکھ کر دس ابدالوں نے سرِ تسلیم واطاعت خم کر دیا وہ دس ابدال یہ ہیں (۱) شیخ بقا بن بطو (۲) شیخ ابوسعید قلوری (۳) شیخ علی بن ہیتی (۴) شیخ عدی بن مسافر (۵) شیخ موسیٰ زولی (۶) شیخ احمد رفاعی (۷) شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی (۸) شیخ ابومحمد عبدالبصری (۹) شیخ حیات بن قیس حرانی (۱۰) شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین شیخ ابوسعید قلوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ فرمایا اس وقت آپ کے قلب مبارک پر تجلیات الٰہی ہو رہی تھیں اور جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو خلعت بھیجا تھا جو مجمع عام میں ملائکہ نے آپ کو پہنایا اس وقت ہوا میں رجال الغیب اور ملائکہ صف باندھے اس قدر کھڑے تھے کہ افق سما نظر نہیں آتا تھا اور اس وقت روئے زمین پر کوئی ولی اللہ ایسا نہیں تھا جس نے گردن نہ جھکائی ہو چنانچہ خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سُنا ہے کہ جب حضور شہنشاہِ بغداد غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے قَدَمِیْ هٰذِهٖ الخ فرمایا اس وقت قطب العارفین سلطانِ سنجر حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جوان تھے اور ملک خراسان کی پہاڑیوں میں عبادت وریاضت میں مشغول تھے جونہی حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ ارشادِ واجب الانقیاد آپ کے کانوں میں پہنچا آپ نے فوراً اپنی گردن جھکا دی اور اتنے خمیدہ ہوئے

کہ آپ کی پیشانی مبارک زمین بوس ہونے لگی اور آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔

قدمك على راسی وعینی حضور غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالٰے عنہ، نے یہ حال معلوم کرلیا اور فرمایا خواجہ غیاث الدین سنجری کے بیٹے نے گردن جھکانے میں تمام اولیائے عصر پر سبقت حاصل کرلی ہے لہٰذا عنقریب وہ صاحب ولایت ہندوستان کا ہوگا پس جیسا حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ، نے فرمایا اللہ تعالٰے جلّ وعلا نے خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کو سلطان الہند بنا دیا۔ شیخ ابو البرکات صخر بن صخر رحمۃ اللہ تعالٰے نے اپنے عم بزرگوار شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ سے پوچھا کہ سوائے محبوب سبحانی غوث صمدانی رضی اللہ تعالٰے عنہ، کے کسی اور ولی اللہ نے بھی قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ کا دعویٰ کیا ہے فرمایا نہیں پوچھا پھر حضور غوث پاک میراں محی الدین رضی اللہ تعالٰے عنہ، کے ارشاد کا کیا سبب ہے فرمایا یہ کہنا آپ رضی اللہ تعالٰے عنہ، کے مقام فردیت کی خبر دیتا ہے، کہا کہ فرد تو ہر زمانہ میں ہوتا ہے فرمایا ہوتا تو ہے مگر کسی کو سوائے محبوب سبحانی شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالٰے عنہ، کے ایسا کہنے کا حکم نہیں ہوا عرض کیا کیا حضور رضی اللہ تعالٰے عنہ، ایسا کہنے پر مامور تھے فرمایا ہاں اور تمام اولیا اللہ نے اپنی گردنیں اللہ تعالٰے کے حکم کے سامنے ہی جھکائی تھیں اسی طرح شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالٰے عنہ، سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضور رضی اللہ تعالٰے عنہ، ایسا کہنے پر بلاشک وشبہ مامور ہوتے تھے اور بہجۃ الاسرار میں شیخ ابو یوسف یعقوب بن بدران انصاری مقرری قاہری رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ میں ۶۶۱ھ میں بغداد شریف قاضی القضاۃ ابو صالح نصر رضی اللہ تعالٰے عنہ، کی زیارت کے لیے آپ کے درس کے مدرسہ باب ازج میں گیا وہاں میں نے آپکے پاس ایک جماعت بیٹھی دیکھی ان میں سے ایک نے شیخ ابو نصر سے پوچھا کہ آپ نے حضرت غوث پاک کے اس قول کے متعلق کیا سنا ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بکر عبد الرزاق اور اپنے چچاؤں ابو عبد الرحمٰن، عبد اللہ، ابو عبد اللہ، عبد الوہاب، ابو اسحٰق ابراہیم (یہ سب حضور غوث اعظم کے بیٹے ہیں) سے مختلف اوقات میں سُنا ہے وہ سب کہتے تھے کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے جس میں کہ ہمارے والد عالی جاہ رضی اللہ تعالٰے عنہ، نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ

کی گردن پر ہے اور اس میں قریباً پچاس وہ مشائخ تھے جو کہ عراق کے اکابرین میں سے تھے ان سب نے اپنی گردنیں جھکا دی تھیں اور ابن الہیتی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا تھا پھر ہم کو ان شہروں کے متفرق مشائخ سے جو اس وقت حاضر تھے یہ خبریں پہنچی ہیں کہ بلاشبہ انہوں نے اپنی گردنوں کو بڑھایا تھا اور اُن سے آپ کے مقولہ کی خبر دی اور ہم کو کسی سے یہ خبر نہیں پہنچی کہ اس نے اس کا انکار کیا ہو۔

اور بہجۃ الاسرار ہی میں ابو محمد عبدالواحد بن صالح بن یحییٰ بن محمد قرشی نے چند واسطوں سے بغداد کے مشہور واعظ ابن العزال سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ۵۲۹ھ میں حضرت شیخ ابو عبدالرحمٰن بن عبداللہ ابن شیخ محی الدین غوث اعظم ابی محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی زیارت کی حضرت شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مدرسہ باب الازج میں اور میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ اس مجلس میں حاضر تھے جس میں کہ آپ کے مکرم و محترم والدِ ماجد نے یہ کہا تھا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے کہا ہاں اور اس مجلس میں پچاس ایسے مشائخ موجود تھے جو بہت ہی مشہور تھے میں نے اُن سب کو دیکھا تھا وہ سب اپنی گردنوں کو جھکائے ہوئے تھے اور جب والدِ مکرم اپنے گھر میں داخل ہوئے تو حاضرین وہاں سے چل دیئے مگر شیخ مکارم شیخ محمد خاص، شیخ احمد ابن العربی اور ان کے شاگرد داؤد وہیں رہے تب میں اور میرے بھائی عبدالعزیز اور عبدالجبار ان کے پاس جا بیٹھے اور شیخ مکارم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے کہا کہ میں خداوند قدوس عزوجل کو حاضر جان کر گواہی دیتا ہوں کہ اُس دن اِن لوگوں میں سے جن کو تمام ملک میں ولایت قرار پا چکی تھی خواہ قریب تھے یا دور کوئی ولی اللہ ایسا نہ ہوگا مگر اس نے دیکھ لیا ہوگا کہ قطبیت کا جھنڈا حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے سامنے اٹھایا گیا ہے اور فوقیت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا ہے اور دیکھا ہوگا کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پر دنیا اور مافیہا میں عام تصرف کی خلعت ہے جس کو چاہیں ولایت عطا فرما دیں اور جس کو چاہیں معزول کر دیں۔ وہ شریعت اور حقیقت دو نقشوں سے منقش ہیں اس نے سنا ہوگا کہ وہ فرماتے ہیں میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اور اس لیے ایک ہی وقت میں ہر ولی نے اپنا سر نیچے رکھ دیا ہے حتیٰ کہ دسوں ابدالوں نے جو کہ خواص ملک اور

سلاطینِ وقت ہیں میں نے کہا وہ کون ہیں کہا شیخ لبقا بن لبطو شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ علی بن الہیتی شیخ عدی بن مسافر، شیخ موسیٰ زولی، شیخ احمد بن زوعی، شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی، شیخ ابومحمد عبداللہ بصری، شیخ حیات بن قیس حرانی اور شیخ ابومدین مغربی۔

تب شیخ ابومحمد خاص اور شیخ احمد ابن العولی نے اُن سے کہا آپ نے سچ کہا تب میں نے اور میرے دونوں بھائیوں نے اُن سے یہ بات یاد کرلی اور اس کو اپنے پاس حافظہ میں مقید رکھا ابن عزال کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس سے لوٹا اور آپ کے دونوں بھائیوں عبدالجبار اور عبدالعزیز کے پاس آیا اور یہ بات اُن سے پوچھی انہوں نے ویسے ہی جواب دیا جیسا کہ پہلے بھائی نے کہا تھا اور ذرا بھی اس سے خلاف نہ کیا۔

قلائد الجواہر اور بہجۃ الاسرار میں شیخ خلیفہ اکبر بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے متعلق تصدیق ہے کہ وہ حضور سید کونین رسول الثقلین جناب رحمتِ عالم و عالمیاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کے شرف سے سرفراز تھے اور کشفی طور پر عالی جناب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس پاک میں حاضری کا اعزاز رکھتے تھے وہ کہتے ہیں میں نے مولائے کل ہادیٔ کل فخر رسل صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل کی تو عالی جناب سے عرض کیا کہ جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ ارشاد فرمایا ہے تو حضور اکرم نبیٔ محتشم سید ولد آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ قطب ہے اور میں اس کا محافظ ہوں۔

حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے جب یہ ارشاد فرمایا تو وہ اولیاء اللہ جو بغداد شریف میں موجود نہ تھے انہوں نے اپنی اپنی جگہ پر اسی وقت اپنی گردنیں جھکا دیں گویا یہ ایک نقارۂ الٰہی تھا جو ہوا کے دوش ہر جگہ جگہ پہنچا اور جہاں کہیں کوئی گوش حق نیوش تھا اس نے سُنا اور تسلیمات بجالایا چنانچہ بہجۃ الاسرار میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے ان میں سے شیخ احمد رفاعی نے اپنے زاویہ واقع ابوعبیدہ میں شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی نے طفسونج میں شیخ محمد بن موسیٰ بن عبداللہ بصری نے بصرہ میں شیخ حیات بن قیس حرانی نے حران

میں شیخ سوید سنجاری نے سنجار میں شیخ رسلان دمشقی نے دمشق میں شیخ الومدین مغربی نے مغرب میں شیخ عبدالرحیم قناوی نے قنا میں اور شیخ عدی بن مسافر نے بالس میں اسی تاریخ کو اسی وقت اپنی گردنیں خم کردی تھیں ان روایات کے راویوں نے تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا تھا جس کے متعلق بعد میں بغداد شریف سے آنے والی اطلاعات سے تصدیق کرلی گئی اور ہر معاملہ میں وقت اور تاریخ بالکل درست نکلے۔ صاحب شریف التواریخ نے جلد اول حالاتِ غوثِ اعظم میں خلاصۃ القادریہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اپنی شہنشاہی کا اعلان فرماتے ہوئے قَدَمِی هٰذِہٖ علی رَقْبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ کا ارشاد فرمایا تو ندائے منادیٔ غیب عالم ارواح میں بھی پہنچی اور حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی روحِ پاک نے درگاہ ایزدِ متعال میں عرض کی کہ یا احکم الحاکمین تیرا فرمان واجب الاذعان ہے لیکن سید عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو بایزید پر کونسی فوقیت و ترجیح ہے ارشاد ہوا دو فوقیتیں ہیں ایک یہ کہ وہ میرے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ نظر ہے دوسرے یہ کہ وہ مشغول فارغ اور تو فارغ مشغول اور تو عاشق ہے اور وہ معشوق یہ سنتے ہی حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے گردن جھکا دی اور کہا سمعنا و اطعنا اور ایسا ہی صاحب مکاشفات اولیاء کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اپنی زندگی میں بحالت مکاشفہ اپنا سر جھکا دیا اور دو دفعہ فرمایا قَدَمُہٗ عَلٰی رَقَبَتِیْ اور یہ دونو حضرات کبار اولیائے متقدمین میں سے تھے اور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے عہد پاک کے تمام اولیائے وقت نے اپنے اپنے مقام پر گردنیں جھکا دیں جن کا ذکر سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے اور عالی جناب سے بعد آنے والے بزرگان دین اولیائے کاملین سب نے اپنے اپنے وقت میں حضور کی عظمت کا اعتراف کیا اور حضور کے اس فرمانِ عالی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا چنانچہ مناقب غوثیہ اور تفریح الخاطر میں روایت ہے کہ شیخ عارف باللہ عبداللہ بلخی نے کتاب خوارق الاحباب فی معرفت الاقطاب کے پچیسویں باب میں قطب العباد، غوث البلاد حضرت خواجہ بہاء الحق والحقیقۃ والدین محمد بن محمد النقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

میں نے خواجہ سرمست رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زبان مبارک سے سُنا ہے اور انہوں نے بخارا شہر میں بسنے والے بڑے بزرگ اور معمر شیوخ سے سنا تھا کہ وہ حکایت بیان کرتے تھے کہ ایک دن حضور شہنشاہِ بغداد غوثِ الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، بخارا کی طرف منہ کئے ایک اُونچی جگہ پر کھڑے تھے اور اس طرف سے ایک پاکیزہ خوشبو سونگھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میری رحلتِ پاک کے ایک سو پچاس سال بعد ایک محمدی المشرب قلندر مسمی بہا الدین محمد النقشبندی پیدا ہوگا اور وہ بہت ہی خاص نعمت کو پہنچے گا چنانچہ ٹھیک اس طرح ہوا جیسا حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا تھا اور روایت کیا گیا ہے کہ شاہِ نقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، جب اپنے عہد کو پہنچے اور حضرتِ میر کلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے بیعتِ طریقت کی تو پیر کامل نے آپ کو اسم ذاتِ ملک المتعال ربِ ذوالمجد والجلال کا وظیفہ بتایا لیکن آپ کے دشاہِ نقشبند کے، دل پر نقش اسم اعظم نہیں آتا تھا اور اس سے آپ کو سخت حالت انقباض ہوئی پس آپ صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے باہر آپ کو حضرت خضر علیہ السلام اپنی طرف آتے ہوئے ملے حضرتِ شیخ نقشبند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ کو سلام عرض کیا تو حضرتِ خضر علیہ السلام نے آپ کو فرمایا اے بہاو الدین! مجھے اسم اعظم حضور شہنشاہِ بغداد غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے ملا ہے اور میں تجھے اس کی خبر دیتا ہوں پس حضرتِ نقشبندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فوراً حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی ذاتِ والاصفات کی طرف توجہ کی تاکہ آپ کی برکت سے جلد فائز المرام ہو اگلی رات حضرتِ شاہِ نقشبندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے خواب میں حضور غوث الثقلین غیث الکونین سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو دیکھا اور آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ تعالےٰ کے دل کی طرف اشارہ فرمایا اور ان کے باطن میں اسم اعظم کو اس طرح نقش کر دیا کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے نقش لفظ "اللہ" تعالےٰ جلّ وعلا بن گیا اور شاہِ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ نے جو چیز دیکھی اسی میں اللہ تعالےٰ جلّ مجدہٗ الکریم کا جلوہ نظر آیا پس جب حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا یہ طریقہ ذکر علاقے میں مشہور ہوا تو اس کے متعلق آپ سے سوال

کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ فیض ان فیوضات سے ہے اور یہ عنایت اِن عنایات سے ہے جو مجھ پر اس مبارک رات میں ہوئیں جس میں حضرت شہنشاہِ بغداد سلطان الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مجھ میں انعامات فرمائے اور اس وقت سے میں اپنے حال میں پہلے کی نسبت بہت زیادتی دیکھ رہا ہوں اور حضرت شاہ نقشبندی کے نام کی شہرت کی وجہ اِن کے دل پر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اسم اعظم نقش کر دیتا ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے طریقہ کے مریدین اور طالبین کے دلوں میں نقش اِسم اعظم نقش کر دیتے ہیں جو کہ انہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بطور فیض حاصل ہوا ہے اور حضرت شاہ نقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ ارشادِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، قَدَمِی ھٰذِہٖ علیٰ رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو حضرت شاہِ نقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا میری آنکھوں پر میری بصیرت پر بہاؤالدین نقشبند کا سر غوث الاعظم کے قدموں پر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت میاں محمد بخش قادری کھڑی شریف والے اپنی منظوم عقیدت (تحفہ میراں) میں یہ واقعہ یوں فرماتے ہیں۔

عارف شیخ عبداللہ بلخی خوارق الاحبابے ——— معرفت الاقطابی لکھن پنجویں اندر بابے
خواجہ خواجگی سرمستوں کردے ایہہ روایت ——— اوہ قلندر بخارا آہا اندر ولایت
شہر بخارا اندر رہندے آکھن حضرت میراں ——— وچہ حیاتی دنیا والی سرور ساریاں پیراں
چڑھ ماڑی تے آپ کھلوتے تکن طرف بخارا ——— آکھن بعد میرے تھیں ہوسی اک قلندر بخارا
نقشبند بخارے اندر کھیسی عالم سارا ——— نسبت خاص میری تھیں فائز ہوسی اوہ پیارا
جیویں فرمایا آہا حضرت تیویں ہویا ظاہر ——— بہاؤالدین محمد پایا فیض حسابوں باہر!!!
نقشبند مرید ہوئے سن اول میر کلاندے ——— شفقت بے نہایت کیتی خواجہ حق انہاندے
ذاتی اسم بتایا خواجہ کر تلقین بہتیری ——— شغل کریں اس اسم اعظم دا کھلے قسمت تیری
بہتا شغل کمایا دل پر اسم نقش نہ کیتا ——— اس تھیں خاطر جمع نہ ہوئی گیا اجاڑ چوبیتا
مہتر خضر اجاڑے اندر اسنوں نظری آیا ——— کیتا جا سلام خضر نوں اگوں اس فرمایا

یا بہاؤ الدین محمد غوث الاعظم مینوں
توں بھی ہور رجوع اس پاسے ہوویں حکم شتابی
سجے ہتھوں ترے انگشتاں صورت اسم بنائے
نال اشارت شغل بتایا ایسا اسم اعظم دا
جتھوں دیکھے اوہ ہی رب تے غیر نہ نظری آوے
اس ذکر نے وچہ ولایت جاں پائی مشہوری
نقشبند کہے اس راہتیں فیض نہایت بھاری
اس دن تھیں ہر روز حیاتی پائے رب تے میرے
نقش مبارک اسم اعظم دا میراں دا دل لایا
لکھ لکھ حمد الہی آکھاں اس دی نعمت اتے
راوی آکھے اکدن پچھیا پیر اپنے تھیں بندے
یا سب اگلے پچھلے جیہڑے کامل اہل ولایت
مرشد کیا اس کلاموں ایہہ مضمون نہ آوے
نقشبند تولد ہووے اندر کیہڑے سالے
ترجی ماہ ربیع الاوّل ہویا سعزا و نہاں دا
نقشبند اس ویلے ناہا دنیا اتے چڑھیا
نقشبند محمد میری کرے شفاعت یاری

ذاتی اسم عنایت کیتا آکھ سناواں تینوں
اوسے رات بہاؤ الدین تے ہویا کرم جنابی
بہاؤ الدین محمد تائیں میراں جی دکھلائے
دیکھن ساتھ دوے پر ہویا اسنوں نقش اسم دا
شالاں بندیاں ہویاں اوپر اسموں بوٹے پاوے
بعضے محرم بھیت اسم دے پچھن نال ضروری
خوابے اندر میں پر کیتی حضرت میراں یاری
نقشبند ہویا تدناہی ملکاں وچہ چوفیرے
نقشبند مریداں تائیں اوہ اہی راہ بتایا
دوہیں جہانیں تکیہ پرناں جس دی رحمت اتے
قدم مبارک گردن دھرسن ولی زمانے سبھرے
قدم مبارک گردن دھرسن نال آداب نہایت
قدم مبارک سر انکھیں تے بہاؤ الدین فرمائے
ست سے ہور اٹھارا ہجری راوی کھول وسالے
ست سے نوے تے اک بندا سال وصال سناندا
اس جا مے تے سجناں چائے ایسی حسابوں اڑیا
دردمند محمد میراں کرے کرم کر کاری

یہ تھے حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے پورے ایک سو پچاس سال گذرنے کے بعد دنیا میں تشریف لائے اور جب اپنے عروج پر پہنچے تو سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے ارشادِ پاک کی اطاعت میں سر کو ٹھوڑا دیا اور فرمایا میری آنکھوں پر میری بصیرت پر قدم شہنشاہِ بغداد ؓ ہے نصیب اور مقام خواجہؒ نقشبند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک جہان معترف ہے اور حضرتِ میاں محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا شعر ہے اس جائے تے سجناں چائے ایس

حالوں اٹھایا۔ اپنی جگہ پر کتنا مدلل پر معنیٰ اور بیش قیمت ہے۔ اور اسی طرح متاخرین میں حضرتِ شیخ فرید الدین محمد گنج شکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، جو حضور غوثِ اعظم کے کافی عرصہ بعد ہوئے ہیں ان کے متعلق سید آدم نقشبندی نے نکات الاسرار میں ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرتِ گنج شکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی مجلسِ پاک میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے اس ارشاد کی بات چل نکلی تو حضرت گنج شکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت میں موجود ہوتا تو ضرور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھتا اور آج میں بڑے فخر سے کہتا ہوں کہ حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم نور میری آنکھوں پر میرے سر پر کیونکہ ہمارے شیخ خواجہ معین الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سید بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھنے میں فخر محسوس کیا تو میرا یہ منصب ہے کہ میں ان کے ادب اور لحاظ کے پیشِ نظر یہ کہوں کہ میرے سر پر میری آنکھوں پر اور حضرت میاں محمد کی زبان میں فرماتے ہیں سہ

قدم مبارک نال ارادت سر تے رکھ کھلوندا　　ادت زمانے میں بھی جیکر دنیا اندر ہوندا
قدم مبارک سر انکھیں تے دھر کے اوہ کھلویا　　پیر معین الدین اساڈا اس دن داخل ہویا

اور حضرتِ گنج شکر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا منظورِ نظر خلیفہ خاندانِ چشت اہل بہشت کا افتخار محبوبِ الٰہی حضرتِ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے متعلق تفریح الخاطر میں روایت ہے کہ آپ جب مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے اس وقت حضور شہنشاہ بغداد غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی اولاد امجاد میں ایک بزرگ سید عمر نامی آپ کے سجادہ نشین مکہ شریف میں موجود تھے جب حضرتِ نظام الدین اولیار رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مکہ معظمہ پہنچے تو حضرتِ سید عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اپنے ایک خادم کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ آپ کو بلا لائے جب خادم حضرت شیخ نظام الدین اولیار رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پاس آیا اور انہیں سلام کر کے اپنے آقا سید عمر کا پیغام سنایا تو حضرتِ محبوبِ الٰہی دہلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے خادم سے کہا کہ تمہارا آقا مجھے کیسے اور کب سے جانتا ہے تو خادم نے جواب دیا جس دن سے آپ ہندوستان سے یہاں آنے کی خاطر سوار ہوئے تھے یہ سنکر حضرتِ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیار رضی اللہ تعالےٰ عنہ، خادم کے ساتھ سید عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی خدمت میں حاضر ہوگئے

اور آپ سے خلافت سلسلہ قادریہ حاصل کی اور آپکے دستِ مبارک پر خرقۂ خلافت پہنا حضرت میاں محمد صاحب اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

شیخ نظام الدین اکوارسی پیتے کے ظاہر | سید حبیب نصیب عمر سن دنیا اتے ظاہر
میراں دی اولاد دے وچوں سید عالی پایا | خادم بھیج نظام الدین نوں اپنے پاس بلایا
کیا ایہ تبرک خرقہ جد مبارک میرے | غوث الاعظم کیتا آہا بخشش اوپر تیرے
خرقہ پہن مشرف ہوئے حضرت سید عمر حقیں | محبوبی دا رتبہ پایا میراں جی دے درحقیں
نت سوالی رہے محمد بخشو شوق الٰہی | صدقہ سید عمر دے میری لاہو غفلت پھاہی

ان واقعات کے یہاں نقل کرنے سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا یہ ارشاد قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہ جس کے فرمانے پر آپ مامور کئے گئے تھے تمام اولیا اللہ کے لیے واجب التعظیم تھا وہ آپ سے پہلے گذر چکے ہوں یا آپ کے زمانہ پاک میں ہوں یا آپ کے بعد آنے والے زمانہ میں تاقیامِ قیامت کسی وقت بھی موجود ہوں انھوں نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے اس فرمانِ واجب الاذعان کے سامنے گردن جھکائی ہوئی ہے اور انہیں اس پر فخر ہے لیکن صحابہ کرام اور ائمہ عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اس بات میں مستثنےٰ ہیں کیونکہ وہ بیشک اولیا اللہ تعالےٰ میں داخل ہیں لیکن عرف میں انہیں صحابہ کرام اور ائمہ عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کہا جاتا ہے اور اس واسطے حضور عالی جناب غوث پاک کے فرمان میں وہ نہیں آتے اور ان کے سوائے ہر نبی کی امت میں اور امت سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں کوئی ولی ہو سکتا ہی نہیں جب تک کہ وہ حضور غوثِ اعظم کے نورانی قدموں کے سامنے اپنی گردن کو خم نہ کرے اور فخریہ علیٰ عینی و راسی نہ کہے اور ولایت اسی کو کہتے ہیں کہ ادھر نقشِ قدم شاہِ بغداد زیب گردن ہوا ادھر تاجِ ولایت زینت بخش دوش و سر ہوا اس ضمن میں حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ایک عجیب واقعہ[1] سنایا

---

[1] اس کا آپ نے حوالہ بھی دیا تھا جو اس وقت یاد نہیں انشاء اللہ تعالےٰ یاد آنے پر دوسرے ایڈیشن میں درج کر دیا جائے گا۔

کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ایک مخلص مرید آپ کی زیارت کے لیے تونسہ شریف جارہا تھا اور ایک قادری نوشاہی درویش بھی اس کا ہم سفر تھا اور وہ بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زیارت کا خواہاں تھا اثنائے راہ خواجہ صاحب کے مرید نے اپنے پیر صاحب کی بہت تعریف کی اور کہا کہ ہمارے پیران عظام کی مثال دوسرے پیر نہیں ہیں یہ بات سُنکر قادری درویش نے کہا کہ پیر آپ کے بڑے شان والے ہیں اسی واسطے تو ہم ان کی زیارت کے لیے جارہے ہیں مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے غوث پاک شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم مبارک تمام اولیا اللہ کی گردن پر ہے یہ بات سُنکر چشتی درویش نے کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم اولیا اللہ کی گردن پر ضرور ہو گا لیکن ہمارے پیر صاحب کا مرتبہ بہت بلند ہے اور ان کی گردن پر کسی کا قدم نہیں ہو سکتا انہی باتوں میں وہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پاس پہنچ گئے آپ سے سلام و نیاز کے بعد کچھ باتیں ہوئیں اس کے بعد قادری نوشاہی درویش نے خواجہ صاحب سے عرض کی کہ حضور یہ درست ہے کہ حضور شہنشاہِ بغداد غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فرمایا ہے کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے انہوں نے فرمایا ہاں اور اس میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے قادری درویش نے کہا حضور آپ کا یہ خادم کہتا ہے کہ ہمارے پیر صاحب کی گردن پر مطلق غوث پاک کا قدم نہیں یہ بات سُنکر حضرتِ خواجہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ بہت جذبے میں آگئے اور بڑے جوش میں آکر اپنی گردن جھکا دی اور اس پر ہاتھ رکھ کر کہا میری گردن پر تو حضورِ عالی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم پاک ہے پھر اپنے اس مرید کو بہت بڑی گالی دے کر کہا یہ فلاں اور فلاں ایسا تیسا مجھے ولی نہیں سمجھتا ہو گا" لو یہ تو بالکل نزدیک ترین زمانے کی بات آگئی اور گردن جھکانے والا بھی قطبِ عالم اور ابدال اعظم ہے اور ایسا بدر منیر ہے جس نے سیال شریف اور گولڑہ شریف کے چراغ ہائے جہاں تاب کو تنویر بخشی اور جن سے آگے چل کر پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جیسا نیّرِ اعظم پیدا ہوا جو علم و فضل میں کسی صورت محی الدین ابنِ عربی سے کم نہیں اور عشق شہنشاہِ بغداد میں وہ مقام عالی رکھتا ہے جس

تک بڑے بڑے دعویداروں کی تخیل کی نگاہ بھی نہیں پہنچ سکتی جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ولایت ربانی کے لیے مہر نقش قدم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالے عنہ، لابد اور لازمی ہے اور اس سے انکار کرنے والا ولایت کی لو بھی نہیں پا سکتا چنانچہ زبدۃ الآثار میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابی محمد قاسم بن عبید بصری رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے بتایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالے عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ اس وقت کے "فرد احباب" ہیں اللہ تعالے کسی ولی اللہ کو مرتبہ عالی عطا نہیں فرماتا جب تک حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالے عنہ، کو منظور نہ ہو کسی مقرب ولی اللہ کو اس وقت تک بزرگی نہیں دی جاتی جب تک وہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ، کی بزرگی کا اعتراف نہ کرے۔

اللہ تعالے کسی کو اس وقت تک اپنا ولی نہیں بناتا جب تک اس کے سینہ میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالے عنہ، کا ادب بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ تعالے علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ۵۶۰ھ میں اپنے چچا ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کے ساتھ جناب غوث پاک رضی اللہ تعالے عنہ، کی زیارت کو آیا میرے چچا نہایت ادب کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالے عنہ، کے سامنے دوزانو نفس گم کردہ بیٹھے رہے جب میں مدرسہ نظامیہ میں گیا تو چچا سے پوچھا کہ آپ وہاں اس قدر مودب کیوں ہو گئے تھے چچا نے فرمایا میں ادب کیوں نہ کرتا اللہ تعالے نے ہمیں ان کا ادب کرنے کا حکم دیا ہے اگر وہ چاہیں تو اولیا اللہ کے احوال و مقامات کو برقرار رکھیں اگر چاہیں تو ایک طرف پھینک دیں اور یہی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالے علیہ فرماتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں میں بڑا تیز طبع تھا اور مجھے علم کلام یونانی فلسفہ اور دوسرے علوم مناظرہ و مجادلہ پر بڑا عبور تھا مگر میرے چچا ابو نجیب سہروردی مجھے ان علوم سے رد کا کرتے تھے مگر میں باز نہیں آتا تھا ایک دن میرے چچا مجھے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ، کی زیارت کے لیے ساتھ لے گئے اور مجھے کہا اے عمر! تم ایسے شخص کے پاس جا رہے ہو جس کا دل اللہ تعالے کے اسرار و رموز کی خبریں دیتا ہے لہذا ان کے سامنے مودب ہو کر بیٹھنا تاکہ آپ رضی اللہ تعالے عنہ، کی برکات حاصل کر سکو ہم آپ کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے میرے چچا نے آپ کی خدمت عالی میں عرض

کی یا سیدی! یہ میرا بھتیجا ہے جو علم کلام اور فلسفہ میں مشغول ہے میں نے اس کو بارہا اس سے منع کیا ہے لیکن یہ ایسے علوم سے باز نہیں آتا۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے میری طرف توجہ فرماتے ہوئے کہا عمر! تمہیں کون کون سی کتابیں یاد ہیں میں نے بتایا فلاں فلاں کتابیں یہ سنکر حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ابھی آپ کا دستِ مبارک میرے سینے سے جدا نہیں ہوا تھا کہ ان تمام کتابوں کے الفاظ یکسر مجھے بھول گئے اور ان کتابوں کے تمام مطالب اور مسائل میرے ذہن اور حافظہ سے محو ہو گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے میرے سینہ میں علم لدنی بھر دیا میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور عارفانہ گفتگو کر رہا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا تم عراق میں مشہور ترین عالم دین ہو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کہتے ہیں شیخ عبد القادر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سلطان الطریق تھے اور آپ کا تصرف تمام موجودات پر حاوی تھا اور رہے گا۔

ان روایات اور واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ فقر کے ہر چہار سلاسلِ اعظم قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ کو اصل فیض حضرت شہنشاہِ بغداد غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی ذاتِ اقدس سے حاصل ہوا اور جو بھی عظمت کسی کو حاصل ہوئی حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے حضور سرِ نیاز خم کر دینے سے ہی ملی اور حضرت خضر علیہ السلام کی تصدیق کے بعد کسی کو ولایتِ الٰہیہ کا حصول بغیر رضائے محبوبِ سبحانی حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے ممکن ہی نہیں اور سلاسل اربعہ میں قادری حضرات تو پہلے ہی خاکپائے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا تاج زیبِ سر کیے ہوئے ہیں اور چشتی خاندان کے فخرِ اول خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے حضور گردن جھکا کر عالی جناب رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا قدم مبارک اپنے سر اور آنکھوں پر رکھ کر ولایت ہندوستان حاصل کر لی اور خاندانِ چشتیہ اہلِ بہشت کے تمام اکابرین کاملین نے آستانِ شہنشاہ بغداد پر جبہ سائی کو سعادتِ دارین سمجھا حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند اجمیری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کس نیاز مندانہ انداز میں حضورِ شہنشاہِ بغداد عقیدت کی گردن جھکا رہے ہیں فرماتے ہیں ؎

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت | اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا
گرداد مسیح بمردہ رواں داری تو بدین محمد جاں | ہمہ عالم محی الدین گویاں بر حسن و جمالت گشتہ فدا

اور سلسلہ سہروردیہ تو اس سلسلہ کے مورثان اعلیٰ حضرت عبد القاہر نجیب الدین سہروردی اور حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں مودبانہ حاضری بھرنا پہلے مذکور ہو چکا اور شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ جناب غوث اعظم شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلطان الطریق تھے اور آپ کا تصرف تمام موجودات پر حاوی ہے اور حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ہی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو ولایت عراق عطا فرمائی تھی چنانچہ تفریح الخاطر میں لطائف القادریہ کی روایت سے درج ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ولایت عراق طلب فرمائی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عراق تو میں شہاب الدین عمر سہروردی کو عطا کر چکا ہوں اور تجھے میں ولایت ہند عطا کرتا ہوں چنانچہ آپ کو ولایت ہند عطا ہو گئی۔ رہا سلسلہ نقشبندیہ تو اس سلسلہ میں تو خواجہ بہاوالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو دراصل بلا واسطہ حضور غوث اعظم سے فیض یافتہ ہیں اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ عالی جناب شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کی پیدائش سے بھی ایک سو پچاس سال پہلے اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے وقت اسم اعظم کا نقش فیض غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا تھا اور یوں انہیں نقشبندیت فیض کرم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملی اور پھر اسی سلسلہ نقشبندیہ میں آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی ذات گرامی آتی ہے جن کا کلام اپنے مقام پر سند کا درجہ رکھتا ہے وہ حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے متعلق مکتوبات شریف کی جلد ثانی کے آخری مکتوب میں فرماتے ہیں "وصول فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجبا بتوسط شریف او مفہوم می شود۔ چہ ایں مرکز

غیر اور اہلسنت "شد" یعنی اس راہ میں فیض و برکت کا حاصل ہونا کسی کو بھی ہو قطب ہو یا نجیب
یا جو بھی ہو آپ کے (حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کے وسیلہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے
کیونکہ یہ ملکہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے سوا کسی دوسرے کو ملا ہی نہیں۔
البتہ یہاں ایک لمحۂ فکریہ ہے جو ساری امتِ مسلمہ کے واسطے نہایت ہی غور طلب ہے
کہ جب یہ بات قطعی ہوگئی کہ کوئی شخص بجز اعترافِ عظمتِ شہنشاہِ بغداد قطب اقطاب
غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے ولی اللہ ہو سکتا ہی نہیں جیسا کہ حضرت
شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ، فرماتے ہیں۔ ؎

گر کسے والد بعالم از مئے عرفانی است — از طفیل شاہ عبدالقادرِ گیلانی است

تو پھر ایک جماعت کی جماعت جو مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتی ہے اور ظاہری احکام
شرع کی پابند بھی نظر آتی ہے بلکہ شعائرِ اسلامی کی بجا آوری میں بہت پیش پیش نظر آتی ہے
اور اپنی پاکیزگی اور پاکدامنی کا پرچار بھی کرتی ہے بلکہ کئی ایسے بھی ہیں جو اپنے ملک میں
اور دور دراز ممالکِ اسلامیہ میں سفر کرتے نظر آتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنی زبان میں تلقین
اسلام کر کے مسلمان کرتے پھرتے ہیں مگر یہ لوگ شان اولیا اللہ میں انتہائی بے باک ہوتے
ہیں اور تصرفاتِ اولیا و اہلِ اللہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے خاص کر حضور شہنشاہِ بغداد رضی
اللہ تعالےٰ عنہ، کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ انہیں انتہائی بغض اور بدعقیدگی ہوتی ہے
حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا نام پاک بھی کبھی عزت و توقیر سے نہیں لیتے اور آپ رضی اللہ تعالےٰ
عنہ، کی کرامات اور خوارق کا مضحکہ اڑا کر اپنی روح ناپاک کو تسکین پہنچاتے ہیں اور حضور
رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے لیے غوث الاعظم۔ قطب العالم۔ شہنشاہِ بغداد۔ پیران پیر۔ پیر دستگیران
القاب کا استعمال کرنا یا سننا تو ان کے نزدیک شائڈ گناہ میں شمار ہوتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد
ہے بچپن میں میں نے اپنے ایک چچا سے ایک واقعہ سنا ہے میرے اس چچا کا
نام غلام دستگیر تھا اور اس کا اس وقت جوانی کا عالم تھا اور وہ مذہب کی بہت سوجھ بوجھ
رکھتا تھا وہ ساتھ والے گاؤں میں ایک دوکاندار سے کچھ سودا وغیرہ لینے گیا دوکاندار
مذکورہ بالا لوگوں کا ہم عقیدہ تھا۔ سودا لینے کے بعد جب پیسے ادا کئے تو ایک آنہ کم ہو گیا

میرے چچا نے اسے بتایا کہ میں فلاں آدمی کا بیٹا ہوں اور تمہارا ایک آنہ (یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک آنہ کا پاؤ بھر گوشت بکری کا مل جاتا تھا اور وہ بھی تندرست جانور کا آج کل والی بات نہ تھی) کل پہنچا دوں گا دوکاندار نے کہا کہ تم اپنا نام لکھوا دو کیونکہ لکھا ہوا یاد رہتا ہے زبانی بات کا کچھ اعتبار نہیں (یہ اس کا قول ہے) چچا نے کہا معمولی بات ہے نام کیا لکھنا ہے کل پیسے پہنچ جائیں گے اس نے کاپی اور قلم پکڑ کر کہا نہیں بھائی نام ضرور لکھوں گا کیا ہے تمہارا نام چچا نے کہا ضرور ہی لکھنا ہے تو لکھ لو میرا نام ہے "غلام دستگیر" اتنا سننا تھا کہ قلم اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی زبان سے لاحول ولاقوۃ نکلا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے چچا کی طرف دیکھنے لگا چچا بڑا دانا آدمی تھا۔ اس نے اس کے مرض کو بوجھ لیا اور پھر ذرا تیز ہو کر کہا بڑے میاں کیا بات ہے لکھتے کیوں نہیں میرا نام "غلام دستگیر ہے میرے گاؤں میں چل کر جس سے چاہو پوچھ لو میرا نام غلام دستگیر ہے دوکاندار نے مندھی ہوئی آنکھوں اور کانپتے ہوئے ہونٹوں سے زیر لب گنگناتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا میاں جاؤ میری دوکان سے باہر نکل جاؤ مرضی ہو تو پیسے بھیج دینا یا نہ بھیجنا مگر یہاں سے چلے جاؤ یہ اگرچہ ایک عام واقعہ ہے مگر اس حقیقت پر مکمل دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں میں اکثریت ایسوں کی ہے جو اولیاء اللہ اور بندگانِ خاصِ خداوند قدوس کی عظمت و توقیر کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کے عناد اور جبِ قلب کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کا نام لینا تو ایک طرف نام سننا تک پسند نہیں کرتے تو پھر اس کے سوا اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ یہی وہ جماعت ہے جن کے مورثِ اعلیٰ نے غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت شانِ رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں گستاخانہ اعتراض کرتے ہوئے انصاف طلب کیا تھا۔ اور اس کے جواب میں منصفِ اعظم رسول محتشم نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ پر اعتراض کرتے ہو اگر میں انصاف نہیں کر رہا تو مجھ سے بہتر انصاف کرنے والا اور کون ہو گا گویا ان لوگوں کو اس ذاتِ پاک علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتحیات پر بھی اعتماد نہیں تھا جن کی کلام پاک کو رب العزت نے ان ھو الا وحی یوحیٰ فرمایا اور جن کے ہاتھ کو ید اللہِ فوق ایدیھم سے تعبیر کیا اور جن کے فعل کو وما رمیت اذ رمیت ولاکن اللہ رمیٰ سے مزین فرمایا اور جن کی اطاعت

کو اپنی اطاعت بنایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور جن کی بیعت (اقرارِ غلامی) کو اپنی بیعت فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ اور جن کی اتباع کو اپنی محبت کا تاج عطا فرمایا۔ اِنَّ الذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ اِنْ کُنْتُم تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اب اس کے باوجود اگر سیدِ کونین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ لاریب ان کے کج نما آئینۂ اعتقاد میں کما حقہٗ اتر سکی تو شانِ اولیائے عظام اور خاص کر علومِ تربتِ شہنشاہِ بغداد ان کی بھینگی آنکھوں کی غلط بین پتلیوں میں کیسے جلوہ گر اور جلوہ نما ہو سکتی ہے لیکن ایک طرف یہ لوگ ہیں جن کی نشاندہی حدیث پاک میں بھی موجود ہے کہ ان کی نمازیں اگرچہ بظاہر بہت اچھی معلوم ہوں گی اور ان کا قرآن پاک کی تلاوت کرنا بھی کثرت سے ہوگا اور شکل وصورت میں بھی یہ لوگ زیادہ متورع اور عابد معلوم ہوں گے مگر ان کے قرآن پاک پڑھتے ہوئے ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریں گے اور ان کی نمازیں ان کے منہ پر دے ماری جائیں گی اور یہ بھی کہ حضرت مولائے کائنات شیرِ خدا اکرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم سے ان کی جنگ ہو گی (یعنی یہ لوگ حضرتِ علی علیہ السلام کے ہمیشہ دشمن اور معاند ہوں گے) اب ایک جانب تو یہ لوگ ہیں جن کا یوں تذکرہ ہوا کہ نام تک سننا پسند نہیں کرتے اور دوسری جانب ہے وظیفہ عاشقاں وصادقاں کا۔ جنابِ غوث کا اسم گرامی۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

شیخ عبدالقادر بن محی الدین اربلی القادری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تفریح الخاطر کے باب اڑسٹھ میں تحریر فرماتے ہیں "ذکر فی بہجۃ الاسرار وتکملۃ الیافعی قال رضی اللہ تعالےٰ عنہ، من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ، ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ، ومن توسل بی فی حاجۃ قضیت لہ"۔ یعنی بہجۃ الاسرار اور تکملۂ یافعی میں روایت کیا گیا ہے کہ فرمایا حضرتِ غوث الثقلین شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے جس نے کسی مصیبت میں مجھے پکارا تو مصیبت اس سے دور ہو گئی اور جس کسی نے کسی تکلیف میں میرے نام کی دہائی دی تو اس کی مصیبت ٹل گئی اور جس نے کسی ضرورت اور حاجت میں میرا وسیلہ پکڑا تو

اس کی وہ ضرورت پوری کر دی گئی اور یہ بالکل اس فرمانِ سیدِ کونین رسول الثقلین جناب رحمۃ للعالمین کے مطابق ہے کہ "اذا نفلتت دابۃ احدکم فلینادِ اعینونی یا عباد اللّٰہ" یعنی جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو چاہیے کہ ایں ندا کرے یعنی پکار کر اونچی آواز سے کہے اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔ اور اسی حدیثِ پاک کی روشنی میں اور فرمانِ جناب غوث الثقلین شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر اثر راقب امرتسری دربارِ غوثیہ میں استغاثہ کرتے ہیں ؎

المدد یا غوث الاعظم المدد و یا دستگیر — بھیڑ جد کوئی بنے تاں ایہ وظیفہ پڑھ کے دیکھ

میں بھی دیکھاں کسطرح ہندی نہیں حاصل مراد — جوڑ کے ہتھ دونویں منہ بغداد دتے کرکے دیکھ

تفریح الخاطر کی چھتیسویں فصل میں روایت کی گئی ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ارادتِ پاک میں داخل ہوئی اور اس سے قبل ایک بدقماش فاسق اس عورت پر عاشق تھا حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واپسی پر وہ عورت پہاڑ کی غار میں حاجتِ ضروریہ کے لیے گئی اس فاسق آدمی کو اس کا غار میں جانا معلوم ہو گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے اس غار میں داخل ہو گیا اور اس کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ کیا اور اس عورت کو اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے شہنشاہِ بغداد حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک کی دہائی دی اور اونچی آواز سے پکاری الغیاث یا غوث الاعظم۔ الغیاث یا غوث الثقلین۔ الغیاث یا شیخ محی الدین۔ الغیاث یا سیدی یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎

غوث الاعظم ممن بے سروساماں مددے — قبلۂ دین مددے کعبۂ ایماں مددے

تو اس وقت حضور پناہ بے کساں چارۂ بیچارگاں سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد شریف میں اپنے مدرسہ میں موجود وضو فرما رہے تھے اور آپ نے لکڑی کی نعلین مبارک زیبِ پائے مبارک فرما رکھی تھیں جونہی اس فریادی عورت نے فریاد کی ہوا نے بحکم رب

ملع کتاب الاذکار امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قادر وکریم اس کی فریاد آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک پہنچادی تو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اپنی ہر دو مکڑی کی نعلین یعنی کھڑادیں اتاریں اور غار کی طرف پھینک دیں اور قبل اس کے کہ وہ فاسق مرد اس بے سہارا عورت کے ساتھ دست درازی میں کامیاب ہوتا ہر دو نعلین مبارک اس کے سر پر پہنچ گئیں اور تاڑ تاڑ وہ دونو اس کے سر پر پڑنے لگیں یہاں تک کر وہ پٹتا پٹتا مرگیا اس فاسق دشمن کے مرجانے کے بعد اس عورت نے حضرت پیران پیر پیر دستگیر، رحمت رب قدیر سید و شہنشاہ و فقیر غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ کے مبارک جوتے اٹھائے سینے سے لگائے اور انہیں دامن میں لیے حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حاضر ہوئی اور مجمع کثیر میں آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا ؎

جس طرف سکہ جما ہے شاہ جیلاں آپ کا ۔ کس کی جرأت ہے کہ نظر بد اٹھا کر دیکھ لے

اور حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں ؏

سر اسدا بھن چور کیتو نے مویا اوس بہانے ۔ جا اُس فاسق دے سر وجے اوہ قبقات شہانے

حضرت میراں دی وچ خدمت ورتی گل سنائی ۔ پولے چک سرے تے رکھے عورت بھجدی آئی

لاکھا جسدا اوہ محمد سو کیوں بازی ہارے ۔ سن اصحاب ہوئے متعجب ایہ کرامت بھاری

اور شیخ محمد صادق قادری شہابی السعیدی نے اپنی تالیف مناقب غوثیہ میں اور حضرت شیخ عبدالقادر اربلی نے تفریح الخاطر میں روایت بیان کی ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے زمانۂ پاک میں ایک کامل ولی کی ولایت سلب ہوگئی تو وہ بہت سے اولیاء اللہ کے پاس فریاد لے کر گیا مگر کہیں سے اسے فائدہ نہ ہوا اس کے بعد تمام اولیا اللہ نے اس کو سمجھایا کہ اس کے حق میں کسی کی دعا مقبول نہیں ہوئی اس واسطے اُسے حضرت غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے دربار عالی میں فریاد کرنی چاہیے اور ان کے وسیلہ سے عفو تقصیر کے لیے التجا کرنی چاہیے یہ بات سن کر وہ حضرت غوث الثقلین کے دربار عالی میں آن فریادی ہوا آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اس کی سرگزشت سن کر دربار الٰہی میں اس کے لیے عفو تقصیر کی التجا کی تو غیب سے ندا آئی کہ اے غوث اعظم اس

شخص کے لیے بہت اولیا اللہ نے معافی طلب کی ہے مگر ہم نے کسی کی نہیں مانی اس واسطے تم اس کے لیے ہمیں کچھ نہ کہو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے جونہی یہ ندا سُنی آپ نے اپنا مصلےٰ کندھے پر رکھا اور جنگل کی طرف نکل جانے کا ارادہ کیا لیکن جونہی جناب غوثِ انس و جاں پناہ بیکساں مایہ بے مائیگاں رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے جنگل کی طرف رخ کیا اور ایک قدم اٹھایا تو ہاتف سے آواز آئی اے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، یہ گناہ گار اور اس طرح کے اور ایک ہزار کو میں نے تیری خاطر معاف کر دیا لیکن حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے دوسرا قدم اٹھا لیا تو آواز آئی کہ اسے اور اس کے علاوہ ایسے ہی دو ہزار کو معاف کر دیا اور جب آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے تیسرا قدم بھی اُٹھا لیا تو آواز آئی کہ اے میرے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرزندِ ارجمند اے میرے محبوب غوثِ اعظم میں نے تجھے راضی اور خوش کرنا ہے تیری خوشنودی کی خاطر اس ایک کے ساتھ تین ہزار اس جیسے اور راندہ درگاہ کو معاف فرما کر تقرب کا تاج عطا فرماتا ہوں اور انہیں ان کے سابقہ مرتبوں پر بحال کرتا ہوں یہ سُنکر حضور شہنشاہِ بغداد غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، بہت خوش ہوئے اور نعمت خداوندِ قدوس کے لیے شکرانے میں اپنے فرقِ اقدس کو سجدے میں رکھ دیا اور اس مسلوب الحال ولی کو پھر سے اس کا کھویا ہوا مقام مل گیا اور وہ حضور رضی اللہ تعالےٰ کے نام نامی اسم گرامی کا وظیفہ پڑھتا ہوا اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ حضرتِ میاں محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی میٹھی زبان میں اس نازکی یوں تصویر کھینچتے ہیں سے

حضرتِ میراں جدسی چایا قدم مبارک پہلا ہاتف غیبی ایہہ آواز آن سنایا وہلا !
ایہہ مغضوب ہزاراجیہا ہور تیرا من کہیا بخشے ہیں ہیں محبوبا میراں پھر نہ رہیا
دوجا قدم مبارک چاہا حکم ہویا دم اوسے ایہہ بھی دو ہزارا جیہے بخشے یار نہ رسے
تریجا قدم اٹھایا حضرت حکم ہویا سرکاری ایہہ تے تن ہزارا جیہے بخشے تمروڑ نہ یاری
تاں خوش ہوئے حضرت میراں کرن ادا دوگانہ اسنوں اہل ولایت کر کے بہت کیتا شکرانہ
ایسے کرم کمائے میراں عاصی مجرم ہرتے پاؤ خیر محمد تائیں کھلا پکارے در تے

ایک روایت بہجۃ الاسرار میں ابوالمعالی عبدالرحیم بن منظفر بن قریشی کی بیان کردہ ہے

وہ کہتے ہیں کہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمود بن النجار بغدادی نے بغداد میں ہمیں خبر دی کہ مجھے شیخ عبداللہ جبائی نے لکھا کہ میں ہمدان میں اہل دمشق میں سے ایک شخص سے ملا جس کو ظریف کہتے تھے اس نے بتایا کہ میں نیشاپور یا اس نے کہا خوارزم کے راستے میں ایک شخص بشر قرظی سے ملا اس کے پاس چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے ہم ایک جنگل میں اترے جو اس قدر خطرناک تھا کہ وہاں خوف کے مارے بھائی بھائی کا ساتھ نہ دیتا تھا۔
جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو چار اونٹ گم تھے ہم نے اُونٹوں کو بہت ڈھونڈا مگر کہیں سراغ نہ ملا جب صبح ہوئی تو مجھے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا یہ قول یاد آیا کہ اگر سختی اور مصیبت کے وقت مجھے پکارا جائے تو وہ مصیبت ٹل جائے گی اس لیے میں نے بلند آواز سے آپ کو پکارا یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی ! میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں۔
یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی ! میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں یعنی زبان شاعر سے یوں کہا۔

سه وقت امداد یا شہ بغداد۔ رس بفریاد یا شہ بغداد۔

یا حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زبان میں یوں ندا کی۔

سه سُن فریاد پیراں دیا پیرا میری عرض سنیں کن دھر کے ھو
میرا بیڑا پھسیا وچ کپراں دے جتھے مچھ نہ وہندے ڈر کے ھو
شہ جیلانی محبوب سبحانی میری بانہہ پھڑیو گھٹ کر کے ھو
پیر جنہاں دے میراں باہو اور کنڈھیں لگ دے تر کے ھو

یا پھر حضرت میاں محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زبان سے یوں سنیئے سه

ہو حیران کھلا متفکر چارا کجھ نہ چلدا ۔ اس جھورے تھیں بیٹھا جھور کے اندر بھانبڑ بلدا
ہور علاج نہ سجھوس کوئی کوک کرے دل میراں ۔ میں مرید غلام تساڈا بخشو بھل تقصیراں

اور تفریح الخاطر میں ہے "وکان مریداللغوث ومعتقداحضرتہ فنادیٰ یا علی صوتہ یا سیدی عبدالقادر غاثت جمالی مع احمالھا" اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو آواز دینے کے بعد جب میں نے مشرق کی طرف توجہ کی اور صبح روشن ہوئی تو ٹیلے پر مجھے سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص نظر آیا جو اپنے ہاتھ سے اشارہ

کر کے مجھے اپنی طرف بلا رہا تھا جب میں ٹیلے پر چڑھا اور جہاں وہ شخص دیکھا تھا وہاں پہنچا تو وہاں کوئی شخص نہ تھا لیکن اونٹ سامنے موجود تھے جو ہم نے پکڑ لیے سلا سامان ان پر موجود تھا پھر ہم قافلے سے جا ملے یہاں پر میں سلطان الاولیاء شہنشاہ بغداد حضرتِ غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے حضور عقیدت و استمداد کے لیے یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ بطور وظیفہ عمل کرنے کے ضمن میں ماضی قریب کے مقتدر اور برگزیدہ اہل اللہ میں شمار اور سلسلہ نقشبندیہ کے افتخار بلکہ تاجدار حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ شیر ربانی شرقپور شریف کا ایک واقعہ درج کرتا ہوں جس کا ماخذ حضرتِ سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا مشہور رسالہ کلماتِ قدسیہ معروف بہ فیض نقشبندیہ ہے اس میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ایک مرید مولوی حکیم مظفر حسین صاحب کا حضرتِ شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے اس وظیفہ شیئاً للہ کے متعلق استفسار اور آپ کا جواب اس کے صفحہ ۴۲، ۴۳ پر شامل ہے اور اصل خط منجانب حکیم صاحب کا فوٹو سٹیٹ صفحہ ۴۴ پر شامل کر دیا گیا ہے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی جانب سے خط کے جواب کا فوٹو سٹیٹ صفحہ ۴۵ تا ۴۷ شامل ہے شائقین وہاں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں اس طرح حضرتِ شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا نمونۂ خط جو سید شرافت صاحب مرحوم نے محفوظ کر لیا ہے متعلقینِ سلسلہ حضرت میاں صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے لیے بالخصوص اور باقی قارئینِ کرام کے لیے بھی کافی دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے ہر دو خطوط کا متن اس طرح ہے مولوی حکیم مظفر حسین صاحب کے والد کا نام حکیم فقیر علی تھا خلف میاں پیر بخش بن میاں قل احمد بن مولوی حکیم محمد اشرف فاروقی خطیب جامع مسجد پنجر چھٹہ و مصنف کنز الرحمت فارسی و مصباح الطب فارسی و قصہ یوسف زلیخا فارسی وغیرہ حکیم صاحب ایک بلند پایہ طبیب اور متشرع بزرگ تھے موضع اچکے تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں سکونت رکھتے تھے۔ حکیم صاحب کے آبا و اجداد نوشاہی خاندان کے مرید اور صاحبِ تصنیف تھے حکیم صاحب نے میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ شرقپوری کی ارادتمندی سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا اور ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو رحلت فرمائی۔ آپ نے اپنے مرشدِ ارشد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں درج ذیل خط لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم جناب ہادینا و مرشدنا و مولانا حضرت صاحب سلمہ الرحمٰن۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ وعلیٰ من لدیکم۔ خیریت فیما بین نیک مطلوب احوال یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا مگر کم بختی سے زیارت نصیب نہ ہوئی آپ سرہند تشریف لے گئے تھے اور اب میرے دل میں ایک وسوسہ پڑا ہوا ہے جو کسی وقت رفع نہیں ہوتا وہ یہ ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی نے فتویٰ کفر و شرک کا دیا ہے اور علمائے دین نے بھی دیا ہے آپ اس میں کیا رائے دیتے ہیں۔ واجباً عرض ہے کہ ضرور اس مسئلہ پر غور کر کے تحریر فرمائیں گے بندہ تو کم علم اور کم فہم ہے۔ ضرور میری دلجوئی کریں گے۔ اور اطمینان دلائیں گے۔ جواب آنے پر حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ میری طرف ضرور توجہ واسطے اللہ (تعالیٰ) کے رکھیں گے۔ پتہ ہذا یہ ہے۔

موضع اجنیکے ڈاکخانہ اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ پاس فقیر حکیم مظفر حسین قریشی کے جاوے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوب مذکور کا یہ جواب لکھ کر حکیم مظفر حسین قریشی کو بھیجا۔ خداوند کریم فضل و کرم سے انجام بخیر کریں۔

ہر حال شکر اور ذکر فکر عبرت ضروری ہے سو آج کل محال ہے اس وسوسہ میں پڑنا زیبا نہیں فقیر تو پڑھا کرتا ہے۔ حضرت میراں محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ عجیب طرز کی توحید میں فنا تھے اس لیے جو لوگ ان کو یاد کرتے ہیں انہوں کو خداوند کریم کی محبت کامل ہو جاتی ہے اخیر سب کا رجوع رب کریم کی جانب ہے فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین آپ کا وجود غیر خدا سے تو نہیں بنا ہے اس کا ثبوت۔ قادری قلندروں سے لیں اگر کوئی نہ پڑھے تو خیر۔

خداوند کریم کی سنت جاری ہے ہر ایک کو ایک کام سپرد کیا ہے جیسا ہر ایک چیز سے کام لیا جاتا ہے ویسا ہی ہے۔

ے دردلم ہزار درد است۔ لاکن باکس نگویم
بہر حال جمال اللہ بینم۔ بہر تا ل جمال اللہ بینم
بجز روئش نخواہم ہیچ چیزے۔ زشوقِ جاں جمال اللہ جویم

فرصت کم خط کی رسم ہی نہیں اس خط و کتابت کے ضمن میں مولوی حکیم مظفر حسین قریشی فاروقی ساکن اجنیکے ضلع گوجرانوالہ کا وہ بیان جو انہوں نے حضرت سید شرافت نوشاہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے روبرو دیا جو کہ رسالہ کلمات قدسیہ کے صفحہ ۳۰ پر درج ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جن ایام میں شرقپور

جا کر حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مرید ہوا تو میں نے دیکھا آپ کی مسجد کے محراب پر لکھا تھا "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" اس وقت تو میں نے پوچھنے کی جرأت نہ کی لیکن یہ خدشہ میرے دل میں رہا واپس چلا آیا اس کے بعد دوبارہ اس مسئلے کو دریافت کرنے شرقپور گیا تو اس وقت آپ سرہند تشریف لے گئے ہوئے تھے میری ملاقات نہ ہو سکی۔ چنانچہ گھر آ کر میں نے بذریعہ مکتوب استفسار کیا۔ حضرت موصوف نے میرے اس خط کی پشت پر مختصر الفاظ میں جواب لکھ دیا جس سے مجھے اطمینان ہو گیا۔ اور میں نے وہ خط تبرکاً محفوظ کر لیا۔ اس خط کا فوٹو سٹیٹ کلماتِ قدسیہ میں موجود ہے اور یہ خط آج بھی حکیم مظفر حسین صاحب کی اولاد کے پاس محفوظ ہے اور یہ واقعہ میں نے یہاں بدیں غرض تحریر کر دیا ہے کہ قارئین کرام پر واضح ہو جائے کہ عظمتِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتراف کا ہر مسلمان دلدادہ ہے وہ کسی سلسلہ کا متعلق بھی ہو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور دستِ طلب پھیلانے میں فخر محسوس کرتا ہے اور ہر مشکل اور مصیبت میں آپ کی ذاتِ پاک سے استمداد کو ذریعۂ حل المشکلات سمجھتا ہے اور اپنی عقیدت کی پیشانی کو ہمیشہ درِ غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف جھکائے رکھتا ہے اور میرے دوست حاجی محمد اعظم منور رقم جو جناب عبدالمجید پروین رقم کے شاگرد اور صحیح جانشین ہیں اور ایک صوفی منش عابد اور خدا یاد بزرگ ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد حاجی محمد حسین صاحب مرحوم شرقپور روڑی سے اپنے گاؤں کی طرف آ رہے تھے راستے میں سکھوں کا ایک ڈیرہ تھا ان کے دو کتے تھے جو بہت بڑے بڑے تھے بلکہ ایک تو ان میں سے گدھے جتنا معلوم ہوتا تھا کتوں نے جب مجھے دیکھا تو لپک کر مجھ پر حملہ آور ہو گئے میں نے سکھوں کو آواز دی مگر ان کے پہنچنے سے پہلے کتے مجھ تک پہنچ کر حملہ کر چکے تھے میرے ہاتھ میں صرف ایک موٹا سا کانا تھا جسے شاید انہوں نے لاٹھی تصور کیا مگر کتوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور مجھ پر چھلانگ لگا دی میں گھبراہٹ میں نیچے بیٹھ گیا اور میری زبان سے نکلا "یا غوث الاعظم دستگیر" اس کلمہ کا میری زبان سے نکلنا تھا کہ دونوں کتے وہیں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی دمیں اپنی پچھلی ٹانگوں میں دبا لیں اور جس طرف سے آئے تھے ادھر کو واپس بھاگ گئے اور سکھوں کے مجھ تک آنے سے پہلے کتے اپنے ڈیرہ پر پہنچ چکے تھے سکھ مجھے صحیح سلامت دیکھ کر معذرت بھی کر رہے تھے اور حیران بھی تھے اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر کر رہا تھا کہ اس نے سرکارِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک کی برکت سے مجھے موت کے منہ سے نجات عطا فرما دی۔

فیضِ شہنشاہِ بغداد صدقہ جاریہ (گیارھویں شریف)

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے حضرت غوثِ اعظم شہنشاہ بغداد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو محی الدین بنا کر بھیجا تھا۔ اور اقدارِ اسلامی اور ضروریاتِ دین جو انحطاط کی نظر ہو چکیں تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو پھر نئے سرے سے انہیں شوکتِ رفتہ اور عظمتِ قرونِ اولیٰ عطا کرنے کا کام تفویض کیا گیا تھا۔ غوثِ اعظم کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مجددِ اعظم بھی تھے، کہ دین کو از سر نو پہلے سی روشنی اور نورانیت بخشنے کے لیے ربِ کریم نے آپ کی ذاتِ پاک کا انتخاب فرمایا تھا اور پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو وہ عظمت اور علوِ مرتبت عطا فرمایا کہ چار دانگِ عالم میں آپ کے نام کا نقارہ بج رہا تھا اور احکام دین کی بجا آوری میں کسی کو کسی مقام پر آپ کے کسی حکم سے سرتابی کی مجال نہیں تھی۔ اور کسی کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کسی فعل سے کسی صورت مخالفت کی جرأت نہ تھی اور مسلمان ہر جگہ بطیبِ خاطر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اطاعت پر فخر کرتے تھے، شعارِ دین کے جملہ اصناف میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تازہ روح پھونک دی، شعائرِ اسلامی میں ہر طرف زندگی ہی زندگی نظر آنے لگی۔ ایمان بالغیب نماز، زکوٰۃ روزہ، حج خیرات جہاد غریب پروری، مسکین نوازی غرضیکہ ہر بات میں تازگی پیدا ہو گئی اور دین اسلام کی ضعیف اور کمزور حالت میں پھر سے قوت اور شادمانی عود کر آئی۔ ضروریاتِ دین یعنی فرائض میں اگرچہ ایمان بالغیب کے بعد نماز سے دوسرے نمبر پار روزہ کو شمار کیا جاتا ہے لیکن جب غور کیا جائے۔ تو نماز اور زکوٰۃ یعنی انفاق فی سبیل اللہ دو لازم و ملزوم ارکان معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی تشریح حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے جہاں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ "من لا زکوٰۃ لہ لا صلوٰۃ لہ و من لا صلوٰۃ لہ لا زکوٰۃ لہ" اس کا یہ مفہوم ٹھہرا کہ درحقیقت زکوٰۃ یعنی صاحبِ ثروت حضرات کا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں محتاج اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنا نماز کی روحِ اصل ہے اور نماز باجماعت سے یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن میں پانچ بار اکٹھے ہونے سے ایک دوسرے کے حالات کا خوب پتہ چل سکے اور اس طرح مستحق اور غرباء کی پہچان ہو سکے۔ اور ایسا نہ ہو کہ ایک مسلمان بھائی

تو چین کی نیند سو رہا ہو۔ اور اس کا دوسرا بھائی ہمسایہ یا مسلمان دوست بھوک کے عذاب میں تڑپ
گن رہا ہو۔ اور قرآن پاک میں بھی جہاں محبوبِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کے عاشقانِ صادق یعنی پرہیزگار لوگوں کی تعریف بیان کی گئی ہے تو ان کی خصوصیت یہ بتائی ہے
کہ وہ نماز کو برپا کرتے ہیں۔ "ومما رزقنا ھم ینفقون"
اور اس رزق میں سے جو ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے خرچ کرتے ہیں یعنی زکوٰۃ اور خیرات کی
صورت میں غربا پروری اور یتیم نوازی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے اس کے
راستے میں خرچ کرنا ایک اتنا عظیم اور رب کریم کا پسندیدہ عمل ہے کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حاملانِ عرش سے دو فرشتوں کو مقرر فرما رکھا ہے جو ہر صبح کو عرشِ الٰہی کے نیچے سے
دربارِ رب العزت میں دعا کرتے ہیں اور ندا یہ کہتے ہیں۔" اللھم اٰت کل منفق خلفاً و
کل ممسک تلفاً"۔ یعنی اے ربِ کریم رؤف الرحیم ہر خرچ کرنے والے کو خلفِ صالح عطا
فرما اور ہر ہاتھ روکنے والے یعنی بخیل کو مٹا اور پھر بھوکے کا پیٹ بھرنا، ننگے کا جسم ڈھانپنا، پیاسے
کو سیراب کرنا، گرتے کو سہارا دینا، ڈوبتے کو بچانا، اور مبتلائے مصائب کو نجات دلانا انسانیت
میں اولوالعزم اور عالی ہمت انسانوں کے کام ہیں۔ اور مسلمان ہر صورت میں اعلیٰ اقدار کا مالک
ہوتا ہے۔ اور حضور فخر موجودات راحمِ کائنات سید السادات امام المرسلین جنابِ رحمۃ للعالمین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تو انسان کیا حیوان کے ساتھ ہمدردی کو بھی انسانی فرائض میں
داخل فرمایا ہے اور کتاب شرف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مصنفہ امام ابو سعید عبد الملک بن عثمان
نیشاپوری المتوفی ۴۰۷ھ میں اور دیگر کثیر کتب میں یہ حدیث مرقوم ہے کہ حضور رحمتِ مجسم تاجدارِ
عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک شخص سفر پر تھا اس نے ایک پیاسے کتے
کو دیکھا جو کنوئیں کے پاس بیٹھا تھا اس شخص نے اپنا موزہ اتارا پگڑی سے باندھا اور کنوئیں سے
پانی نکال کر پیاسے کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ غفور الرحیم نے اسے اس نیکی پر بخش دیا۔ اور شیخ
سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں:

؎ خبر داد پیغمبر از حالِ مرد — کہ داور گناہائے او عفو کرد

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

جانوروں کو پانی پلانے سے بھی ثواب ملتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں جان ہے اسے پانی پلانے سے ثواب ملے گا۔ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ مجھے کچھ ایسا عمل بتائیں جس سے میں جنت میں جاؤں اور دوزخ سے بچ جاؤں۔ عالی جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سچ بولا کرو اور سخاوت کیا کرو، اس نے عرض کی اس کی کسے طاقت ہے۔ فرمایا کھانا کھلایا کرو اور سلام کیا کرو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک اونٹ لو، اس پر پانی کی مشک بھر کر رکھو اور ان لوگوں کو پانی پلاؤ جن کو پانی نہیں ملتا ابھی مشکیزہ نہ پھٹے گا اور اونٹ نہ مرے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہشت عطا فرما دے گا۔ وہ شخص اٹھا اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہوا نکلا۔ اور پھر صحابہ کرام کا راہ حق میں خرچ کرنا تو ایک ضرب المثل ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب راہِ حق میں خرچ کرنے میں رضائے حق دیکھی تو اپنا تمام دھن دولت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اسلام پر نچھاور کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے مکہ معظمہ کی امیر ترین خاتون تھیں، کتاب شرف النبی میں ان کی شاہانہ تمکنت کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے "خدیجہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے گھر میں شاہانہ دربار لگاتیں، ستر کنیزیں زرق برق لباس میں کھڑی رہتیں۔ فخر و غرور اور ناز و ادا کی زیادتی کی وجہ سے تخت سے نیچے قدم نہیں اتارا کرتی تھیں، کارندے اس کے سامنے حاضر ہوتے اور اپنا اپنا حساب دیتے خدیجہ بنت خویلد ایک تاجر عورت تھی اور وہ کارندوں کو تجارت کے کام پر روانہ کرتی تھی اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت اور تجارت کے بدلے ان لوگوں کو بھی روزی دیتا تھا۔ اس قدر امیر کبیر اور جلیل القدر خاتون جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حبالۂ نکاح میں آکر دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں تو انہوں نے اپنی ہر چیز راہ خداوندِ قدوس میں اسلام اور صاحب اسلام کی خاطر خرچ کر دی اور زبان حق ترجمان رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے حق میں یہ الفاظ فرمائے "خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کی مثال کہاں مل سکتی ہے کہ اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب دوسروں نے میری بات کو نہ مانا اور اس نے اپنا سارا مال میری ضروریات پر نچھاور کر دیا اور سب سے پہلے خداوندِ قدوس کے دین حق کو قبول کیا۔ میں نے اس کو عین حیات ہی اس جنت کی بشارت دی تھی جس کو رب کریم غفور رحیم

نے چاندی اور زمرد سے بنایا ہے" اس کے علاوہ دوسری امہات المومنین بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں غرباء و مساکین میں خرچ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث غریبوں اور مسکینوں کو بے پناہ کھانا کھلاتیں اور مصیبت زدگان اور مبتلایان بلا کی امداد فرماتیں اور اسی واسطے ام المساکین کہلاتی تھیں اور حضرت زینب بنت جحش جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بھی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق بڑی صادقہ اور بہت اللہ دینے والی تھیں اور بہت خرچ کرنے والی اپنے نفس کو اس عمل میں جس میں ثواب صدقہ کا ہو اور خود سید کونین رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داد و دہش اور انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ کے پاس مال آتا غنیمت سے یا جیسے رب کریم کو منظور ہوتا آپ سارے کا سارا مال راہ حق میں مستحقین میں تقسیم فرما دیتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غریب پروری اور مسکین نوازی کا بیان کرنا کسی زبان کی طاقت نہیں اور زینت قرطاس کرنا کسی قلم کو یارا نہیں جب خود منعم حقیقی نے آپ کو کائنات کے لیے ولئی نعمت بنایا اور ارشاد فرمایا "اغنٰهم الله ورسوله من فضله" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ مغنی بذات تو رب کریم ہے لیکن اس نے اپنی یہ صفت محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا فرما دی اور انہیں بھی مغنی بنا دیا۔ اور جس کو جو دیا انہی کے دست جود سے عطا فرمایا اسی واسطے فرمایا جناب رحمت مجسم ابو القاسم رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے "ان الله معطى وانا قاسم" مقصد یہ کہ معطی حقیقت میں اللہ تعالیٰ جل وعلا کی ذات پاک ہے مگر مخلوق تک عطا کا پہنچانا اور کم یا زیادہ تو یہ سارا کام محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں دے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قاسم کائنات بنا دیا اور پھر انفاق فی سبیل میں صحابہ کرام کو ترغیب اور تحریص کے لیے رب کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ یعنی اے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے مال میں سے صدقہ تحصیل کرو جس سے آپ ان کو ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔

اور ساتھ ہی اسی سورۃ توبہ گیارہ پارہ کی اگلی آیت نمبر ۱۰۴ میں وضاحت فرما دی ہے کہ صدقات اللہ تعالیٰ
خود اپنے دستِ قدرت میں لیتا ہے، اس پر صحابہ کرام کی ساری جماعت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی اور
تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو امیر کبیر رئیس تھے راہ خدا
میں خدا کس فراخدلی سے خرچ کیا کرتے تھے، مسلمانوں کو مدینہ شریف پہنچنے پر میٹھے پانی کے کنوئیں کی
ضرورت پڑی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہودی کو جو میٹھے پانی کے کنوئیں کا مالک تھا منہ مانگے
دام دے کر مسلمانوں کے مصرف کے لیے واگذار کر دیا، مدینہ شریف میں قحط پڑا تاجر غلہ لے کر آئے
سب سے زیادہ بولی دے کر سارا غلہ خرید لیا اور راہ خدا میں مفت غرباء میں تقسیم کر دیا، غزوۂ تبوک
میں تقریباً ہزار لشکری کے ہر قسم کے اخراجات سواریاں خوراک، کپڑے، ہتھیار وغیرہ اور دیگر ضروریات
اپنے پاس سے پوری کر دیں۔ اس غزوہ میں حضرتِ فاروق معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے تمام اثاث
البیت کا نصف راہ حق میں نادار مجاہدین پر خرچ کرنے کے لیے پیش کر دیا اور حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے تو گھر کا سارا اثاثہ پیش کر دیا اور حضرت مولائے کائنات علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم کی غریب پروری اور مسکین و یتیم و اسیر نوازی کی تو قرآن پاک نے شہادت دی
ہے۔ اور آیت شریف ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً
(الدھر ۱۴) یعنی کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو آپ ہی کی شان
میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ بھی آپ کی غرباء پروری پر قرآن پاک میں کئی شہادتیں موجود ہیں
جوہر شریف التواریخ اور ارجح المطالب کی روایت کے مطابق حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
نے دو بار اپنا سارا مال اور تین بار آدھا مال راہ خدا میں دے دیا اور حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
کے متعلق اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ مہمان نوازی، غرباء پروری، اعانت مظلوم، ایصال رحم اور
انعام فقراء و مساکین میں شہرہ آفاق تھے۔ اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام زین العابدین
پوشیدہ سخاوت کرتے۔ راتوں کو آٹے اور روٹیوں کا بوجھ پشتِ مبارک پر اٹھا کر خیرات بانٹا کرتے یہاں
تک کہ پشت مبارک پر سیاہ داغ پڑ گئے تھے امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی غریب پروری
و مسکین نوازی کے طفیل قاضی ابو یوسف ایک غریب اور بے سہارا لڑکا بغداد شہر کا قاضی القضاۃ یعنی
چیف جسٹس بنا اور اسے خلیفہ ہارون رشید اور ملکہ زبیدہ ہر دو کے مزاج میں اتنا دخل تھا کہ ہر

دو میاں بیوی اپنے نجی اور ذاتی معاملات کو قاضی صاحب کے مشورہ سے ہی سرانجام دیتے تھے اور پھر ملکہ زبیدہ کا صدقہ جاریہ جو روئے زمین پر اپنی مثال آپ ہے نہرِ زبیدہ ہے جس پر اس نے اپنی ساری دولت خرچ کر کے مکہ معظمہ کو سیراب کرنے کے لیے وادیٔ فاطمہؓ سے نکلوائی جو آج بھی ارضِ حرم کے بسنے والوں کی ضروریات آب کو کفایت کرتی ہے۔ اور زبیدہ کے نورانی کارنامے کو تنویر بخشتی ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ صدقات و خیرات کا یہ سلسلہ احکام شریعت کی روشنی میں جاری رہا لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اور اقتدارِ اسلامی میں انحطاط واقع ہوتا گیا اس بہت اہم فریضہ کو بھی کوئی خاص اہمیت نہ دی جانے لگی، حکمرانوں نے پہلوتہی کی خواص نے لاپرواہی کی عوام میں بے حسی پیدا ہو گئی اور جب حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو شروع میں یہ حالت تھی کہ غرباء پروری اور مسکین نوازی کا کسی کو دھیان تک نہ تھا اور جیسا کہ ہم اس کتاب کے پہلے اوراق میں بغداد کی تصویر دکھا چکے ہیں کہ وہاں فقراء و مساکین کو پیٹ بھرنے کے لیے کہیں سے کچھ نہیں ملتا تھا اور بعض ان میں سے گری پڑی چیزوں پر گذارا کرتے تھے اور بعض دجلہ کے کنارے سبزی دھونے کے بعد جو پتے وغیرہ وہاں رہ جاتے تھے اس پر گذر اوقات کرتے تھے اور بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق ایک صبح ستر فقیر ایسے تھے جو دجلہ کے کنارے ایسے پتوں پر اپنے دیوانشتہا کو تسکین دے رہے تھے۔ اور طالبانِ علم اور درس گاہوں کے لیے اخراجات کی مد میں صدقات اور خیرات سے کوئی آمدن نہیں ہوتی تھی اور محتاج اور نادار طلباء کو قوتِ لایموت کے حصول کے لیے کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور بسا اوقات انہیں فصل کے موسم پر دیہات میں جا کر غلہ فراہم کرنے کے لیے گداگری کرنی پڑتی تھی اور شعارِ دین کی جملہ اصناف بمع انفاق فی سبیل اللہ کے انحطاط کا شکار ہو چکی تھیں اس وقت اگر کوئی لوگوں سے کچھ لینے کی طاقت رکھتا تھا تو وہ یا تو احمد زندہ فیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا ہو سکتا تھا جو شیر کی سواری کرتا تھا اور لوگ اس کی خدمت خداوندِ قدوس کے خوف سے زیادہ شیر کا شکار ہو جانے کے ڈر سے کرتے تھے۔ یا پھر امراء اور بادشاہ اور خلفاء جو اپنے ذاتی اخراجات عیش و مستی یا علماء و مفتیان کا منہ بند کرنے کے لیے انہیں بھاری بھاری رقوم بطورِ نذرانہ پیش کرنے کے لیے مخلوقِ خدا یعنی مظلوم انسانیت کا خون ایسے میٹھے نشتروں سے کھینچ لیتے تھے جس سے وہ لوگ احتجاج بھی نہ کر سکیں زندوں میں بھی شمار نہ ہو سکیں اور مر بھی نہ جائیں اور اس کا

منہ بولتا ثبوت خلیفہ مستنجد باللہ کی وہ دس اشرفیوں کی تھیلیاں تھیں جو وہ حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں بطور نذرانہ لے کر گیا تھا اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جب ان میں سے دو کو اٹھا کر دبایا تو ان میں سے خون بہنے لگا۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا مستنجد شرم نہیں آتی مخلوقِ خدا کا خون جو تو نے ظلم سے کھینچا ہے وہ میرے پاس نذرانہ لے کر آئے ہو علیٰ ھذا القیاس جب دین کی تمام اقدار اپنے محور سے ہٹ چکی تھیں تو صدقات و خیرات کی مد کیسے بحال رہ سکتی تھی جبکہ انفاق فی سبیل اللہ سے زعمِ باطل میں مال و دولت میں کمی واقع ہونے کا اندیشہ تھا لیکن حضرت شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو محی الدین بن کر آئے تو آپ نے دین کے ہر پہلو کو پھر سے رونق بخش دی۔ اور گلزارِ اسلام میں پھر سے بہار آگئی اور کوئی صنف تشنہ کام نہ رہ گئی چنانچہ بہجۃ الاسرار میں شیخ عمران کمیانی اور شیخ بزار سے روایت ہے کہ انہوں نے ۵۹۱ھ میں بغداد شریف میں ذکر کیا کہ ہماری موجودگی میں حضرتِ غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو محی الدین کیوں کہتے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ۵۱۱ھ میں جمعہ کے دن میں برہنہ پا سفر سے بغداد شریف کی طرف آیا راستے میں ایک لاغر بدرنگ بیمار پر میرا گذر ہوا اس نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكَ یا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ عَلَيْكَ میں نے اس کے سوال کا جواب دیا اس نے کہا میرے پاس آؤ میں اس کے نزدیک گیا تو اس نے کہا مجھے بٹھاؤ میں نے اسے بٹھایا پس اس کا جسم موٹا تازہ ہو گیا۔ (یعنی حضور شہنشاہِ بغداد کا دست مبارک لگنے سے) اور اس کی صورت اچھی ہو گئی اور رنگ صاف ہو گیا یہ دیکھ کر میں اس سے ڈر گیا۔ اس نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں آپ کے نانا پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین ہوں میں مرا ہوا تھا جیسا کہ آپ نے مجھے دیکھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے مجھے زندہ کر دیا۔ آپ محی الدین ہیں اس سے رخصت ہو کر میں جامع مسجد کو آیا، ایک شخص مجھ سے ملا اس نے اپنا پاپوش میرے لئے اتار دیا اور کہا یا سیدی محی الدین، جب میں نمازِ جمعہ سے فارغ ہوا تو لوگ میری طرف بھاگے وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے تھے یا محی الدین، حالانکہ اس سے پہلے مجھے کبھی محی الدین نہ پکارا گیا تھا۔ اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے احیائے دین کا کام شروع کیا اور اسلام

کی تمام اقدار کو از سر نو کھوئی ہوئی شادابی اور لٹی ہوئی بہار سے ہم کنار کیا لیکن انفاق فی سبیل اللہ کا چونکہ براہ راست دکھی اور بھوک اور افلاس سے ستائی ہوئی مخلوق کو فائدہ پہنچتا تھا اس واسطے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس طرف خاص توجہ دی آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام اعمال کی تفتیش کی ان میں کھانا کھلانے سے افضل کوئی عمل نہ پایا کاش میرے ہاتھ میں ہوتا کہ بھوکوں کو کھلاتا آخر رب کریم نے آپ کے دست مبارک میں وسعت عطا فرمادی اور آپ نے غریب پروری اور مسکین نوازی کو ہر عمل پر ترجیح دی اور یہیں سے گیارھویں شریف پر بالخصوص غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی تصویر ذہین اور مخلص دلوں کے آئینہ میں منقش ہوئی اب یہ کہ اس دن کو کیوں خصوصیت دی گئی اس کا تذکرہ اگلے صفحات میں آئے گا یہاں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی غریب پروری اور بے کس نوازی کا خاکہ پیش قارئین کرام کر رہا ہوں تاکہ انسان صفت لوگ سمجھ سکیں کہ انفاق فی سبیل اللہ کا فریضہ جس کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دوبارہ روح رواں عطا فرمائی تھی آپ کی نگاہوں میں کتنا اہم تھا اور یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا امت مسلمہ پر کتنا احسان اعظم ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس عظیم اور نہایت ہی اہم فریضہ کو امتِ محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس نہج پر جاری فرما دیا کہ کم از کم ہر مہینہ میں ایک دن تو ہر مسلمان گھر سے حسب استطاعت حاجت مند مخلوق خدا کے لیے حصہ نکلتا رہتا ہے اور یہ کارِ خیر انشاءاللہ العزیز تا قیامت جاری رہے گا اور ممارزقنٰھم ینفقون پر عمل ہوتا رہے گا۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ قاعدہ تھا کہ آپ کسی سوالی کا سوال رد نہیں فرمایا کرتے تھے اگر اپنا کپڑا اتار کر دینا پڑے تو وہ بھی دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ۔ بہجۃ الاسرار میں شیخ خضر حسینی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر کہا تیرا کیا حال ہے اس نے عرض کی میں آج دریا کے کنارے گیا اور ملاح سے کہا کہ مجھے دوسری طرف لے چل اس نے انکار کیا اس لیے افلاس کے سبب میں شکستہ دل ہو گیا فقیر نے اپنا کلام ختم نہ کیا تھا کہ ایک شخص تیس دیناروں کی تھیلی آپ کی نذر کرنے آیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس فقیر سے فرمایا کہ یہ تھیلی لے کر اس ملاح کے پاس جا اور اسے کہہ دے کہ کسی فقیر کا سوال رد نہ کیا کرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے

اپنی قمیص مبارک اتار کر فقیر کو دے دی پھر اس سے بیس دینار دے کر خرید لی۔ اور آپ کی خدمت میں جب بھی کوئی ہدیہ آتا اسے حاضرین میں تقسیم فرما دیتے آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا لیکن آپ ہمیشہ کم غذا استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور اسوقت کھانا کھاتے جب قرب وجوار کے محتاج اور نادار اپنی احتیاج پوری کر لیتے آپ غرباء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا پسند فرماتے تھے، طلباء کا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گرد ہجوم رہتا تھا اور ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نظر خاص میرے لیے ہی مخصوص ہے آپ نہ کبھی امراؤ سلاطین تعظیم کیلئے اٹھتے اور نہ کبھی ان کے دروازے پر تشریف لے جاتے نہ کبھی ان کے قالینوں پر بیٹھتے اور نہ کبھی ان کے ساتھ کھانا کھاتے اگر کسی کام کے لیے خلیفہ کو تحریر کرتے تو فرماتے "عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے اور اس کا حکم نافذ ہے اور اس کی اطاعت تم پر واجب ہے آپ علماء کا لباس[۱] زیب تن فرماتے آپ کی پوشاک مقبول وضع اور بیش قیمت ہوتی ایک گز کپڑا دس دینار کو خریدا جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضور کا عمامہ مبارک ستر ہزار دینار کا خریدا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہر روز نیا لباس تبدیل فرماتے اور پہلا لباس جو صرف ایک دن پہنا ہوتا تھا۔ فقراء و مساکین میں خیرات کر دیتے جس وقت کوئی فقیر یا مسکین آپ کا استعمال کیا ہوا کپڑا پہنتا اسی وقت اس کو دل کی صفائی نصیب ہو جاتی (یہ ہے فقر کا معراج ہے، فقر کہتے ہیں اس کو فقیر کہتے ہیں) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نعلین مبارک تمام مطلا ہوتی تھی اور یاقوت سرخ و سبز زمرد، الماس اس پر جڑے ہوتے تھے۔ تمام کام مرصع ہوتا اس کے تلوں میں چاندی اور سونے کی میخیں لگی ہوئی ہوتی تھیں کوئی جوتوں کا جوڑا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آٹھ دن سے زیادہ نہیں پہنا جمعہ کے دن نیا جوتا پہنتے اور پہلا جوتا کسی سائل محتاج کو دے دیتے جو دولتِ ظاہری اور باطنی سے مالا مال ہو جاتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ جب میرے والد بزرگوار مشہور ہو گئے تو آپ نے ایک دفعہ حج کا ارادہ فرمایا اس حج کی آمد و رفت میں میں آپ کی سواری کی باگ پکڑتا تھا جب ہم حلہ میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہاں سب سے غریب گھر کی تلاش کرو۔ اس لیے ہم نے ایک خیمہ دیکھا جس میں پشم کا ایک خیمہ تھا اور اس میں ایک بوڑھا، بڑھیا اور ان کی لڑکی تھی یہ لوگ آپ کی ارادت میں تھے آپ ان کے ہاں اترے اور اپنے احباب کو

---

[۱] شریف التواریخ جلد اول صفحہ ۶۶۱

بھی ساتھ ٹھہرایا، حلہ کے مشائخ اور رؤسا و امراء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ عالی میں آئے۔
اور درخواست کی کہ حضور ہمارے غریب خانوں میں یا کسی اور اچھے گھر میں تشریف لے چلیں۔ مگر
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظور نہ فرمایا، اہالیانِ شہر نے آپ کے لیے بہت سی گائے بکریاں، کھانا
سونا چاندی اور سامان بھیجا اور سفر کے لیے سواریاں بھیجیں اور لوگ ہر طرف سے آپ کی خدمتِ اقدس
میں حاضر ہوئے آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس تمام آمد میں سے میں نے اپنا حصہ اس
گھر والوں کو بخش دیا یہ سن کر آپ کے تمام ساتھیوں نے بھی اپنا اپنا حصہ ان گھر والوں کو بخش دیا۔
اس طرح وہ تمام مال اس بوڑھے بڑھیا اور لڑکی کو عنایت کر دیا گیا، رات عالیجناب رضی اللہ عنہ،
نے وہیں بسر کی اور صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے، صاحبزادہ عالی منزلت فرماتے ہیں کہ کئی سال کے بعد
حلہ میں میرا گذر ہوا کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ بوڑھا وہاں کے باشندوں میں سب سے زیادہ مالدار تھا۔ اس
نے بتایا کہ یہ سب اس رات کی برکت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا کہ اگر کسی پیر کا مرید مفلس ہوا اور پیر نے اس کا مداوا نہ کیا تو قیامت کو پیر سے سوال
ہو گا کہ تیرا مرید غریب کیوں رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے
محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا فرمایا ہے" اغنٰهم اللہ
ورسولہٗ من فضلہ" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا، مقصد یہ کہ ادھر سایۂ دامانِ رحمت محبوب پاک صاحبِ لولاک
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جگہ ملی ادھر اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے اپنی رحمت کے خزانے
ان پر کھول دیئے یہاں پر بہر کیف ایک لمحۂ فکریہ اور درس عبرت ہے موجودہ دور کے ان اخباری
پیران محتشم بالشان کے لیے جن کو مریدین کی اصلاح احوال کی بجائے اپنے حلوے، مانڈے اور
مرغ پلاؤ کی فکر اور اپنا نذرانہ ٹیکس جو انہوں نے غریب مریدین پر ٹھونس رکھا ہوتا ہے وصول
کرنے کی دھن سمائی رہتی ہے اور بقول سید وارث شاہ۔ ع بھانویں ٹبر مرید دا مرے بھکھا پیر
اپنے نفس نوں پال دے نی، یا بقول حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرید کا اظہار
حقیقت ہے ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی۔ گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
اور پھر علامہ علیہ الرحمۃ کی زبان سے بالکل حقیقت پر مبنی فیصلہ ملاحظہ ہو

؎ نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خیر یہ تو درمیان میں جملۂ معترضہ ان متقنی پیروں کے متعلق آگیا ہے جنہوں نے فریب کا لبادہ اوڑھ کر سادہ دل مسلمانوں کو پھانسنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کر رکھے ہیں اس کا کیا انجام ہوگا۔ اور یہ قوم کو کس قعرِ ذلت میں گرا دیں گے اس کے متعلق یہ لوگ خود ہی سوچیں یا ان کے دامِ تزویر میں پھنسے ہوئے ان کے اندھے مقلد ان کے مرید یا ان کی شومئی تقدیر مجھے اس مقام پر اتنی نشاندہی سے زیادہ اس معاملہ سے غرض نہیں کیونکہ میرے سامنے تو بات ہے پیرانِ پیر کی پیرِ روشن ضمیر کی سلطانِ بے نظیر کی آسمانِ رشد و ہدایت کے بدرِ منیر کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کی سخاوت کی انفاق فی سبیل اللہ کی غربا پروری کی مسکین نوازی کی یتیم دوستی کی اور دکھی اور مظلوم انسانیت کے دکھ درد کا مداوا بننے والے کی جس کے متعلق میں نے صفحات ماسبق میں واضح کر دیا ہے کہ آپ غرباء و مساکین پر کس قدر فراخ حوصلگی سے خرچ کرتے تھے آپ بنفسِ نفیس اگرچہ سادہ لباس اور سادہ غذا کے عادی تھے لیکن چونکہ مفلس و نادار لوگوں پر خرچ کرنے کا مقصد مدِ نظر رہتا تھا اس واسطے آپ وسیع دستر خوان بچھواتے اور اس پر انواع و اقسام کے کھانے چنے جاتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فقراء و مساکین کو ساتھ لے کر دستر خوان پر بیٹھ جاتے اور جب تک وہ لوگ اپنی احتیاج پوری نہ کر لیتے آپ دستر خواں سے نہ اٹھتے اور قیمتی سے قیمتی کپڑا اس واسطے پہنتے کہ صرف ایک دن پہن کر اس کو اپنے جسمِ نور کی برکتیں عطا کر کے غرباء کو دے دینا مقصود ہوتا تھا اور جس خوش قسمت غریب کو وہ عطا ہو جاتا تھا وہ ظاہر میں بھی امیر ہو جاتا تھا اور باطن میں بھی پُر تنویر ہو جاتا تھا آپ کا پاپوش مبارک جس خوش نصیب کو مل جاتا تھا وہ ہزاروں میں بکنے لگتا تھا اور یہ پاپوش مبارک، حضرت شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پائے مبارک کا اترن کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جن کو یہ نعمت نصیب ہو جاتی تھی جن کو یہ تاج مل جاتا تھا۔

اور یہ تاج کن پائے مبارک سے مَس ہو کر اترا تھا وہ تنویر بخشِ عالم پائے نور جو کسی آدمی کی گردن پر آجائیں وہ ولی اللہ ہو جائے اور اولیائے کاملین جن مبارک قدموں کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھ کر اپنی ولایت پر مہرِ تصدیق ثبت کرائیں اور اگر کرمِ کریم کارساز سے اور نظرِ رحمت سیدِ ابرار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے غوثِ ابرار رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے پاپوشِ باوقار کا سایہ

ہما افتخار محمد لطیف زار، ہیچ میرزد، ہیچ کار کے فرقِ عقیدت شعار پر جلوہ ریز ہو جائے تو زہے نصیب اس غریب کو عقیدت کا ثمر مل جائے۔ یہ تمام غریب پروری کے طریقے تھے وگرنہ عام حالات میں آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، اپنے لیے ہر چیز میں سادگی پسند کرتے تھے لیکن شوکت کلام اور حسن بیان کہ اس میں آپ کی زبانِ پاک میں تاثیر لعاب دہن سید ولد آدم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم مدینۃ العلم اور تاثیر لعاب دہن سید العرب مولائے کائنات علی شیر خدا کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم باب مدینۃ العلم شامل تھی انفاق فی سبیل اللہ میں آپ کے اخراجات ہر مد سے بڑھ کر تھے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس فریضہ کو آپ نے ہر دوسرے مستحسن عمل سے زیادہ اہمیت دی ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے پیش نظر ہر وقت اللہ تعالےٰ اجل وعلا کا یہ حکم رہتا تھا " یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ "[1] اس آیہ مبارکہ کے ماتحت مسلمان صاحب ثروت کے لیے یہ حکم رب العزت بطورِ فرض ٹھہرا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے مال سے اپنی زندگی میں حاجت مندوں غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرے اور روزانہ کرے جیسے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ہر روز نیا لباس زیب تن فرماتے اور کل والا حاجت مندوں کو عطا فرما دیتے یہ دن میں کئی بار کرے جیسے حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا دستر خوان دن میں کئی بار غریبوں اور محتاجوں کے لیے بچھتا تھا ہفتہ میں ایک بار کرے جیسے حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ہر جمعہ کو نئی پاپوش مبارک زیب پا فرماتے اور پہلی راہِ خدا میں ضرورت مندوں کو عطا فرما دیتے مہینے میں ایک دفعہ کرے جیسے باقاعدہ گیارہویں شریف کا حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اجرا فرمایا سال میں ایک دفعہ کرے مثلاً عید میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے راہِ خدا میں خرچ

---

[1] القرآن پارہ ۳ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۴۔ اے ایمان والو اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہمارے دئے میں سے خرچ کرو وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ کافروں کے لیے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں (ترجمہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ)

کرنے کی ایک اہم تقریب تھی غرضیکہ اس دن کی سختی سے بچنے کے لیے جس دن کافر دوستی اور شفاعت کو ترسیں گے حسب استطاعت راہِ خدا میں خرچ کرنا اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ط۔ یعنی اللہ تعالےٰ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت کے مطابق پس امیر لوگ زیادہ خرچ کریں اور متوسط اور نچلے درجے والے اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق خرچ کریں لیکن خرچ کرنا ہر صاحبِ نصاب پر فرض کر دیا گیا حضرت فرد الافراد غوث الاغیاث قطب الاقطاب شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، خود بنفسِ نفیس تو راہ حق میں رات دن ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتے رہتے تھے کہ یہی طریقہ مردانِ حق منظورِ حق تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے عامۃ المسلمین کی بھلائی کے لیے ہر مہینے میں ایک دن کا تعین کرنا چاہا کہ کم از کم اس ایک دن ہر مہینہ میں مثالی غربا پروری اور مسکین نوازی کی طرح قائم ہو جائے فریضۂ الٰہی کی بجا آوری بھی ہوتی رہے اور باقاعدگی بھی قائم رہے اور جو لوگ مہینہ میں صرف ایک دفعہ خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں یا مثلاً ملازم پیشہ اور ماہوار مشاہرہ پانے والے افراد پیر کا دن حضور سیدِ کونین فخرِ موجودات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کا یومِ مبارک ہونے کی وجہ سے بہت افضل دن تھا مگر یہ ہر ماہ میں کم از کم چار بار آتا تھا اور اسی طرح جمعرات اور جمعہ بھی تو جو لوگ کر سکتے تھے وہ ان دنوں میں خوب انفاق فی سبیل اللہ کرتے تھے لیکن ہر ماہ میں ایک دن ایسا چاہیئے تھا جو کہ خاص اہمیت کا دن ہو چنانچہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے دیکھا کہ جنابِ سیدِ کونین رسول الثقلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ربیع الاول یکم عام الفیل بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء ہوئی یہ رحمۃ للعالمین جلد دوم سے روایت ہے اور علامہ نووی اور حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تحقیق کے مطابق یوں جلوہ نورِ عالم رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے اگلے دن کی سحر یعنی دس ربیع الاول شمار میں آتا ہے تو یہی تاریخ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو بہت پسند آئی اگرچہ کچھ تحقیقات سے ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت شمار کیا جاتا ہے لیکن جس دن کو بھی ہو محبوب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں غربا پروری اور انفاقِ فی سبیل اللہ کیف

مستحسن اور فریضۂ الہٰی سے عہدہ برآ ہونا ہے جس کا تقرر اور اجرا فرما کر حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ جس کے لیے امت ہمیشہ آپ کے زیرِ بار رہے گی اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اسی تاریخِ ولادت محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیوں ترجیح دی اور اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا دن کیوں نہ اختیار کیا اس کے کئی ایک سبب ہیں۔

ا۔ کیونکہ یہ ایک عظیم منفرد اور بے مثال دن تھا جس میں ربِ کریم نے دنیا والوں کو اپنا عظیم منفرد اور بے مثال محبوبِ پاک عطا فرمایا اور اس دن جو نیک کام بھی کیا جائے اس کی حیثیت بھی عظیم منفرد اور بے مثال ہوتی ہے۔

۲۔ یہ سید ولد آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کا دن تھا اور صحابہ کرام اس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ مبارک کی خوشی میں دھن دولت خرچ کرنے کو بڑی اہمیت دیتے تھے علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اس ضمن میں ایک مستند کتاب نعمۃ الکبریٰ لکھی ہے۔

۳۔ حضرتِ رسولِ پاک سید لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی بے مثال نعمت اور بے نظیر احسان تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نبی الرحمت کی ذاتِ گرامی عطا فرما کر ربِ کریم رؤف و رحیم نے مومنوں پر احسان جتایا ہے حالانکہ اَن گنت نعمتیں عطا فرمائیں اور فرمایا (اِن تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا) کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو گے تو انہیں کسی صورت شمار نہیں کر سکو گے نہ حساب دان کے ذریعہ وہ مشرق کا ہو یا مغرب کا نہ کسی کمپیوٹر کے ذریعے سے وہ نئی قسم کا ہو یا پرانی قسم کا یا آگے چل کر کسی قسم کی کوئی حسابی مشین ایجاد ہو جائے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے لا فرما دیا تو پھر کوئی ذریعۂ احاطہ نہ ہو سکے گا ٹھیک اسی طرح جیسے شہد کی حیات کو شعورِ انسانی سے لا فرما کر بالا فرما دیا مگر ان اَن گنت، بیرون از شمار نعمتوں پر ربِ کریم نے احسان نہیں جتایا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ (ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ) کہ قیامت کے روز نعمتوں کے متعلق پوچھا بھی جائے گا اور پھر یہ بھی حکم دیا کہ (وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) یعنی اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر بھی کرو اور ایسے طریقے اختیار کر جن سے انعاماتِ الٰہیہ خاص کر اس نعمتِ کبریٰ کی یاد تازہ ہوتی رہے تو یہ اور کئی اور اسی قسم کی وجوہات تھیں جن کو مدِ نظر رکھ کر

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے یوم ولادتِ محبوبِ پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی ۱۲ تاریخ ہر ماہ کو باقاعدہ غرباپروری اور مسکین نوازی کی بنا ڈالی اور پورا سال گذر جانے کے بعد جب ربیع الاول شریف کی دس تاریخ آتی تو اس تاریخ کی اگلی یعنی گیارہویں رات کو اس کارِ خیر کو اور بھی اعلےٰ انتظامات کے ساتھ منایا جاتا اور یہاں ایک قدرتی اتفاق یہ ہوگیا کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی رحلت شریف ہفتہ کی رات بعد از نمازِ عشاء بتاریخ گیارہ ربیع الاخر واقع ہوگئی اور اگر تقویم کی رُو سے دیکھا جائے تو شبِ شنبہ ۹ اور ۱۰ ربیع الاخر کی درمیانی رات تھی اور اس طرح میلادِ محبوبِ پاک کی یاد میں منعقد کی جانے والی محافل ایصالِ ثواب بدرجہ بدرجہ بر فتوحِ غوثِ پاک کے نام سے بھی یاد ہونے لگیں اور اس کے بعد آگے چل کر جب میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ متعین کرلی گئی تو گیارھویں کی نسبت صرف باذاتِ شریفِ غوثیہ محبوبیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی جانے لگی اور مستحقین کو خوراک و پوشاک اور دیگر لوازمات حضور شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی خدمتِ پاک میں ایصالِ ثواب کے لیے مخصوص ہوگئے اور انفاق فی سبیل اللہ کا مرجھایا ہوا پودا جسکی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اپنے حسنِ عمل سے آبیاری کرکے اس کو دوبارہ تروتازہ اور شاداب کردیا تھا بفضلہٖ اتنا بڑھا پھولا کہ اب زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کوئی ایسا مقام ہی نہیں جہاں اس کا سایہ نہ پہنچ چکا ہو اور اقصائے عالم میں کوئی مسلمان غریب مسکین ایسا نہیں جو اس کا ثمرِ شیریں نہ چکھ چکا ہو اور کوئی حاجت مند ایسا نہیں جو اس سے متمتع نہ ہو رہا ہو لیکن پیشتر اس کے کہ میں یہاں وہ تفصیل درج کروں جس سے معلوم ہوسکے کہ فیضِ شہنشاہ بغداد صدقۂ جاریہ کی صورت میں حاجت مندوں پر انعامات کی بارش کر رہا ہے۔ میں گیارھویں شریف کی حقیقت سے قارئین کرام کو ایک ایسے پہلو سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جس پر اس سے پہلے میرے استادِ مکرم و دادا مرشد حضرتِ مولانا محمد اعظم نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنی بے نظیر مختصر سی کتاب "یارھویں" میں بے بدل تبصرہ کیا ہے اس سے آگے اس ضمن میں زیادہ اقتباسات بھی میں نے اسی کتاب سے لیے ہیں۔

سب سے پہلے تو آپ نے ایک زرّیں فیصلہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں یارھویں کے جواز اور عدم

جواز میں در حقیقت نیت کا فرق ہے باقی جھگڑا رگڑا یارھویں کو فرض سمجھ کر دینے والے جیسے ہم نے انفاق فی سبیل اللہ کی حد میں اسے ایک بہترین نمونہ ثابت کر دکھایا ہے یارھویں دینے والے اگر یارھویں دے کر یہ سمجھ لیں کہ انہوں نے ایسا بڑا فرض ادا کر لیا ہے کہ اگلی یارھویں تک نماز روزہ حج زکوٰۃ غرض جس قدر اعمالِ صالحہ فرض واجب اور سنت ہیں سب یارھویں میں آ گئے اور یہی تمام حسنات کا مجموعہ اور تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور اس کی ادائیگی کے بعد تمام فرائضِ الٰہی سے فارغ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح یارھویں کھانے والے اس نعمت سے پیٹ کو بھر کر تمام اعمالِ صالحہ اور فرائض و واجبات سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فقط یارھویں دے لینا اور کھا لینا تمام احکامِ دین کی بجا آوری کو کفایت کرتا ہے تو

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

نماز روزہ میں کوتاہی اور ادائیگی حج و زکوٰۃ میں لاپرواہی برتنے والے لوگوں کی گیارھویں نہ عنداللہ ماجور ہے نہ دربارِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں منظور ہے لیکن وہ لوگ جو اقدارِ دین کی حفاظت کرتے ہیں اور تمام فرائض و واجبات کو موقع محل کی رعایت سے باقاعدگی کے ساتھ بلاکم و کاست بجا لاتے ہیں اور دل میں استرضائے الٰہی کا کھٹکا ہر وقت لگائے رکھتے ہیں وہ ہر ماہ کی گیارھویں کو اور ہر سال کی بڑی گیارھویں کو حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روحِ پر فتوح کو ایصالِ ثواب کے لیے حسبِ استطاعت غرباء مساکین کو فی سبیل اللہ جتنا بھی دیں کھلائیں پہنائیں مستحسن اور ضروریاتِ دین سے ہے۔ اور انفاقِ فی سبیل اللہ کی مد میں ایک فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کا بہترین ذریعہ ہے اب رہے وہ لوگ جو یارھویں دینے کو ناجائز سمجھتے ہیں یا اس کے عدم جواز پر فتویٰ دیتے دیتے ہیں ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یارھویں کھا کر پلے ہوتے ہیں اور جب پُرزے نکل آتے ہیں تو اسی غذا کو جس سے ان کا خونِ جسم پیدا شدہ ہوتا ہے ناجائز قرار دے دیتے ہیں۔ وہ شاید یہ بھول چکے ہوتے ہیں کہ دینی مدارس و مکاتب کے غریب اور نادار طلبہ کا گذارہ خیرات و صدقات پر ہوتا ہے اور یارھویاں بارھویاں اور ستارویاں ہی وہاں

آتی ہیں اور ان سے برصغیر کا کوئی مکتبہ فکر مستثنیٰ نہیں لوگ عام طور پر خیراتی مکاتب میں ایسے ہی مال بھیجتے ہیں جو یہ علمائے کرام کھا کر موٹے تازے ہوتے رہے اور جب پڑھ لکھ کر پختہ ہو گئے تو پھر ناجائز کے فتوے دینے کی سوجھی دراصل یارھویں دینے والے حضرات نے عدم جواز کا فتویٰ دینے والے علماء کے دل کو کبھی نہیں ٹٹولا انہیں یارھویں سے کوئی مخالفت نہیں فتویٰ عدم جواز تو صرف یارھویں دینے پر ہے کیونکہ مبادا اگر وہ جواز پر فتویٰ دے دیں تو کوئی دلوانہ یہ مطالبہ نہ کرے کہ حضرت آپ بھی تو اس کارِ خیر میں کچھ خرچ کریں اور انہیں مجبوراً کچھ ہاتھ سے دینا پڑ جائے جس کا اندراج ان کی لغت میں کہیں نہیں ہے رہا یارھویں لینا تو اس کے وہ بالکل خلاف نہیں ہیں اور یہ تو ایک پاکیزہ اور مزے کی فیض ہے داکا برِ اولیاء اللہ کا۔ یہ لوگ تو لینے پر ہر وقت کمربستہ رہتے ہیں اور ہر جائز ناجائز چیز کو بطیبِ خاطر قبول کرتے اور اس پر الحمد للہ اور بارک اللہ کے ڈونگرے برساتے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ فتووں کی اُجرت وعظ کی اُجرت امامت کی اُجرت۔ قرآن پاک پڑھنے اور سنانے کی اُجرت جیتے آدمی کی حمایت تونگر نمازی کی رعایت عامہ غرباء سے بے توجہی کا جواز کہاں سے ملتا ہے کس حدیث سے ثابت؛ کس امام کا قول ہے؟ مگر ان کے نزدیک یہ سب کچھ جائز بلکہ شیرِ مادر ہے۔ مولوی عورتوں کو قبروں پر جانے سے منع کرتے ہیں اور اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں مگر اپنے وعظ میں آنے کے بڑے مشتاق ہیں کیونکہ جس قدر فائدہ اُن سے ہے مردوں سے نہیں بظاہر انہیں شرک و بدعت سے آگاہ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے لیکن اصل مقصد چندہ جمع کرنے کا ہوتا ہے۔ ختم وعظ پر جب کوئی چادر پھیرتا ہے یا جھولی کرتا ہے تو وہ زیور اُتار اُتار کر دے دیتی ہیں اور نقد بھی خود دیتی ہیں اور اپنے مردوں سے دلاتی ہیں یہ بات بالکل جائز اور اگر کوئی عورت درسِ عبرت حاصل کرنے کے لیے کسی ولی اللہ کی قبر پر چلی جائے تو وہ بالکل ناجائز اور اگر کہیں تعین یوم کرے مثلاً جمعرات کو ہی جائے تو پھر تو بالکل ہی غلط بلکہ شرک کی حدود میں داخل ہو گئی لیکن یہ صرف وہابی طریقہ پر چلنے والے مولویوں کا خود ساختہ فتویٰ ہے ورنہ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حاکم نے مستدرک الصحیح میں مولائے کائنات علی شیرِ خدا علیہ السلام سے روایت کیا ہے

کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا خاتونِ جنت سلام اللہ تعالےٰ علیہا ہر جمعہ کو حضرت سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی قبر مبارک پر جایا کرتیں تھیں اور وہاں نماز بھی پڑھتیں اور روتیں اور قبر کی شکست و ریخت کو درست کرتیں تعینِ یوم کے سوا اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنا اور موقع ملے تو وہاں نمازِ نفل پڑھنا اور مقبور کی مظلومی اور راہِ خدا میں اس کے ابتلاء اور مصائب و بلا کو یاد کر کے رونا جائز ہے اور یہ فعل ان کے تھے جن کے گھر میں نبوت اور رسالت تھی اس سے یہ نتیجہ بر آمد ہوا کہ اگر عورتوں کے قبروں پر آ کر مرتکبِ شرک وغیرہ ہونے کا اندیشہ ہو تو ان کو ضرور منع کرنا چاہیئے، اور اگر صرف زیارت کرنا اور موت کو یاد کرنا خوفِ عاقبت سے رونا اور قبر کے نشان کو قائم رکھنے کے لیے اس کی شکست و ریخت کو درست کرنا مقصود ہو تو جائز ہے جیسا کہ حضرت سیدہ پاک سلام اللہ تعالےٰ علیہا کے فعل سے ظاہر ہے اب میں گیارھویں شریف کی اصلیت پر چند اعتراضات کا ازالہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ عدم جواز کا فتویٰ دینے والے جب اپنے بنیادی اعتراضات کا مثبت جواب دیکھیں گے تو ان کو اعتراض اور فتویٰ عدم جواز کی گنجائش نہیں رہ جائے گی یارھویں شریف پر تین بنیادی اعتراض کئے جاتے ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ تعیین الوقت۔ ۲۔ تسمیۃ للغیر۔ ۳۔ اطعام الطعام

یہ ہر سہ اعتراض صاحبانِ دانش و فرہنگ کے نزدیک کچھ ایسی وقعت نہیں رکھتے کہ ان کو بنیاد بنا کر عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے مگر چونکہ معترضین نے اعتراض برائے اعتراض کرنا ہوتا ہے اس واسطے ان کے اعتراض پر تعیین الوقت، پر استاذی المکرم مولانا محمد اعظم نوشاہی صاحب نے مستند رد لکھا ہے جس کا ملخص یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

تعیین الوقت

کسی نیک کام کے لیے کوئی دن یا وقت مقرر کر رکھنا ایسے آدمی کے لیے جو ہمیشہ

سوالی اور غربا و مساکین کی حاجت پر غور کرنا اور ان کے دل کو آرام دیتا ہے وہ علاوہ اس عام کرم وسخا کے دوستوں اور نیک مردوں کی خدمت اور کھانا کھلانے کے لیے اگر کوئی خاص دن مقرر کر لیتا ہے تو بلاشبہ جائز اور صحیح ہے اس طرح کی تعیین کو بُرا کہنا خود بُرا بناہے کیونکہ بعض امور کی تعیین حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بعض امور جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً وفعلاً ثابت ہیں ان کو بدعت یا شرک کہنا سخت جہالت ہے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعینات کو بنا بربے علمی وبے خبری بھی بُرا جاننا کفر ہے۔ تعیین وقتی تو عین سنت الٰہی ہے اور سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے حج کا وقت معین ہے۔ الحج اشہر معلومات۔ نماز کا وقت معین ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا۔ روزہ کا وقت معین۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن مسلمانوں میں زکوٰۃ کا وقت معین غرض کئی اور کاموں کے لیے تعیین وقت کی گئی ہے سفر پر جانا نیا کپڑا پہننا گرما و سرما میں باہر نکلنا اور اندر داخل ہونا وغیرہ کے لیے قولاً وفعلاً وقت معین ہیں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ ابن منذر اور ابن مردویہ وغیرہما محدثین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے سر پر شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور فرماتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ یہ حدیث شریف اور بھی کئی محدثین سے روایت ہے یہ فعل نبوی سے تعیین وقت پر صاف دلالت کرتی ہے اور مفسرین اور محدثین نے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ہر سال کے سر پہ شہدائے احد کی قبروں پر جانا لکھا ہے اور حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہر جمعہ کو حضرت سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر جانا ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ غرضیکہ دنیا کے اکثریت سے کام خاص دن اور خاص وقت میں مقرر ہیں چنانچہ بخاری شریف مطبوعہ مطبع عامرہ دار الخلافۃ العلیہ جلد ۲ صـ ۵۷ باب من اتی مسجد قبا کل سبت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رحمت عالم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن سوار اور کبھی پیادہ مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور اب مدینہ طیبہ والے زائرین کو یہ کہہ کر مسجد قبا کی زیارت کو لے جاتے ہیں کہ ہفتہ کے روز صبح کی نماز کے بعد مسجد قبا میں جا کر دو نوافل ادا کرنا فرمانِ رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہوتا ہے اور کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ پر حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی موجود ہے کہ جس نے کوئی کام ہفتہ کی صبح کو شروع کیا میں اس کے بخیر انجام ہونے کا ضامن بنتا ہوں اب ہفتہ کا دن مخصوص کر لینا یہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا فعل بھی ہے اور فرمان بھی ہے اب آپ عالی جناب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے فعل اور فرمان کو برا جاننا صریحاً کفر ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تہذیب الاسماء واللغات میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ، اصحابی کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ آپ ہر جمعہ اپنے بھائیوں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو بلاتے تھے اور کھانا تیار کر کے انہیں کھلاتے اور کپڑے پہناتے اور انہیں تحفے دیتے اور ان کے گھروں میں بھی ان کے اہلِ خانہ کے لیے بہت کچھ بھیجتے اور ہر جمعہ کی رات کو دیناروں کی بھری تھیلیاں جامع مسجد کوفہ میں مستحق نمازیوں کے لیے بھیجا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ تعیین یوم سنتِ رسول مکرم حکم رسول محتشم اور سنتِ صحابہ کرام ہے اب ذرا دیکھیں کہ تعیین کو رب کریم نے بھی ضروری رکھا چنانچہ وہ علام الغیوب جو ہر وقت ہر ذرہ کا علم رکھتا ہے اور کوئی چیز کسی وقت اس کی نگاہ سے اوجھل اور اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتی اعمالِ مخلوق کو پیر اور جمعرات کو اپنے پیش کراتا ہے اور مناسب حکم دیتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ جناب سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لوگوں کے اعمال ہر اٹھوارہ میں پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں ہر بندہ ایماندار کو اس کی خطا بخش دی جاتی ہے مگر دو شخصوں کو جن کا رنج دل کے سبب آپس میں بول چال نہیں ہوتا بخشش کے لیے مصالحت کے وقت تک ہٹا دیے جاتے ہیں اور پھر کنز العمال کی جلد اول صہ ۲۶۵ پر مولائے کائنات مرتضیٰ علی شیر خدا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی جمعہ کے دن خدائے بزرگ و برتر کی زیارت کیا کریں گے اور کنز العمال مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد جلد ۲ صفحہ ۲۳ پر حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے مروی ہے کہ جب موسم سرما آتا ہے اور لوگ کمروں کے اندر سونا شروع کرتے تو جناب رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی رات سے اندر بستر کرنا شروع کرتے اور جب موسم گرما آتا تو حضور پرنور شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی رات کو ہی باہر تشریف فرما ہوتے اور اس سے آگے ذرا عالمِ برزخ پر نظر ڈالیے حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور سید ولدِ آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان اعمال امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعۃ اشتد غضب اللّٰہ علی الزناۃ" یعنی مجھے ہر جمعہ کے دن اعمالِ امت دکھائے جاتے ہیں۔ سب عملوں میں بہت برا عمل زنا ہے جس پر بہت سخت غضب الٰہی ہو رہا ہے۔ روایاتِ بالا کو دیکھنے کے بعد اب یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کیا حکمت تھی جس سے رب کریم غفور و رحیم نے رسولِ رحمت رؤف و رحیم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور اصحابِ پاک نے مخصوص کاموں کے لیے مخصوص دن متعین کر رکھے تھے اللہ تعالےٰ جل وعلا جمعہ کے روز ہی دیدار دیا کرے گا اعمالِ مخلوق پیر اور جمعرات کو ہی اپنے پیش کراتا ہے جمعہ کے دن سرورِ کائنات کی اُمت کے اعمال آپ کے پیش کراتا ہے اور پھر حضرت رسالت مآب ہفتہ کے روز ہی کیوں قبا کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے اور ہفتہ کے روز کام شروع کرنے پر ہی کیوں انجام بالخیر کی ضمانت فرمائی اور جمعہ کی رات ہی کیوں سرما میں اندر سونا شروع کرنے کے لیے اور گرما میں باہر شروع کرنے کے لیے متعین فرمایا اور شہدائے احد کی زیارت کے لیے سال کا آخری دن ہی کیوں متعین کر لیا اور پھر خلفائے راشدین نے اس سنتِ پاک کو جاری رکھا اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جمعہ کا دن ہی کیوں حضرتِ سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے مخصوص کر لیا اور حضرتِ سعید بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے دوستوں بھائیوں اور مستحقین کو کھانا کھلانے کے لیے جمعہ کا دن ہی کیوں منتخب کر رکھا تھا اور نمازیوں میں دینار تقسیم کرنے کے لیے جمعہ کی رات ہی کیوں مقرر کر رکھی تھی ان سب

باتوں سے ایک ہی مقصد بر آمد ہوتا ہے کہ تعیین یوم ہر کام میں لابد اور ضروری ہے اور نظام دنیا و دین اس پر عمل کرنے سے صحیح راہ پر گامزن رہ سکتا ہے ورنہ شادی بیاہ کو ہی دیکھ لو یا بچوں کیلئے امتحانات کو دیکھ لو بغیر تاریخ متعین کرنے کے کتنے بے ہنگم ہو جائیں بغیر وقت مقرر کر لینے کے کسی دوست یا رشتہ دار کے پاس جا کر دیکھ لو کیا عجیب لگے گا اور ان تعیین یوم کو نا جائز بتانے والوں کو ذرا کہے کہ کبھی کبار جمعہ کی نماز بدھوار یا اتوار کو ادا کر لیا کریں یا عید مثلاً محرم میں منا کر دیکھ لو کس قدر بیزار پڑتے ہیں بلکہ کشت و خون پر نوبت پہنچ سکتی ہے تو معلوم ہوا کہ تعیین یوم جو سنت الہیہ سنت و حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم اور سنت خلفائے راشدین اور سنت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین ہے ہر ایک مسلمان کو اس پر عمل کرنا ہی پڑے گا اور یہ ہے مختصر سی روشنی جو ہم نے تعیین وقت پر ڈال دی ہے۔

تسمیۃ للغیر

کوئی اشیاء کھانے کی ہوں یا پینے کی ہوں یا کسی اور قسم کے استعمال کی ہوں اگر ان کو غیر اللہ کے نام نامزد کر دیا جائے تو اس کو تسمیۃ للغیر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایک جماعت کے نزدیک ایسی چیز کا استعمال جائز نہیں قبل اس کے کہ ہم اس موقف میں اپنے نظریات پیش کریں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ

در حقیقت مالک ہر شے خدا است
این امانت چند روزہ پیش ماست

ہی ہے اب جو بھی کسی چیز کا مالک کہلائے گا وہ مجازی ہوگا لیکن نظام کائنات کے قیام کے لیے رب کریم نے بہت مقامات پر مجاز کو حقیقت کا رنگ عطا فرما دیا ہوتا ہے اور اگر کوئی اس مجاز سے حقیقت کو الگ کرنے کی کوشش کر کے تشریح کرے تو بات نہ بن سکے گی۔ مثلاً عمر کا بیٹا زید کا بھائی یا بکر کی بیوی ——— اب کوئی بکر کو پوچھے کہ کیا یہ تمہاری

بیزی ہے اور یہ کہے ہائیں کیوں غیر اللہ کا نام لیتے ہو تو کچھ بات سمجھ میں آ جائے گی اور کوئی
جاہل اس سے بھی زیادہ وضاحت کر دے تو پھر کیسی رہے اسی طرح بیٹا اور بھائی اور
ہمارے اپنے گاؤں میں ایک بڑھیا تھی اللہ تعالیٰ نے اسے ادھیڑ عمر میں لڑکا عطا کیا
وہ اپنے لڑکے کے ساتھ کہیں جا رہی تھی کہ اثنائے راہ اسے قبلۂ عالم استاذی المکرم
حضرت باباجی مولانا محمد اعظم نوشاہی میرووالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت ہوئی اس
نے سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا مائی یہ تیرا بیٹا ہے اس کا آسان جواب
تھا کہ جی ہاں باجی یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے لیکن مائی بیچاری نے اس میں سے اپنا
دخل بالکل نکال دیتے ہوئے بڑی عاجزی اور مسکینی کے ساتھ کہا جی میرا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا
ہے یہ جواب سن کر آپ خوب ہنسے اور کہنے لگے پھر تو اس کی بھی جوڑی بن گئی یعنی ایک تو
بابیوں نے اس کے لیے بیٹا بنا رکھا ہے اور دوسرا یہ جو تو کہہ رہی ہے ان باتوں سے
میرا یہ مقصد ہے کہ ہم جو مجازی طور پر چیزوں پر کسی کا نام لے دیتے ہیں یا رکھ لیتے ہیں تو
اس سے حقیقت پر کوئی زد نہیں پہنچتی اور نظامِ کائنات کو صحیح نہج پر چلانے کے لیے ربِ کریم
نے شعوب و قبائل کی معرفت جان پہچان لازمی قرار دے دی اور مجھے اچھی طرح یاد ہے
کہ ہم بچپن میں گاؤں میں رہتے تھے اور عیدِ قربان کے موقع پر اپنے قربانی کے چھترے اور
بکرے ریوڑ میں چھوڑ دیتے تھے اور لوگ کہا کرتے تھے یہ مولوی صاحب کا چھترا ہے یہ
چوہدری صاحب کا ہے یہ ملک صاحب کا ہے اور جب شام کو ہم انہیں دانے کھلانے
کے لیے جاتے تھے تو وہ ریوڑ سے نکل کر ہماری طرف بھاگتے تھے اور ہم کہتے تھے یہ میرا
چھترا ہے اور وہ اس کا ہے اور یہ تمہارا ہے اور ان میں سے کبھی کسی نے دانے کھانے
سے سر نہیں پھیرا تھا کہ ہمیں تو ربِ کریم کے نام قربان کرنے کے لیے خریدا گیا تھا اور اب
ہم پر اپنے نام جتائے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہ چھترے تھے معترض مولوی نہیں تھے
انہیں معلوم تھا کہ انہوں نے صرف ہماری پہچان کے لیے ہم پر نام مقرر کر رکھے ہیں ورنہ
ہمیں ربّ العزت جلّ مجدہٗ الکریم کے حکم کے ماتحت قربان کرنے کے لیے ہی تیار کر رہے
اپنے زمانہ نورِ سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف تو احناف کے سر دلہ

اور امام امام العالم امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شاگرد رشید حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کتاب الآثار مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۷۵ پر باب الایمان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ "انہ مسمی شاۃ من غنمہ لرسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے اپنے ریوڑ سے ایک بکری رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے نامزد کی ہوئی تھی اور ریوڑ چرانے والی حبشیہ لڑکی کو بہت تاکید کی جاتی تھی کہ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام موسوم شدہ بکری کا بہت خیال رکھا کرے اور خود بھی جب ریوڑ میں آتے تو اس کا خوب خیال رکھتے یہ کھانے کی چیز تھی جیسے شلاً اب کوئی جانور کسی کے نام نامزد کر دے جیسے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عید میلاد شریف کا بکرا یا قربانی کا بکرا یا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی بارھویں شریف کا بکرا یا جو لوگ ماں باپ کی طرف سے قربانی کرتے ہیں یوں کہتے ہیں یہ میرا بکرا یہ میرے والد کا بکرا یہ میری والدہ کا بکرا۔ اب پینے والی چیز کی بات سنیئے ابوداؤد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی جلد ا صفحہ ۲۴۳ پر حضرت سعید بن مسیّب کی روایت درج ہے کہ حضرتِ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کی کہ میری والدہ رحلت فرما گئی ہیں۔ کونسی ایسی چیز ہے جس کا اسے بہت بڑا ثواب ملے فرمایا پانی چنانچہ حضرتِ سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے ایک کنواں کھودوایا اور کہا کہ یہ مادرِ سعد کے لیے ہے "ھٰذہ لِاُمِّ سعد" اور پھر یہ کنواں مدتوں بنام ام سعد "سعد کی ماں کا کنواں" کے نام سے موجود رہا اور شہر نور مدینۃ النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بسنے والے صحابۂ کرام تابعین تبع تابعین اور صالحین اس کا پانی پیتے رہے۔

اور حجۃ اللہ علی العٰلمین مطبوعہ بیروت کے صفحہ ۱۹۳، دلائل النبوۃ حافظ ابو نعیم مطبوعہ حیدر آباد جلد اول کے صہ ۳۵ پر حکیم بن عطا صفری سے روایت ہے کہ بنو ظفر نے راشد بن عبدربہ (اس کا نام پہلے ظالم تھا) کو سواع (بت) کے لیے کچھ نذر و نیاز دیکر بھیجا راشد کہتا ہے کہ میں فجر کے قریب وہاں پہنچا ابھی سواع تک نہ گیا تھا کہ بتوں سے عجب

عجب کی آوازیں آنے لگیں ایک بت سے آواز نکلنی شروع ہوئی کہ ضمار (ایک بت کا نام ہے) کو اب کوئی نہیں پوچھے گا حالانکہ اس کی بڑی منت تھی اب بنی عبدالمطلب سے ایک نبی پیدا ہوا ہے جس کا نام پاک احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے زنا اور بیاج اور بتوں کی نظر ونیاز اور ان کے لیے جانور ذبح کرنے اور غیر اللہ کی پوجا پاٹ اور تمام برے کاموں سے منع کرتا ہے خدائے واحد کی عبادت مال کی زکوٰۃ، روزہ اور صلہ رحمی اور تمام بنی آدم کی ہمدردی کا حکم دیتا ہے پھر ایک بت نے آواز دی وہ جو عیسیٰ بن مریم کے بعد نبوت وہدایت کا وارث ہونا لکھا ہوا تھا وہ ہدایت کا مالک قریش میں پیدا ہوچکا ہے وہ اگلی پچھلی خبریں دیتا ہے۔ راشد کہتا ہے میں یہ سب کچھ سُن کر سواع کے نزدیک ہوا دیکھا کہ دو گیدڑ اسے چاٹ رہے ہیں اور جو چیز اس کے آگے رکھی ہوئی تھی اسے کھا پی کر اسکے سر پر پیشاب کرکے جاتے رہے یہ دیکھ کر میرے دل میں بتوں سے ایک خاص نفرت پیدا ہوگئی بھلا یہ رب کس طرح ہوسکتا ہے جو اس قدر بے بس اور کمزور ہے کہ جنگلی کتے اس کے سر پر پول کرتے ہیں اور بیچارہ سر نہیں ہلا سکتا اس کے بعد راشد سیدھا مدینہ شریف روانہ ہوگیا اس کے ساتھ اس کا ایک کتا بھی تھا جس کا نام اس نے راشد رکھا ہوا تھا جب حضورِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا تو پوچھا گیا تمہارا نام کیا ہے عرض کی ظالم اور کتے کا عرض کی راشد حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارا نام راشد ہے اور کتے کا نام ظالم پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے اس نے حضور کی بیعت کی اور وہیں ٹھہرا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی خواہش پر معلاۃ میں زمین کا ایک ٹکڑا اسے عطا فرمایا اور پانی کی بھری ہوئی ایک مشک بھی اسے دی اور اپنا لعاب دہنِ نور اس میں ڈال دیا اور فرمایا جا اسے اپنے قطعۂ اراضی کی اونچائی میں ڈال دے اور کسی کو اس کے پینے سے منع نہ کرنا اس نے جا کر ایک گڑھے میں گرا دیا وہ ایک خاصہ چشمہ بن گیا جو اب بھی ہے اور اس پر نخل وغیرہ بھی لگا دیے رہاط کے لوگ وہاں سے پانی پیتے اور نہاتے اور بیماروں کو یہ پانی شفا پانے کے لیے پلاتے اور اس پانی کو ماءِ رسول اللہ کہا کرتے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا پانی اور اب علیجناب

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے پانی کی ایک اور بات ہو جائے زمزم شریف کا چشمہ جو حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے قدموں کی ٹھوکروں کی برکت سے رب کریم نے اس وادی غیرذی ذرع میں جاری فرما دیا تھا فتح مکہ کے وقت اس کا پانی خراب اور چشمہ تقریباً بند ہو چکا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پاک نگرانی میں اس کو دوبارہ صاف کرایا اور صاف اور شفاف آب زمزم پھر سے اُبھر آیا حضور سرور کائنات نے ایک پیالہ پانی کا بھرا اور اس کو نوش جان فرمانا شروع کیا جب جناب سیّدِ ولدِ آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ پانی پی چکے تو صحابہ کرام نے جو وہاں موجود تھے تبرک کی خواہش کی آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پانی لبِ شفابخشِ جہان سے جدا کر کے چشمۂ زمزم میں اُلٹ دیا اور فرمایا میری ساری امت کے لیے تبرک اب اس پانی میں جہاں یہ خاصیت ہے کہ وہ زندگی بخشِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے پس نوشیدہ سے مل کر متبرک ہو چکا ہے وہاں اس میں یہ کمال بھی موجود ہے کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت موجود رہے گی یہ پانی بھی موجود رہے گا۔ اور اب قیامت تک اس چشمہ کا کسی سیلاب یا طوفانی حادثہ کے سبب بند ہو جانے کا امکان ہی نہیں کیونکہ بفضلہٖ امتِ محبوبِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو قربِ قیامت تک دوام حاصل ہے بہرکیف ان چند مثالوں سے ہم نے تیمتہً للغیر کی وضاحت کر دی ہے۔

۳/ اطعام الطعام

اطعام الطعام یعنی کھانا کھلانا معمول رہا ہے انبیاء و مرسلین اور اصحابِ کرام اور تابعین اور صالحین امت کا لیکن بائیں بازو کے فرقہ وہبیہ کے مولویوں کا ہرگز نہیں کیونکہ ان بیچاروں کے نزدیک ایسا کام جس پر مولوی کے ہاتھ سے یا جیب سے خرچ ہو جائے یا نکل جائے کیسے مستحسن ہو سکتا ہے اور دینا تو ان قوم کا خون تک چوس جانے والے غریبوں نے سیکھا ہی نہیں اور خرچ کرنا ان کے مصدر نامے میں کہیں لکھا ہوا ملتا ہی نہیں اللہ تعالےٰ کے راستے میں اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرنا صرف مردانِ حق

کا کام ہے اور وہ ہر طرح راہِ خدا میں خرچ کر کے خوش وقت ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور باطلاق و بالتعیین اور بالتخصیص خرچ کرتے ہیں ہم یہاں ایک دو صحیح روایات حوالۂ ناظرین کرتے ہیں۔ صحیح بخاری جلد اول صہ ۲۲۵ پر حضرت سہل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم میں ایک عورت تھی جو اپنی نہر پر جو اس کے کھیت میں تھی چقندر بو دیتی تھی جب جمعہ کا دن ہوتا تو وہ چقندر کی جڑیں اکھیڑتی اور دیگ میں ڈال دیتی پھر اس پر ایک مٹھی جو جنہیں وہ پیس لیتی تھی ڈال دیتی تو چقندر کی جڑیں اس کا گوشت بن جاتیں اور ہم لوگ جب جمعہ کی نماز سے لوٹتے تو اس عورت کو جا کر سلام کرتے وہ اس کھانے کو ہمارے سامنے لا کر رکھ دیتی اور ہم اسے چاٹ کر کھاتے تھے اور ہم جمعہ کے دن کا شوق اور آرزو رکھتے تھے داس کھانے کے لیے)اب ذرا غور کریئے کیا یہ ایک ہی دلیل یارھویں کے لیے کافی نہیں جو حضرتِ غوثِ اعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایسے ہی اخبار و آثار کی رو سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مقدس کی خوشی میں یا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے یوم وصال (جو بحسبِ روایت امام نووی شیخ محدث عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہا دسویں ربیع الاول ہے) پر ایصالِ ثواب کے لیے غربا و مساکین کو کھانا کھلانے کی تعیین کی ہوئی تھی اور یہ صدقۂ جاریہ جو فیض شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مستحقین کو عطا ہوا اس کو آپ کے غلام اور نام لیوا مسلمان بھی انشاء اللہ تعالےٰ اپنے اوپر لازم کر کے قیامت تک جاری رکھیں گے اور آپ کی یارھویں یعنی غوث الاعظم کی یارھویں ان معنوں میں آئی جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا پانی اور سعد کی ماں کا کنواں اور حضور صلی اللہ تعالےٰ وآلہ وسلم کی بکری اور علیٰ ہذا القیاس اور یہ صدقہ جاریہ جو رہتی دنیا تک فیضِ شہنشاہِ بغداد کی بارشوں سے دنیا کو سیراب کرتا رہے گا اور یہ وہی سنت سیدِ کونین کی غربا اور مسکین پروری کی اور حکمِ خداوندی کی بجا آوری انفاقِ فی سبیل اللہ کا فریضہ جس کو جناب محی الدین غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حیاتِ نو بخشی اب اس طرح دنیا میں فیض گستر ہوا کہ قیامت تک غریب مسکین کا اس سے پیٹ پلتا رہے گا اور یہ وہی

اور یتامیٰ اس سے وجہ کفاف حاصل کرتے رہیں گے

اب ذرا اس صدقہ جاریہ یعنی فیضِ جناب شہنشاہِ بغداد محی الدین غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، بااحیائے سنت جنابِ سید المرسلین رحمۃً للعٰلمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم و بجاآوری حکم احکم الحاکمین رب العٰلمین جلّ مجدہٗ وکریم کا نتیجہ ملاحظہ ہو کر کس طرح یہ کارِ خیر انفاقِ فی سبیل اللہ عز باد مساکین پروری مسلمانوں کے ذہنوں اور دین و ایمان پر چھا گیا اور عاشقان و غلامانِ غوثیہ نے کس طرح فراخ حوصلگی کے ساتھ اس نیکی کو اپنایا اور ربِ ذوالمجد والاکرام نے اس کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ قاف سے قاف تک مسلمانوں نے غریب پروری کو اپنا شعار بنایا اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے مقرر کردہ اس صدقہ جاریہ یارھویں شریف کو وہ اعزاز اور تکریم نصیب ہوئی کہ ہر مسلمان کے گھر سے (ماسوا اُن چند گنتی کے لوگوں کے جن کی لغت میں انفاقِ فی سبیل اللہ کا باب موجود نہیں اور وہ اپنے بنک بیلنس کی حفاظت کے لیے یونہی ہر خرچہ کو غیر اللہ کے نام پر منسوب کر کے من لم یذکر اسم اللہ علیہ کی تاویلات بنا کر جائز مصرف سے پہلو تہی کے لیے جائز اور ناجائز کا فتویٰ دیتے پھرتے ہیں) یہ ابدی نیکی ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہے اور ہر کوئی حسبِ استطاعت اس میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت تام کے طفیل خوش ہوتا ہے اور آئندہ کے لیے اس سے بھی زیادہ کے لیے توفیق مانگتا ہے اور اقصائے عالم کے ہر ملک اور ہر مقام پر یہ فیضِ عام جاری ہے اور بعض مقامات پر تو لاکھوں کا خرچہ ہوتا ہے برصغیر کو نہیں بلکہ صرف پاکستان یہ بھی نہیں بلکہ اگر صرف لاہور شہر اور اس کے مضافات کا جائزہ لیا جائے تو ان گنت ایسے مقامات ملیں گے جہاں گیارھویں شریف بڑے تزک و احتشام سے ہر ماہ منائی جاتی ہے اور ہر سال جو بڑی گیارھویں ربیع الثانی شریف میں منائی جاتی ہے اس کو تو یونہی متعارف کرا سکتے ہیں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد دوسرے نمبر پر عظیم اسلامی دن یہی منایا جاتا ہے اب ذرا تھوڑا سا اعداد و شمار پر غور کریں تو میں حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری یا حضرت جناب میاں میر قادری لاہوری یا اور بڑے بڑے مزارات اور درگاہوں پر گیارھویں شریف کے اخراجات کی مثال نہیں دیتا

کیونکہ یہاں تو ہر بات ان گنت ہے اور قریباً ہمارے اعداد و شمار سے بڑھ کر ہے میں تو یہاں ایک دو عام مثالیں دوں گا یہاں لاہور میں اندرون شہر لوہاری اور شاہ عالمی دروازوں کے درمیان نیا بازار کے اندر الحاج حافظ برکت علی قادری صاحب کا مزار کوچہ غوثیہ میں موجود ہے حافظ صاحب نزدیک ترین ماضی کے بزرگ تھے آپ کی پیدائش ۱۹۰۰ء میں اور وفات ۸ نومبر ۱۹۶۳ء کو ہوئی آپ کو حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے وہ عشق تھا کہ آپ حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے مزار مبارک پر حاضری اور زیارت کے لیۓ گیارہ دفعہ بغداد شریف گئے سب سے پہلے اپنے ماموں شیخ ولایت علی قادری صاحب کے ساتھ سات سال کی عمر میں گئے شیخ ولایت علی قادری صاحب بھی بڑے عاشق غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، تھے اور ہر بڑی گیارھویں شریف پر سو دیگیں پلاؤ وغیرہ کی پکا کر غربا و مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے حضرت حافظ برکت علی صاحب جب بڑے ہوئے تو انہوں نے عشقِ حضرت شہنشاہِ بغداد میں گیارہ کا ہندسہ یوں اپنایا کہ ہر ماہ گیارھویں پر گیارہ دیگیں اور ہر سال بڑی گیارھویں پر ایک سو گیارہ دیگیں باقاعدگی کے ساتھ پکا کر تقسیم کرتے تھے اور غریب مسکین اور حاجت مند کا پیٹ پلتا تھا آپ کے جانشین میاں غلام دستگیر قادری نے مجھے بتایا کہ حافظ صاحب قبلہ کسی سے نذرانہ وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی گیارھویں میں حصہ دینا چاہتا تو اسے فرماتے اپنے گھر پر گیارھویں کیا کرو اور اگر کوئی بہت ہی اصرار کرتا تو گیارھویں شریف میں کچھ قبول فرما لیتے اور ہر روز نمازِ عشاء کے بعد ختم شریف غوثیہ کی محفل ہوتی تھی جو آپ کے وصال مبارک کے بعد اب تک باقاعدہ جاری ہے اور اب ان کے جانشین گیارھویں پر دو دیگ چاول پکا کر تقسیم کرتے ہیں اور بڑی گیارھویں پر تیس من چاول قریباً سو دیگ پکاتے ہیں اور شریف التواریخ جلد تین حصہ چھ میں لکھا ہے کہ حضرت پیر فقیر اللہ شاہ بادشاہ مشہدی رضوی نوشاہی بدوملی شریف کے ہاں ہر روز شام کی نماز کے بعد ختم شریف غوثیہ پڑھا جاتا تھا اور اسی ختم شریف کے دوران آپ کا وصال مبارک بھی ہوا تھا آپ کے دربارِ عالی میں بیماروں جذامیوں اور فقراء مساکین کا جمگھٹا رہتا تھا تمام لوگوں کو دو وقت کا کھانا ملتا تھا اور ہر ماہ گیارھویں تاریخ پر میٹھے چاولوں کی ایک دیگ پکا کر حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی روح

پر فتوح کر ایصالِ ثواب کیا جاتا تھا اور ہمارے اپنے گھر میں بفضلہٖ میرے والد صاحب قبلہ حاجی حسین بخش مرحوم کے زمانے سے بڑے خلوص و محبت سے گیارھویں شریف پر ختم غوثیہ کی تقریب باقاعدگی کے ساتھ منائی جاتی ہے اور تمام مریدین اور متوسلین میں یہ کارِ خیر حسبِ استطاعت جاری ہے۔ حکیم قدرت اللہ نوشاہی فیصل آباد میں گیارھویں شریف پر باقاعدہ کئی دیگیں پکا کر تقسیم کرتا ہے اسی طرح مرید کے میں بابو عبدالمجید قادری بھی بڑی عقیدت سے گیارھویں مناتے ہیں اور حدرف کے میں صوفی رحمت علی اور گاؤں موضع ہریار ز میں الحاج میاں فقیر محمد نوشاہی ہر ماہ گیارھویں شریف پر میٹھی کھیر پکا کر تقسیم کرتے ہیں یہ تو میں نے برسبیلِ تذکرہ اپنے چند عزیزوں کا ذکر کر دیا ورنہ مسلمانوں کا کونسا گھر ہے جہاں یہ تقریبِ سعید نہیں ہوتی کہیں اگر بادشاہی خزانے لٹتے ہیں تو یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں کہیں سوت کی اٹی والی مائی کا ذکر بھی آتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اس کارِ خیر میں حصہ ہر کوئی لیتا ہے امیر اپنی امارت کے مطابق اور غریب اپنی حالت کے مطابق اور کچھ انتہائی غریب ایماندار جن کے گھروں میں آتا ہے اور ان کے پاس دینے کی استطاعت نہیں ہوتی وہ اسی انعامِ خداوندی پر قرآن پاک کی چند آیات سورۃ فاتحہ اور درودِ پاک پڑھ کر رب العزت کے حضور برائے منظوری پیش کر کے حضور سیّد کونین کے دربارِ پُر نور میں قبولیت کی التجا کے ساتھ جنابِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے حضور ایصالِ ثواب کر کے اپنے بچوں میں تقسیم کر کے اپنے قلب و روح کو سکون مہیا کر دیتے ہیں اور اس طرح یہ ہے فیضِ شہنشاہِ بغداد صدقہ جاریہ یعنی گیارھویں شریف۔ جس سے ایک جہان پل رہا ہے اور چڑیاں اور جانور بلکہ حشرات الارض بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور یہ بے شک اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق "وممارزقناھم ینفقون" کی اطاعت میں ایک ایسا انعامِ پروردگارِ عالم ہے جسے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے از سرِ نو حیاتِ تازہ بخش کر جہاں غربا و مساکین کی بہبود کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا دیا وہاں مسلمانوں کو ان کے دھن دولت کو مزکی کرنے کا آسان طریقہ بتا کر اُن کے سروں کو اپنے احسان کے نورانی قدموں پر جھکا کر انہیں ولایت الٰہیہ سے سرفراز فرما دیا۔

"ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشا"

کراماتِ شہنشاہ بغداد

کرامت کا جہاں تک تعلق ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود سرتاپا کرامت تھا آپکے جسم اطہر کا ایک ایک اعضا کرامت تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ایک ادا کرامت تھی جہاں تک لفظِ کرامت کی تشریح کا تعلق ہے وہ خرقِ عادت یا ما فوق الادراک باتیں جو اللہ تعالیٰ کے کسی نیک اور صالح بندے سے وقوع پذیر ہوں اور وہ بندہ نبی یا رسول نہ ہو تو اُس کو کرامت کہا جاتا ہے اور یہ کرامت دراصل اعجاز نبوت کے زیر پر تو ہوتی ہے اور اعجاز نبوت یعنی معجزہ یہ عطائے رب العزت سے ہے مقصد یہ کہ ولی کی کرامت ہو یا نبی کا معجزہ ہر دو صورت میں حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ کی ذاتِ قادر علیٰ کل شیٔ قدیر ہی ہوتی ہے اور

گفتہ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور جہاں تک کرامت کے ثبوت کا تعلق ہے تو قرآن پاک میں حضرتِ سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درباری کا چشم زدن میں بیت المقدس سے ملکِ سبا میں جا کر ملکہ سبا بلقیس شہزادی کا عظیم تخت اٹھا لانا سورۃ نمل میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے تو اسی کو کرامت کہتے ہیں اور اسی طرح مُردوں کو زندہ کر دینا اور حضرت روح اللہ علیہ السلام کا مادر زاد اندھوں کو درست کر دینا اور لوگوں کو انکے گھروں میں کیے ہوئے ذخیروں سے مطلع کرنا یہ تمام خرق عادت میں شامل ہیں عام کتب کرامات میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات میں درجِ ذیل باتیں بھی درج ہیں مثلاً ایک چوپایا کو آپ نے غصہ سے دیکھا وہ مر گئی ایک چیل کو غصہ سے دیکھا وہ بھی مر کر گر پڑی پھر اُس پر رحم کی نظر ہوئی تو وہ زندہ ہو کر اڑ گئی یا مثلاً ایک مرغی کو کھانے کے بعد اسکی ہڈیاں جمع کر کے اس پر کپڑا ڈال کر قمی باذن اللہ کہا تو وہ اٹھ کر پھڑپھڑاتی ہوئی بھاگ گئی ہمیں ان باتوں سے ہرگز انکار نہیں لیکن ایسی چیزیں تو شہنشاہِ بغداد کے غلامان میں بھی عام سننے میں اور دیکھنے میں آئی ہیں کتاب کنز الرحمت مصنفہ مولوی محمد اشرف فاروقی منچری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریف التواریخ مصنفہ سید شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر مہتیری کتبِ سلسلہ نوشاہیہ میں روایت موجود ہے کہ حضرتِ مجدد اکبر جناب حاجی محمد نوشاہ گنج بخش قادری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد بن رہی تھی اور ایک معمار استا جانی نام گر کر مر گیا کام کرنے والوں میں کہرام مچ گیا عالیجناب نوشاہِ امجد قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کو پتہ چلا آپ اس کے پاس آئے اس کو تھپکی دی اور فرمایا

"برخیز مردے مردن را وقتِ بسیار است حالا درویش را رسوا مکن"

یعنی اے مرد آدمی اٹھ کھڑا ہو مرنے کے لیے اور بہت وقت ہیں اس وقت درویش کو رسوا نہ کر۔

حضور نوشہ گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان سُن کر وہ مردہ زندہ ہو گیا اور یوں اٹھا جیسے اُسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا اور یہ حاجی محمد نوشہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ ہیں جو غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"نوشہ طالب قادری ہور کسے داناں"

جب غلامان اور خادمانِ سلسلہ کو یہ مقام حاصل ہے تو مرغی زندہ کر دینا اور چوہیا چڑیا کوے یا چیل وغیرہ کو زندہ کر دینے کے واقعات کو حضور کی ذات پاک کو عطا شدہ اختیارات کے مقابلے میں چنداں اہمیت نہیں دی جا سکتی ہے

جلا دیتی ہے شمع کشتہ کو تابِ نفس انکی
الٰہی کیا چھپا رکھا ہے ان لوگوں کے سینوں میں (اقبال)

حضور شہنشاہِ بغداد کی قابلِ ستائش کرامت تو احیائے دین ہے ارکان واصول ہائے اسلام کی قریب الانہدام دیوار کو قابل ستائش پشت بانی فرما کر ازسرِ نو صحیح بنیادوں پر یوں استوار کر دیا کہ اس میں پھر سے قرون اولیٰ کی پختگی اور استحکام آ گیا اور گلشنِ دینِ متین میں ایسی پُرخلوص محنت سے نخل بندی کی کہ اجڑے اور ویران گلستان میں پھر سے بہار آ گئی کرامت اس کو کہتے ہیں اور پھر اقدارِ اسلامی کی نگہداشت اور عزت و توقیر کی بحالی احکام شریعت پر مکمل احتیاط کیساتھ پابندی یہاں تک کہ زندگی بھر اپنی زبان کرامت نشان حق ترجمان کو غلط بیانی اور ہرزہ سرائی سے آلودہ نہ ہونے دیا اور یہ صداقت کی کرامت ہی تھی کہ سفر جیلان میں راہزنوں کو تائب کر کے راہِ حق پر چلنے کا طریقہ بتا دیا اور انفاقِ فی سبیل اللہ کا یارھویں شریف کے روپ میں دوبارہ اجرا کر کے رہتی دنیا تک غربا و مساکین بیواؤں یتامیٰ کے لیے بسرِ اوقات کا انتظام و نصرام

فرمایا کرامت اس کو کہتے ہیں۔

اب ذرا تھوڑا سا اصطلاحی کرامات کا بھی تذکرہ ہو جائے ویسے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات اس قدر ان گنت اور بے شمار ہیں کہ انکے بیان کرنے میں دفتروں کے دفتر ختم ہو جائیں لیکن انکا بیان ختم نہ ہو اور جس قدر خوارق و کرامات کا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صدور ہوا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی کسی دوسرے ولی اللہ سے ہونا ثابت نہیں ہوتا لیکن میں یہاں پر صرف بطور تبرک چند مستند روایات سے ثابت واقعات کا ذکر کرونگا ورنہ بہجۃ الاسرار قلائد الجواہر تفریح الخاطر مناقب غوثیہ اور دوسری بے شمار سیرت کی کتابیں آپ کی کرامات سے بھری پڑی ہیں لیکن میں مضمون کو زیادہ طویل نہیں کرنا چاہتا۔

بہجۃ الاسرار میں عبداللہ بن محمد بن علی توحیدی کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے ماموں قاضی القضاۃ ابو صالح نصر بن الحافظ ابوبکر عبدالرزاق سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے شیخ عارف ابو عمر و عثمان صریفینی نے بیان کیا کہ میرا ابتدائی حال یہ تھا کہ میں ایک رات صریفین میں باہر چت لیٹا ہوا تھا کہ پانچ کبوتر اڑتے ہوئے مجھ پر سے گذرے انمیں سے ایک نے آدمی کیطرف بول کر کہا۔

"سبحان من عندہٗ خزائن کل شئی وما ینزلہ الا بقدر معلوم"

(یعنی وہ اللہ تعالیٰ پاک ہے جس کے پاس ہر شے کے خزانے ہیں اور نہیں اتارتا مگر ایک معلوم اندازے کیمطابق۔)

اور دوسرے نے کہا

"سبحان من اعطی کل شئی خلقہٗ ثم ھدیٰ"

(یعنی وہ پاک ذات ہے جس نے ہر شے کو پیدا کیا پھر ہدایت دی۔)

تیسرے نے کہا۔

"سبحان من بعث الانبیا حجتہ علی خلقہٖ وفضل علیھم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم"

(یعنی وہ اللہ تعالیٰ پاک ہے جس نے انبیاء علیہ السلام کو مخلوق پر حجت بنا کر بھیجا اور ان سب پر حضور پرنور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو فضیلت دی۔)

چوتھے نے کہا۔

"کل ما کان فی الدنیا باطل الا ما کان للہ ورسولہٖ"

(یعنی ہر شے کہ دنیا میں ہے برباد ہے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لیے ہو)

اور پانچویں کو یہ کہتے ہوئے سُنا،

یا اھل الغفلۃ عن مولاکم قوموا الی ربکم رب کریم یعطی الجزیل ویغفر الذنب العظیم

(یعنی اے اپنے مولا سے غفلت کرنیوالو تم اپنے رب کی طرف کھڑے ہو جاؤ جو کہ رب کریم ہے بہت کچھ دیتا ہے اور بڑے گناہ بخشتا ہے)

شیخ عثمان کہتے ہیں مجھے یہ باتیں سُن کر غش آگیا جب ہوش آیا تو دنیا و مافیہا کی محبت میرے دل سے نکل چکی تھی صبح ہوئی تو میں کسی ایسے رہبر کی تلاش میں نکل پڑا جو مجھے اللہ تعالیٰ کا راستہ بتادے میں چلا جا رہا تھا لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں اثنائے راہ میری ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے بغداد سے شہنشاہِ بغداد غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجھے لانے کے لیے بھیجا ہے آپ نے مجھ سے فرمایا،

"اے ابو العباس آج مریفین والوں میں ایک شخص کو جس کا نام عثمان ہے کشش ہوئی ہے اور وہ خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہوا ہے اور مقبول ہوا ہے اور ساتویں آسمان سے پکارا گیا ہے کہ اے میرے بندے تو خوش آیا اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اپنے آپ کو ایسے شخص کے سپرد کرے جو کہ اس کو پروردگار عزوجل کی راہ دکھائے سو تم جاؤ اس کو راستے میں پاؤ گے اسے میرے پاس لے آؤ"

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے کہا،

"اے عثمان اس زمانہ میں حضرتِ شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عارفوں کے سردار ہیں اور اس وقت آنے والوں کے قبلہ ہیں تم آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاؤ اور آپ کی خدمت و عزت کو لازم جانو"

پھر میں بہت جلد بغداد شریف پہنچ گیا اور خضر علیہ السلام مجھ سے غائب ہو گئے اس کے بعد

میں نے انکو سات سال تک نہ دیکھا تب میں حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ایسے آدمی کے لیے مرحبا ہے جس کو مولیٰ کریم نے جانوروں کی زبانوں میں اپنی طرف جذب کرلیا اور اس کے لیے بہت سی نیکی ہے لے عثمان عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک مرید عطا کریگا جس کا نام عبد الغنی ابن نقطہ ہوگا وہ بہت سے اولیا اللہ سے بڑھ جائیگا اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب فرشتوں کے ساتھ فخر کریگا پھر میرے سر پر ایک ٹوپی رکھی جس کے رکھنے سے میں نے اپنے تالو میں ایسی ٹھنڈک پائی جو میرے دل تک پہنچی میرا دل برفانی ہوگیا تب مجھے عالم ملکوت کا حال معلوم ہوگیا میں نے سنا کہ تمام جہان اور اسکی چیزیں مختلف بولیوں میں خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس بیان کر رہے ہیں قریب تھا کہ میری عقل جاتی رہے لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ پر روئی ڈال دی جو آپ کے ہاتھ میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے میری عقل قائم رکھی اور میرا حوصلہ بڑھا دیا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی مہینے تک مجھے خلوت میں بٹھایا رب العزت کی قسم میں نے کوئی امر ظاہر و باطن میں ایسا نہیں پایا کہ جس کی خبر آپ نے مجھے میرے بولنے سے پہلے نہ دی ہو اور نہ میں کسی مقام پر پہنچا اور نہ کوئی حال مشاہدہ کرتا اور نہ کوئی غیب کا حال مجھ پر کھلتا مگر آپ پہلے سے ہی مجھے خبر دے دیتے اور اس کے احکام مفصل بیان کر دیتے اور اسکی مشکلات حل کر دیتے اس کی اصل و فرع مجھے بتلا دیتے، ہمیشہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتے رہے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا مجھے ان امور کی خبر دی جو مجھے پیش آنے والے تھے تیس سال کے بعد بھی وہ ویسے ہی ہوئے جیسے آپ نے فرما دیے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجھے خرقہ پہننے اور مجھ سے ابن نقطہ کے خرقہ پہننے میں پچیس سال کا وقفہ تھا مگر وہ ویسا ہی نکلا جیسا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا۔ اور بہجۃ الاسرار میں شیخ صالح ابو المظفر اسمٰعیل بن علی بن سنان حمیری زریرانی سے روایت ہے کہ میرے پیشوا شیخ علی بن الہیتی جب بیمار ہوتے تو بسا اوقات میری زمین کی طرف جو زریران میں تھی تشریف لاتے اور وہیں کئی روز گذارتے ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو آپ کی عیادت کے لیے شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور دونو حضرات میری زمین پر جمع ہوئے اس میں دو کھجوریں تھیں جو چار سال سے خشک ہو چکی تھیں انکو پھل نہیں لگتا تھا اور ہم نے انکو کاٹ دینے کا ارادہ کرلیا ہوا تھا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک کے نیچے وضو فرمایا اور دوسرے کے نیچے دو نفل ادا فرمائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت سے رب العزت نے ان

دو لو کھجوروں کو سبز کر دیا ان میں پتے نکل آئے اور اسی ہفتہ ان میں پھل آ گیا حالانکہ ابھی کھجوروں میں پھل کا موسم نہیں آیا تھا میں نے کچھ کھجوریں لیں اور حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے کچھ کھائیں اور میرے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ تیری زمین تیرے درہم تیرے صاع اور تیرے جانوروں کے دودھ میں برکت دے۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ میری زمین میں دوگنا تگنا غلہ پیدا ہونا شروع ہو گیا میرا یہ حال ہو گیا کہ جب میں ایک درہم خرچ کرتا تو اس کے مقابلے میں میرے پاس دوگنا تگنا آ جاتا اور جب میں غلہ کی سو بوری کسی مکان میں رکھتا پھر اسمیں سے پچاس بوری خرچ کر ڈالتا اور باقی کو دیکھتا تو پوری سو موجود ہوتی میرے مویشی اسقدر بچے دیتے کہ میں انکا شمار بھول جاتا۔

میں کہ محمد لطیف زار نوشاہی بن حاجی حسین بخش نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری مرحومہ دادی جو ایک بہت پارسا پابند شریعت اور خدا یا و عفیفہ تھی ہمیں سنایا کرتی تھی کہ شروع میں ہماری مالی حالت بہت ہی پتلی تھی اور گھر میں کئی دفعہ فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک روز حضرت مولانا باباجی محمد اعظم نوشاہی میر دوالی جو میرے والدِ مرحوم محترم کے مرشدِ ارشد تھے۔ شام کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے تو اس دن گھر میں آٹا وغیرہ نہیں تھا اور مکئی کے دانے بھنائے ہوئے تھے اور یہی بطور عشائیہ استعمال کرتے تھے آپ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ کچھ متفکر سے ہوئے لیکن مسکراتے ہوئے فرمایا!

"اگلے ہفتے میں ختم شریف غوثیہ کا اہتمام کرنا اور جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا خرچہ کر لینا اور کوئی دن مقرر کر کے مجھے اطلاع کر دینا میں آجاونگا۔"

اگلے ہفتہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ بندوبست ہو گیا اور ایک دن مقرر کر کے آپ کو بلایا گیا اور حسبِ استطاعت کچھ کھانا تیار کر کے چند پرہیزگار نمازی آدمی جو حقہ سگریٹ وغیرہ مسکرات سے بھی پرہیز کرتے تھے بلائے گئے اور ختم شریف غوثیہ پڑھا گیا اور چونکہ کلمات کو ایک سو گیارہ یا ایک سو اکتالیس بار پڑھنا تھا اس واسطے اس کام کے لیے مکئی کے دانے گنتی کے مطابق لے کر ان پر ختم شریف غوثیہ کے کلماتِ طیبات پڑھے گئے جب ختم شریف سے فارغ ہوئے تو حضرت باباجی

قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ دانے جو کلمات پڑھنے کے لیے استعمال کیے گئے تھے میری دادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکر نصیحت فرمائی کہ غلہ والے ہر قسم کے برتنوں میں یہ دانے تھوڑے تھوڑے ڈال دو چنانچہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ حضور غوثِ اعظم کی نگاہِ کرم کا صدقہ ختم غوثیہ کی برکت سے ایک تو یہ بات ہو گئی کہ اس کے بعد بھوک کا تو ذکر ہی کیا ہمارے گھر میں کھانے پینے کی خام اور پختہ چیزوں کی فراوانی ہو گئی اور مال و دولت کا تو بفضلہٖ مینہ برسنے لگا اور دوسرے ہمارے گھر میں ماہوار ختم غوثیہ باقاعدگی کے ساتھ شروع ہو گیا اور میں یعنی راقم زار نوشاہی کہتا ہوں کہ یہ آج تک مسلسل اور بہتر صورت میں جاری ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ حاجی حسین بخش قادری نوشاہی کے اپنے خاندان اور مریدین و متوسلین کے گھروں میں بفضلہٖ گھگھڑ اور گلابی مولویوں کے علی الرغم آئندہ بھی بہتر سے بہترین صورت میں جاری رہیگا بفضلہٖ و منہٖ یہ تو اپنی ذاتی بات تھی جو کہ نعمت کی سپاس گذاری کے تحت میں نے بیان کرنی واجب سمجھی اب پھر ایک روایت بہجۃ الاسرار میں شیخ ابوالمظفر منصور بن المبارک واسطی وعظِ معروف جرادہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جوانی کی حالت میں غوثِ اعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت میں حاضر ہوا میرے پاس فلسفہ کی ایک کتاب تھی جس میں روحانیت کے علوم تھے آپ نے بغیر کتاب کو دیکھنے کے اور مجھ سے اس کے متعلق پوچھنے کے جماعت ہی میں مجھے فرمایا۔

اے منصور! یہ تیری کتاب تیرا برا رفیق ہے اٹھ اور اس کو دھو ڈال۔"

میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے سامنے سے اٹھوں گھر جا کر کتاب رکھ دوں اور پھر کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو نہ لاؤں کیونکہ مجھے اس کتاب سے محبت تھی اور میرے دل نے اس کو دھو ڈالنا گوارا نہ کیا اس کے بعض مسائل میرے ذہن میں گھر کر چکے تھے میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت نے تعجب سے میری طرف دیکھا اور میں اٹھ نہ سکا اور میرا یہ حال تھا کہ میں وہیں قیدی ہو گیا آپ نے مجھے فرمایا

اپنی کتاب مجھے دے۔"

میں نے کتاب دیتے ہوئے اسے کھول کر دیکھا تو وہ سفید کاغذ تھے اور ان پر ایک حرف نہ تھا میں نے وہ آپ کو دے دی آپ نے اس کی ورق گردانی کی اور فرمایا کہ کتاب فضائلِ قرآن میں ہے جو کہ محمد بن خرلیس کی تصنیف ہے پھر وہ مجھے دے دی میں نے دیکھا تو وہ کتاب فضائلِ قرآن محمد بن خرلیس

کی تھی۔ جو کہ نہایت عمدہ خوش خط تھی پھر مجھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! تو اس بات کے کہنے سے توبہ کر جو تیرے دل میں نہ ہو میں نے کہا ہاں میرے سردار۔ فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو میں کھڑا ہوا تو میرے دل سے تمام مسائل فلسفہ و روحانیت کے جو میں نے حفظ کیے تھے بالکل بھول گئے میرے سینے میں سے ایسے جاتے رہے کہ گویا مجھے اب تک کبھی یاد ہی نہ تھے۔ اور اسی کتاب بہجۃ الاسرار میں حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت ابو صالح اپنے والدِ ماجد حضرتِ عبدالرزاق اپنے چچا مالکِ خرقہ ولایت حضرتِ عبدالوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ۵۵۳ھ میں ابوالمعالی محمد بن علی بن احمد بغدادی تاجر حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ وعظ میں آپ کے مدرسہ بغداد میں آیا لیکن وعظ کے دوران اسے حاجتِ براز ہوئی جس سے وہ سخت تنگ دل ہوا اس نے عالی جناب کی طرف ملتجیانہ نگاہ سے دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ حضور سیڑھی بسیڑھی اپنے ممبر وعظ سے نیچے اتر رہے ہیں اور آپ کے مقام پر آپ کی صورت میں ایک دوسرا آدمی ظاہر ہو گیا ہے جو آپ کی طرح وعظ کر رہا تھا یہ بات صرف اسی نے دیکھی یا جس کسی اور کو اللہ تعالیٰ نے دکھانا چاہی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممبر سے اتر کر لوگوں میں چلتے ہوئے اس تاجر کے پاس آکھڑے ہوئے اور اس کے سر کو اپنے رومال سے ڈھانک دیا ایک دم اُس نے اپنے آپ کو ایک جنگل میں دیکھا جس میں ایک نہر تھی اور اس کے پاس ایک درخت تھا اس نے اپنی چابیاں جو اس کی جھولی میں تھیں اس درخت کے ساتھ لٹکا دیں اور خود پاخانے سے فارغ ہوا اس نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نفل ادا کیے جب سلام پھیرا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا رومال اس کے سر پر سے اٹھا لیا تو وہ اس مجلس میں تھا مگر اس کے اعضاء پانی سے تر تھے اور پاخانہ کی حاجت جاتی رہی تھی شیخ الشیوخ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کرسی پر موجود تھے گویا کہ اترے ہی نہ تھے وہ آدمی چپ رہا اور کسی سے بات تک نہ کی لیکن اس کا چابیوں کا گچھا گم تھا پھر وہ ایک مدت کے بعد بلادِ عجم کیطرف قافلہ سالار بن کر گیا بغداد شریف سے چودہ دن کی راہ پر گئے تو ایک جنگل میں اترے جس میں نہر تھی تب وہ اس جنگل میں پاخانہ پھرنے کی غرض سے گیا تو اس دن کا واقعہ یاد آیا اتفاقاً وہی نہر وہی زمین وہی درخت وہی پاخانہ کی جگہ نکلی جو اس روز دیکھی تھی اور اپنی کنجیاں اس درخت کے ساتھ معلق پائیں پھر جب وہ بغداد شریف میں آیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بتانے کے لیے آپ

کے پاس حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس کے کان پکڑ کر فرمایا،

"اے ابوالمعالی میری زندگی میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

وہ آپ کی خدمت کرتا رہا حتیٰ کہ آپ کا وصالِ مبارک ہوگیا۔

اور بہجۃ الاسرار سے ہی ہم یہ روایت بھی نقل کر رہے ہیں جو ابوسعید عبداللہ بن احمد بن علی بن محمد بغدادی ازجی نے ۵۵۴ھ میں بغداد شریف میں بیان کی کہ میری بیٹی جس کا نام فاطمہ تھا ۵۳۰ھ میں مکان کی چھت پر چڑھی جس کو کوئی اٹھا کرلے گیا وہ ابھی باکرہ تھی اور اس کی عمر اس دن ۱۶ سال تھی تب میں غوثِ اعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس بات کا ذکر آپ سے کیا آپ نے فرمایا کہ

آج کی رات تم کرخ کے جنگل کی طرف جاؤ اور وہاں پانچویں ٹیلے کے پاس جاکر بیٹھو اور زمین پر اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ لو اور دائرہ کھینچتے وقت یوں کہنا

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نِیَّۃِ عَبْدِ الْقَادِرِ۔ جب رات شروع ہوگی تو جنوں کے گروہ مختلف شکلوں میں تیرے پاس سے گذریں گے تو انکو دیکھکر خوف نہ کھانا صبح کے وقت انکا بادشاہ ایک جماعت کے ساتھ تجھ پر سے گزرے گا اور تیری حاجت تجھ سے پوچھے گا اسے بتادینا کہ تیری حاجت یہ ہے اور شیخ عبدالقادر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔

پس میں چلا گیا اور آپ کے حکم کی تعمیل کی آپ کے حکم کیمطابق ڈراؤنی صورتیں میرے پاس سے گذرنے لگیں لیکن کسی کو مجال نہیں تھی کہ اس دائرہ کے قریب آسکے جن گروہ گروہ آتے رہے آخر جب آخر شب کا وقت آیا تو جنوں کا بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار آیا اس کے آگے کئی جماعتیں تھیں وہ دائرے کے سامنے آکر ٹھہر گیا اور کہنے لگا اے آدم زاد تمہاری کیا بات ہے میں نے کہا کہ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ یہ سُنکر وہ گھوڑے سے اتر پڑا زمین کو بوسہ دیا اور دائرہ کے باہر فرشِ زمین پر بیٹھ گیا اس کے ساتھ اس کے ہمراہی بھی بیٹھ گئے اور مجھ سے پوچھا تجھے کیا ہوا میں نے اپنی لڑکی کے متعلق تمام واقعہ من وعن بیان کردیا۔

اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جس نے یہ کام کیا ہے اسے میرے روبرو لاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک جن لایا گیا جس کے ساتھ وہ لڑکی تھی اور کہا گیا کہ یہ چین کا جن ہے اس سے پوچھا گیا کہ تجھ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ تو قطبِ عالم کی رکاب کے نیچے سے اس لڑکی کو لے اڑا۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا بادشاہ نے اسکی گردن زدنی کا حکم دیا اور میری لڑکی میرے حوالے کر دی میں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم بجا لانے میں میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا اُس نے کہا ہاں وہ گھر بیٹھے ہم میں سے سرکشوں کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ اُن سے کتنی دوری پر ہوں اور آپ کی ہیبت سے اپنے وطنوں کو بھاگ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب کوئی قطب قائم کرتا ہے تو جن وانس پر اس کو قدرت بخشتا ہے۔ ہم نے ان روایات کا مدار کتاب بہجۃ الاسرار کو اس واسطے بنایا ہے کہ یہ حضور غوثِ اعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھی گئی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے اور اس کتاب کے مولف اور حضرتِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ ضرب الاقدام کے ابتداء میں فرماتے ہیں "کتاب بہجۃ الاسرار کہ معدنِ الانوار معتبر و مقرر و مشہور و مذکور است و مصنفِ آں کتاب از مشاہیرِ مشائخ و علماء است میانِ وے و شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است۔" یعنی کتاب بہجۃ الاسرار جو کہ انوار کی کان معتبر مقرر مشہور اور مذکور ہے اور اس کتاب کا مصنف مشہور مشائخ و علماء میں سے ہے اور اس کے اور حضرتِ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور بڑے بڑے ذی وقار تذکرہ نگاروں اور فاضل مصنفوں نے اس کو اپنی تصنیفات و تالیفات کا ماخذ قرار دیا ہے اور مصنفِ قلائدالجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر نے بھی اسی کتاب سے استفادہ کیا ہے یہ کتابیں اور ان کے بعد لکھی گئی بیسیوں دوسری کتابیں حضور غوث پاک کی کرامات اور خوارق سے بھری ہوئی ہیں صاحبانِ شوق ان کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں ہم طوالت کے خوف سے مضمون کو مختصر کرنے پر مجبور ہیں لیکن آپ کی ایک مشہور اور زبان زدِ خلائق کرامت یعنی ڈوبی ہوئی کشتی کو باہر نکال دینا اور اسمیں سوار براتی کا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ سلامت رہنا جسکو اردو کتاب شریف التواریخ جلد

اوّل میں سید شرافت نوشاہی نے فارسی کتاب مناقبِ غوثیہ میں علامہ محمد صادق سعیدی نے اور پنجابی تحفہ میراں میں میاں محمد کھڑی شریف والے نے اور، اور بھی بے شمار مصنفین اور مولفین نے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں بیان کیا ہے اور جس کو صحیح الدماغ باصفا معتقدین بڑی راسخ العقیدگی کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور علمائے حق بھی اس کرامت میں جب کرامت ہے تو اصلاً شک و ریب کو دخل نہیں دیتے لیکن کم علم ناپختہ عقیدہ والے متذبذب نہ ادھر نہ اُدھر کبھی کہا جی ہاں اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت دی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی کہا جی بات ہماری سمجھ فکر سے بالاتر ہے ہماری عقل کی رسائی یہاں تک نہیں بھلا جب کرامت ہوئی تو عقل کی رسائی وہاں تک کیسے ہونے لگی لیکن ایک اور جماعت ہے جس کے نزدیک یہ محض خوش عقیدگی اور بے بنیاد بعد کی بنائی ہوئی کہانی ہے تو ہم اس جگہ اس کرامت کا ذکر کر کے قرآن پاک سے اسپر تصدیق کی مہر لگائینگے اور معاندین کے اعتراضات کا شافی جواب لکھیں گے اور اس کے بعد باب کرامات کو بند کر کے اگلے مضمون کو شروع کریں گے ہم اس کام پر اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور صحتِ بیان کی توفیق مانگتے ہیں روایت یوں ہے اور شریف التواریخ جلدِ اول صفحہ ۱۶۴ پر ہے کہ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفریحاً دریائے دجلہ کے کنارے تشریف لے گئے دیکھا کہ چند عورتیں دریا پر آئیں اور پانی لے کر چلی گئیں مگر ایک ضعیفہ نے اپنا گھڑا بھر کر دریا کے کنارے پر رکھ دیا اور منہ چھپا کر زار زار رونے لگی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عرصہ بارہ سال کا ہوا کہ اس کا بیٹا اپنی دلہن کو لیے ہوئے گھر آرہا تھا کہ مع دلہن اور باراتیوں کے کشتی دریا میں ڈوب گئی اس وقت سے اس بڑھیا کا معمول ہے کہ ہر روز دریا پر آتی ہے اور زار زار روتی ہے یہ سُن کر حضرتِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دریائے رحمت جوش میں آگیا اور اسے کہلا بھیجا کہ تو تسکین رکھ تیرا بیٹا مع بہو اور باراتیوں کے ابھی آیا چاہتا ہے اور خود دعا میں مصروف ہوئے تھوڑی دیر گذر گئی اور کوئی اثر ظاہر نہ ہوا تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنازِ محبوبانہ درگاہِ رب العزت میں عرض کیا یا آلہ العالمین عبد القادر کے کام میں اس قدر کیوں دیر ہوئی۔ دفعتاً دریائے دجلہ موجزن ہوا اور اسمیں جوش و خروش پیدا ہوا اور کشتی بڑھیا کے بیٹے کی معہ دلہن اور باراتیوں کے اوپر آگئی اور آناً فاناً کنارے آلگی یہ دیکھ

کر ضعیفہ فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی ہوش آئی تو اپنے بیٹے اور بہو وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلی گئی اس کرامت کو دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے۔ اس کرامت کے ضمن میں صاحب شریف التواریخ لکھتے ہیں کہ بعض مخالفین اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بارہ سال کے مردے زندہ ہوجائیں اس کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ صاحبزادہ خواجہ محمد دین صاحب نے اپنے والدِ بزرگوار خواجہ شمس الدین چشتی نظامی سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ یہ جو بات لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال کی غرق شدہ کشتی کو بمع مسافروں کے صحیح سالم نکال لیا یہ ممکنات سے ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا بارہ سال کا عرصہ زیادہ ہوتا ہے یا سو سال کا تم نے قرآنِ پاک میں حضرت عزیز علیہ السلام کا قِصّہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ جلّ وعلا نے انہیں سو سال کے بعد زندہ کیا صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے مگر کشتی والا معاملہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا کہ حضرت پیر صاحب منزلِ بقا باللہ میں تھے جو بزرگ اس مقام تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں وہ اوصافِ الٰہی سے متصف ہو جاتے ہیں صورتِ بشری کا صرف پردہ درمیان میں رہ جاتا ہے ورنہ جو فعل ان سے سرزد ہوتا ہے اس میں وہ رحمانی صفات میں اختیاراتِ ربانی سے مختار ہوتے ہیں۔ اور حقیقی فاعل رب قدیر علیٰ کل شیء قدیر ہی ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ فعل ولی اللہ سے یا نبی اور رسول سے سرزد ہو جیسے مثلاً قرآن پاک میں رب کریم نے محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فعل کو اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے فرمایا۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (الانفال ۲۶)

یعنی میدانِ بدر میں جب فاتح کونین رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے لشکرِ کفار پر ریت کی ایک مٹھی میدان سے اٹھا کر پھینکی جو لشکرِ کفار کی ہزیمت کا باعث بنی تو ربِ کریم نے اس فعلِ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی طرف نسبت دیکر فرمایا اے محبوبِ پاک صاحب لولاک وہ مٹھی جو تو نے پھینکی یعنی جسے دنیا والوں نے تیرے کفِ دست میں دیکھا اور تیرا ہی ہاتھ اٹھتا ہوا دیکھا گیا اور فضائے بسیط میں اسی دستِ مبارک کا نقش ابھرا

اور میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ بظاہر وہ تو نے ہی پھینکی مگر میں اس کی حقیقت بھی بیان کرتا ہوں کہ وہ تو نے نہ پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے (یعنی میں نے) پھینکی کیونکہ اے محبوبِ پاک تیرے ہاتھ میں میری مرضی اور تیری قوت میں میری طاقت کام کر رہی تھی تو مامور من اللہ ہے اور تیرا ہر فعل جو ذاتِ حق کی صفات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے سب مؤید من اللہ ہے اور یہیں سے آگے انہی معنوں میں حدیث قدسی کہ جب میرا بندہ نوافل کی وجہ سے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے میں اس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں اور قوائے جسمانی بن جاتا ہوں کہ اس کا ہر فعل میرا فعل ہوتا ہے اور اگر اس کے کسی کام پر کوئی اسے چیلنج کرتا ہے تو گویا مجھے کرتا ہے اب یہیں سے مقامِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یقین کر لیجیے جو کہ بقول خواجہ شمس الدین چشتی سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور فی الحقیقت منزلِ لقا باللہ میں تھے تو جو کرامت آپ سے سرزد ہوئی وہ قادرِ قدیر کی طرف سے تھی اور آپ کی طرف اسکی نسبت محض مجازی تھی حقیقی فاعل قادرِ مطلق ہی کی قدرت تھی اور اس کے لیے کوئی چیز مشکل و محال نہیں اب گھگھڑوں کا یہ اعتراض اور وہابیوں کی یہ انوکھی منطق کہ جب کشتی بارہ سال ڈوبے رہنے کے بعد پھر زندہ سلامت باہر آ گئی تو اس عرصہ میں جو باراتی شادی شدہ تھے انکی بیبیوں کا کیا بنا ہوگا اور انکے زعم باطل میں انہوں نے نئے خاوندوں سے نکاح کر لیے ہوں گے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قادرِ مطلق کی طاقت کو نہیں سمجھے اور یہ بھی نہیں سمجھے کہ ربِ کریم کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور دنیا میں ہونے والے کام ازل میں ہی طے کیے جا چکے تھے جب کشتی کا ڈوب کر ایک عرصہ بعد تیرنا مقدر تھا تو اس کے سواروں کے متعلق امور بھی پہلے طے ہو چکے ہوئے تھے اور وہ قادرِ مطلق جو اصحابِ کہف پر تین سو نو سال کا عرصہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ کر سکتا ہے یا جو حضرت عزیز علیہ السلام کے کھانے اور پانی پر سو سال کی مدت کو آنا فانا کر سکتا ہے کہ وہ پانی تازہ رہے اور کھانا گرم رہے اور ساتھ ہی گدھا اس کا گوشت اور ہڈیاں جانوروں کی خوراک بن چکی اور پھر قادرِ مطلق کی قدرت کہ ان ہڈیوں اور گوشت کو وہاں محفوظ رکھا ہوا اور عزیز علیہ السلام کو زندہ فرما کر انکے سامنے گدھے کی ہڈیوں کو محفوظ مقامات سے لا کر جوڑ دیا ہو اور ان پر گوشت چڑھا دیا گیا ہو قربان صنعتِ کردگارِ کارساز قادرِ مطلق وہ جو چاہے کر سکتا ہے اگر عورتوں کو صبر دے دے تو بارہ سال کیا

مدت ہے اور ہمارے ملک میں تو راجپوتوں کے قدیم خاندانوں میں بیوہ عورتیں نکاح ہی نہیں کرتی تھیں اگرچہ جوانی میں ہی بیوہ ہو جائیں اور عرب میں بھی یہ رسم تھی جس کو اسلام نے بڑے زور سے روکا لیکن جس عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے اس کے لیے تو فقہ حنفی ۹۰ تا ۹۹ سال تک انتظار کی قید لگاتی ہے اور چار سال سے کم کسی فقہ میں نہیں بہر کیف ہم نے مقدور بھر اس کرامت کو جس کی شہرت متواتر ہے صاحبانِ دانش و فرہنگ کے لیے خوب وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور یہیں سے ہم بابِ کرامت سے آگے بڑھنے کی سوچ رہے ہیں کیونکہ حضرت مخدوم گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب مقاماتِ عالیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات و مناقب اس قدر ہیں کہ اگر روئے زمین کے درختوں کے پتے کاغذ اور شاخیں قلم بن جائیں اور تمام مخلوق زمین و آسمان کی جمع ہو کر لکھے تو ہرگز ختم نہ ہوں بلکہ لکھنے والے عاجز و قاصر آجائیں۔

حضرت شیخ علی بن ابی النصر الہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ائمہ شیوخ کو کثیر الکرامات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ کہیں دیکھا نہ کہیں سنا آپ کی کرامات کثیرہ کا یہ حال تھا کہ آپ سے ہر وقت صدہا کرامات و خوارق عادات ظاہر او باطناً قولاً و فعلاً ظاہر ہوا کرتی تھیں۔

حضرت امام یافعی فرماتے ہیں کہ کرامات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حد تواتر کو پہنچی ہیں اور بالاتفاق معلوم ہے کہ کسی اولیائے زمانہ سے اس قدر کرامتیں ظاہر نہیں ہوئیں جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرتِ شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتیں سلکِ مروارید کی طرح تھیں جس میں یکے بعد دیگرے موتی ہوں اگر ہم میں سے کوئی شخص ہر روز کئی کرامتیں دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا۔

امام نووی محدث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی ولی کی کرامتیں بنقلِ ثقات اس کثرت سے ہم تک نہیں پہنچیں جس کثرت کے ساتھ سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ کی پہنچی ہیں۔

۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامتیں آپ کی بے

حد و حساب ہیں جیسا کہ معجزات حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے لاتعداد و بے شمار ہیں پس آپ غوث الثقلین و شیخ الکل ہوئے جیسا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم رسول الثقلین و امام الاولین والاخرین ہیں۔ غرضیکہ حضور غوث الاعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ بابرکات سے ہر قسم کی کرامات کا صدور بحدِ تواتر ہوا ہے مگر ہم نے اس جگہ صرف چند کرامات تبرکاً درج کر دیں ہیں مگر ان سب کرامات کے سر پر وہی کرامت ہے جسکی ہم نے بابِ کرامت کی ابتدا میں نشاندھی کر دی تھی یعنی احیائے دین اور یہی ہزاروں کرامات سے بڑھ کر ایک کرامت ہے کہ آپ کے وجود مسعود کی برکت سے دینِ حنیف کے جسم پژمردہ میں پھر سے زندگی کی بہار تازہ ہو گئی اور اسی پر ہم اس باب کو بند کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکات پر ایک مختصر مگر جامع نوٹ پیشِ قارئین کرام کرنے کے لیے دربارِ صمدی سے توفیق طلب کرتے ہیں اور ہر کام میں وہی بہترین توفیق دینے والا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدحتِ غوثِ اعظم

کشتیاں ڈوبی ہوئی آج بھی تیراتے ہیں
چور ابدال بنیں، قطب کریں رہزن کو
آج بھی مدد کو آجاتے ہیں غوث الاعظم
قسمتیں آج بھی بدلاتے ہیں غوث الاعظم

جب بھی بیڑا کوئی منجدھار میں کھو جاتا ہے
اپنے عشاق کی اُمڈے ہوئے طوفانوں میں
شمعِ ساحل وہیں بن جاتے ہیں غوث الاعظم
دستگیری کے لئے آتے ہیں غوث الاعظم

اُن کا خادم کوئی افکار میں گھر جائے تو
شب کی تاریک فضاؤں میں چمکتے موتی
لاتخف آج بھی فرماتے ہیں غوث الاعظم
میرے خادم ہیں یہ فرماتے ہیں غوث الاعظم

زارؔ نوشاہی درِ سیدِ کونین پہ دیکھ
کس طرح تجھ کو لئے جاتے ہیں غوث الاعظم

زارؔ نوشاہی

برکاتِ شہنشاہِ بغداد

جہاں تک برکات کا تعلق ہے آپ کی ذاتِ بابرکات سراپا برکت تھی اور آپ کے جسم پاک کا ایک ایک اعضا مبارک تھا لیکن آپ کی سب سے بڑی برکت تو وہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ پاک کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے اقدارِ اسلامیہ کو حیاتِ تازہ عطا فرمائی اور اس کا ذکر ہم نے صفحاتِ ماسبق میں جگہ جگہ بتفصیل کیا ہے یہاں پر ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ اور برکات کا ذکر کرتے ہیں جن سے آپ کے مریدین اور متوسلین متمتع ہوتے رہے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے انشاء اللہ العزیز روایات جو ہمارے پیش نظر ہیں ان سب کا ماخذ بھی ہم نے بہجۃ الاسرار کو ہی رکھا ہے تاکہ بیانات کے لیے مستند حوالے موجود ہوں چنانچہ اس کتاب میں شیخ ابو السعود حریمی شیخ ابو عبداللہ محمد بن قائد ادانی اور شیخ ابو القاسم عمر بزاز مرسہ نے اور متعدد دوسرے شیوخ نے بھی روایت کی ہے کہ شیخ محی الدین غوث اعظم عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت تک اپنے مریدوں کے اس بات کے ضامن ہیں کہ آپ کی برکت سے انمیں سے کوئی شخص بدوں توبہ کے نہ مریگا اور آپ کو یہ برکت بھی حاصل ہے کہ آپ کے مریدوں کے مرید سات پشت تک جنّت میں داخل ہوں گے اور فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہ میں اپنے مرید کے مریدوں کا سات پشت تک ہر ایک امر کا ذمہ دار ہوں اور اگر میرے مرید کا پردہ مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو بھی اسکو چھپاتا ہوں۔ ہم کو حال اور قدر کے لحاظ سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی ہمتوں سے اپنے مریدوں کی حفاظت کریں اور انکو برکتیں عطا کریں خوش ہو جائے وہ شخص جس نے مجھے دیکھا ہے یا اسکو دیکھا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا ہے یا اسکو دیکھا ہے کہ جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا ہے میں اس شخص پر حسرت کرتا ہوں کہ جس نے مجھے نہیں دیکھا ہے اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندِ ارجمند حضرت امام حافظ تاج الدین ابو بکر عبدالرزاق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی ہے کہ بدھ کی رات ۹ شعبان ۵۵۰ھ کو میرے والدِ محترم نے اپنے فرزند یحیٰ کی والدہ

سے کہا کہ میرے لیے چاول پکاؤ انہوں نے آپ کے لیے چاول پکائے اور آپ کے دستر خوان پر چن دئے اور سو گئیں جب آدھی رات ہوئی تو دیوار پھٹی اسمیں سے ایک مرد نکلا اس نے وہ کھانا سب کھا لیا اور جانے لگا تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا کہ ان سے لو اور اپنے لیے دُعا کراؤ میں ان سے دیوار کے باہر ملا وہ دیوار سے ایسے نکلے جیسے داخل ہوئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کے والدِ ماجد کی دُعا اور آپ کے خرقہ کی برکت سے میں اس نیکی تک پہنچا ہوں جو تم دیکھ رہے ہو صبح ہوئی تو میں نے اس بات کا ذکر شیخ علی الہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں کوئی ایسا خرقہ کسی کے سر پر کسی کے ایسے ہاتھ سے جس میں کہ جلد تاثیر فتح اور برکت کی ہو تمہارے باپ کے سوا نہیں دیکھتا اور بے شک خدا تعالیٰ نے ستر مردوں کو اس دن کی رات میں ایک ہی وقت میں بڑی فتح اور برکت نصیب کی تھی جنہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ پہنا تھا اور شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکے سر دل پر جو ہاتھ رکھا تھا اسکی وجہ سے انکو بڑی عنایت ہوئی تھی اور جس دن کہ میں آپ کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا ہوں اس دن سے بڑھ کر کوئی برکت والا دن نہیں دیکھتا۔ اور شیخ علی ہیتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی شیخ کے مرید اپنے شیخ سے اس قدر نیک بخت نہیں جس قدر کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اپنے شیخ سے ہیں اور حضرت شیخ پیشوا ابوسعد قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغداد شریف میں فرماتے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم اعلےٰ سے اس بات کو لے کر لوٹتے تھے کہ جو آپ سے تعلق پیدا کریگا وہ اس تعلق کی برکت سے نجات پائے گا اور شیخ پیشوا البقا بن بطو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام مریدوں کو نیک بختوں کے لشکر میں چمکتی پیشانی اور چمکتے ہاتھ پاؤں والے دیکھا ہے۔ اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے قاضی القضاۃ شیخ ابو صالح نصر نے اپنے والد ماجد حضرت عبدالرزاق کی معرفت شیخ پیشوا ابوالحسن علی قرشی کی دمشق میں کی گئی روایت بیان کی ہے کہ فرمایا حضور شہنشاہِ بغداد میراں محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مجھے ایک کاغذ دیا گیا جو حدِ نگاہ تک وسیع تھا اس میں میرے اصحاب اور مریدوں کے نام تھے جو قیامت تک ہونے والے تھے اور مجھ سے کہا گیا کہ سب کو تمہارے واسطے بخش دیا گیا اور شیخ جلیل ابن شیخ ابوالعباس احمد

بن علی صرصری نے اپنے والد کی زبانی روایت کی ہے کہ حضور شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان میرے مدرسہ کے دروازے پر سے گذر جائے تو اس کی برکت سے قیامت میں عذاب اسپر خفیف کیا جائے گا اور روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا میرا باپ فوت ہو گیا ہے میں نے اس کو آج رات خواب میں دیکھا ہے اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اس نے مجھے کہا ہے کہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا طلب کرو آپ عالیجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کیا وہ میرے مدرسہ پر سے گذرا ہے کہا جی ہاں تب آپ چُپ ہو گئے اور کوئی کلام نہ کی اور وہ جوان اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا لیکن اگلے روز وہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس کو آج رات خوش و خرم دیکھا ہے اور میرے باپ پر سبز حلہ ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ عذاب دفع کر دیا گیا ہے اور جو لباس تو دیکھ رہا ہے وہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی تعالیٰ عنہ کی برکت سے مجھے پہنایا گیا ہے پس اے میرے فرزند تجھ پر لازم ہے کہ آپ کی ملازمت اختیار کر پھر حضرتِ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس سے عذاب میں کی تخفیف کروں گا جو مسلمان تیرے مدرسۃ المسلمین پر سے گذرے گا یہی راوی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ پاک میں حاضر ہوا آپ سے کہا گیا کہ ایک قبر سے میّت کی آواز سنی گئی ہے جو چند دن ہوئے مقبرہ باب زاج میں دفن کی گئی تھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا اُس نے میرا خرقہ پہنا ہے لوگوں نے عرض کی ہمیں معلوم نہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زیادتی کرنے والا الاخسارہ کے زیادہ لائق ہے اور ایک گھڑی سر نیچے کیا آپ کو ہیبت نے ڈھانک لیا اور آپ پر وقار نمایاں ہوا پھر فرمایا کہ فرشتوں نے مجھ سے کہا ہے کہ اس نے آپ کا چہرہ دیکھا ہے اور آپ سے اس کو حُسنِ ظن تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب اس پر مہربانی فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگ اس کی قبر کیطرف پھر کئی بار گئے مگر اس کے بعد کبھی آواز نہ سُنی۔

اور شیخِ پیشوا ابوالحسن علی بن سلیمان نانبائی بغدادی روایت کرتے ہیں کہ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا آپ کے پاس اس وقت شیخ علی ہیتی اور

شیخ بقا بن بطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر تھے اس وقت عالیجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا کہ ہر طویلہ میں میرا ایک جانور ہے جس کے تقابل کوئی اور طاقتور نہیں اور میرا ایک ایسا گھوڑا ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا اور ہر منصب میں میرا ایک خلیفہ ہے جس کو معزول نہیں کیا جاتا یہ سب کچھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکاتِ باسعادت کے طفیل ہے اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکات تو اس قدر بے حد وحساب ہیں کہ انکے بیان کے لیے آپ کی کرامات کی طرح کئی دفاتر بھی کفایت نہیں کر سکتے ہم اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اگلے موضوع کیطرف بڑھتے ہیں اور ربِ رحمان سے نیکی اور سعادت مندی کی توفیق مانگتے ہیں۔

شہنشاہِ بغداد کے اخلاقِ عالیہ۔

بہجۃ الاسرار میں روایت ہے کہ شیخ ابو الحسن علی القرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاقِ حسینہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نور تھے با اخلاق شگفتہ اور کشادہ پیشانی۔ رحیم شفیق پاک طینت اہل مجلس کا احترام کرنے والے اور دکھے دل لوگوں سے ملنے والے غم زدہ لوگوں کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر غموں کے بوجھ سے نجات مل جاتی تھی اور وہ خوش ہو جاتے تھے میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر سچی اور پاکیزہ باتیں کسی دوسرے سے نہیں سنیں اور حضرت ابو الحسن علی بن اردم المحمدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خدا ترس اور نرم دل تھے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے لیکن اس کے باوجود بڑے صاحبِ جلال واحتشام تھے بڑے مجیب الدعوت اور کریم الاخلاق تھے آپ بیہودہ لوگوں کو کبھی پسند نہیں فرماتے تھے اور ہمیشہ ان سے دُور رہے مگر سچ گو اور حق پسند لوگوں کو ہمیشہ اپناتے اور انکے بڑے ہی قریب رہے اور اگر کسی کا جرم دیکھتے تو پردہ پوشی فرماتے اور معاف کر دیتے اور متغیر طبع نہ ہوتے کسی سائل کو رد نہ کرتے اگر آپ کے پاس دو کپڑے ہوتے تو ایک ضرورت مندوں کو عطا فرما دیتے توفیق الٰہی آپ کے لیے وقف تھی اور تائید ربانی ہر وقت آپ کے ساتھ تھی آپ کا علم مہذب اور آپ کا قرب مؤدب

تھا۔ صدق و صفا آپ کی غذا تھی اور فتح و کامرانی آپ کی پونجی تھی علم آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا اور ذکرِ خداوندی آپ کا معمول تھا غور و فکر آپ کا لباس اور مکاشفہ آپ کی قوت تھی مشاہدہ حق آپکی شفا احترامِ شریعت آپکی ظاہریت اور حقیقت کے اوصاف آپ کے اسرار و رموز ہوتے تھے اور شیخ معمر ابو المظفر منصور بن مبارک بن فضل واعظِ بجرادہ نے بیان کیا ہے کہ میری نظروں میں آج تک جنابِ غوث الاعظم جیسا با اخلاق اور وسیع الظفر شخص نہیں آیا۔ آپ بڑے کریم النفس اور مشفق دل تھے آپ اتنے بزرگ اور بلند رتبہ ہونے کے باوجود چھوٹوں کے ساتھ لطف و کرم فرمایا کرتے اور بڑوں کا احترام کرتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ سلام کہنے میں پہل کرتے غربا و مساکین کی تواضع کرتے فقیر اور سائلوں کو اپنے دروازے پر کھڑے ہونے سے پہلے کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرما دیتے اور آپ کبھی کسی امیر یا تونگر کے دروازے پر جا کر ہاتھ نہ پھیلاتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھی انسانیت کیساتھ انتہائی ہمدردی تھی اور آپ کا دل مبتلائے مصائب لوگوں کو دیکھ کر رحم اور شفقت کے جذبات سے بھر جاتا تھا اور جہاں بھی کہیں بیماری ہوتی تھی آپ کی ذات شفا من اللہ بن کر وہاں پہنچتی تھی اور ماتم کدھے آپکی تشریف آوری سے عشرت کدھے بن جاتے تھے یہاں ہم بہجتہ الاسرار سے ایک روایت بیان کرتے ہیں جسے نفحات الانس میں حضرت جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بیان کیا ہے اور اصل میں تو اسے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات میں ہی درج کرنا چاہیے تھا مگر چونکہ اس سے آپ کے اخلاقِ مشفقانہ کی نشاندھی ہوتی ہے اس واسطے ہم نے اسے اس مقام پر بیان کرنا مناسب سمجھا شیخ برگزیدہ ابوالحسن قرشی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ۵۴۹ھ میں حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ہیتی اور میں حضرتِ غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بغداد شریف میں موجود تھے کہ آپ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بغداد شریف کا ایک سوداگر ابو غالب فضل اللہ بن اسماعیل ازجی حاضر ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کرنے لگا کہ اے میرے سردار آپ کے جدِّ پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دعوت میں بلایا جائے تو اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے غریب خانہ پر دعوت کے

لیے تشریف لائیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو ضرور آؤں گا پھر تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور فرمایا کہ ہاں ضرور چلوں گا تب آپ سوار ہوئے شیخ علی نے آپ کی دائیں رکاب پکڑلی اور میں نے بائیں رکاب تھامی جب اس کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ بغداد کے مشائخ علماء اور اراکین جمع ہیں اور دسترخوان بچھا دیا گیا جس پر تمام قسم کی اشیائے خوردنی موجود تھیں اور ایک بڑا ٹوکرہ لایا گیا جو کہ سر بمہر تھا دو آدمی اسے اٹھائے ہوئے تھے وہ دسترخوان کے ایک کنارے پر رکھ دیا گیا تب ابو غالب میزبان نے کہا بسم اللہ اجازت ہے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے نہ آپ نے خود کھانا شروع کیا اور نہ کھانے کی اجازت دی اہلِ محفل کا یہ حال تھا کہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے کوئی ذرا سی حرکت نہیں کر سکتا تھا پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اور شیخ علی کو اشارہ کیا کہ وہ ٹوکرا اٹھا لاؤ ہم اٹھے اور اس کو اٹھایا وہ وزنی تھا ہم نے اس کو آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا آپ نے حکم دیا اس کو کھولو ہم نے اس کو کھولا تو اس میں ابو غالب کا لڑکا موجود تھا جو کہ مادر زاد اندھا اور اس کو گنٹھیا تھا اور وہ جذامی اور فالج زدہ تھا تب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کہا کھڑا ہو جا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو کر ہم نے دیکھا کہ وہ لڑکا اٹھ کر دوڑنے لگا اور بینا ہو گیا اور اس کو کسی قسم کی بیماری نہ تھی یہ حال دیکھ کر مجلس میں شور مچ گیا آپ اسی شور میں باہر آگئے اور کچھ نہ کھایا میں شیخ ابو سعید قیلوی کی خدمت میں اس کے بعد حاضر ہوا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھوں کو بینا کوڑھوں کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔

شہنشاہِ بغداد کی نظرِ رحمت برزخ والوں پر

بہجۃ الاسرار میں یہ روایت بہت سے مشائخِ کرام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث اعظم میراں محی الدین پیرانِ پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی جماعت کے ساتھ شیخ حماد اباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے

گرمی کا موسم تھا اور دھوپ بہت تیز تھی اس کے باوجود آپ دیر تک قبر پر حالتِ استغراق میں کھڑے رہے اور آپ کے رفقا بھی ساتھ ہی وہیں موجود رہے جب آپ قبر سے واپس ہوئے تو آپ کے چہرہ مبارک پر فرحت وانبساط اور شادمانی موجود تھی لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اتنی دیر دھوپ میں کھڑے رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب میں شروع شروع میں بغداد شریف میں آیا تو میں حضرتِ حماد دباس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا اور آہستہ آہستہ میری یہ عادت ہو گئی کہ میں جمعہ کے دن بغداد شریف سے باہر چلا جاتا اور حضرتِ شیخ حماد کے مرید اور احباب بھی میرے ساتھ ہوتے تاکہ نماز جمعہ مسجد رصافہ میں جاکر ادا کی جائے عام طور پر حضرتِ حماد دباس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہمارے ساتھ ہی ہوا کرتے تھے ایک دن ہم ایک نہر کے کنارے جا رہے تھے کہ حضرت شیخ نے مجھے نہر میں دھکیل دیا سردی کا موسم تھا میں نے صوف کے کپڑے پہنے ہوئے تھے پانی میں گرتے ہی میں نے جمعہ کے غسل کی نیت کر لی لیکن کپڑے بھیگنے سے بہت بوجھل ہو گئے اور میرے لیے نہر سے نکلنا بہت مشکل ہو گیا شیخ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر مجھے وہیں چھوڑ کر چلے گئے میں بڑی تکلیف سے باہر نکلا اور ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا سردی نے مجھے بہت تنگ کیا میں جب ان کے پاس پہنچا تو تمام دوست میرا مذاق اڑانے لگے اور حضرت شیخ حماد دباس نے فرمایا میں آپ کو تنگ کرنا نہیں چاہتا تھا یہ تو میں نے تمہیں آزمانے کے لیے ایسا کیا تھا آج میں نے حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں بڑی شاہانہ حالت میں دیکھا آپ نے بہت ہی بیش قیمت چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں چاندی کے دستانے اور پاؤں میں چاندی کے جوتے پہنے ہوئے تھے اور آپ کے سر پر تاج چمک رہا تھا لیکن آپ کا ایک ہاتھ کام نہیں کرتا تھا میں نے آپ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے آپ نے مجھے بتایا کہ اس ہاتھ سے تمہیں نہر میں دھکا دیا تھا یہ تمہیں رنجیدہ کرنے کیوجہ سے ہے آپ میری گستاخی کی معافی کے لیے دربار صمدی میں سفارش کریں میں کھڑا رہا اور حضرت حماد کی طرف سے ایذا رسانی کو دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ وہ انکے ہاتھ کو ٹھیک فرما دے میں نے نگاہ ڈال کر دیکھا پانچ ہزار اولیا اللہ حضرتِ حماد کی سفارش کے لیے اپنی قبروں میں کھڑے ہیں اور میری التجا پر آمین کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے میری التجا منظور فرما لی اور حضرت حماد کے ہاتھ

کو درست فرما دیا آپ نے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور آپ انتہائی خوش نظر آئے تھے
یہ واقعہ بغداد کے مشائخ میں مشہور ہوا تو بغداد شریف کے وہ صوفیا اور مشائخ جو حضرت حماد دباس
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اکٹھے ہوئے تاکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس واقعہ
کی تصدیق کر سکیں اور ساتھ ہی بغداد شریف کے درویشوں کا ایک جم غفیر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مدرسہ کی طرف آیا لیکن کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ براہِ راست آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
یہ سوال کر سکے یا اس موضوع پر ہمکلام ہی ہو سکے آخر انہوں نے یہ طے کیا کہ مشائخ بغداد میں سے
دو آدمی جو صاحب کشف و کرامت ہوں اس امر کی تصدیق پر مامور کر دیئے جائیں چنانچہ شیخ
ابی یعقوب یوسف بن ایوب الہمدانی اور شیخ ابی محمد عبد الرحمٰن بن شعیب الکردی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہما کو مقرر کیا گیا یہ دونو بزرگ صاحب کشف و کرامت تھے۔ لوگوں نے ان مشائخ کو آمادہ
کیا کہ وہ جمعہ تک بغداد شریف میں ہی رہیں اور صحیح حالات کا پتہ کر کے ہمیں اطلاع دیں دونو
حضرات مراقبہ میں بیٹھ گئے اچانک شیخ یوسف برہنہ پا دوڑتے ہوئے حضور غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے مدرسہ کے دروازہ کی طرف آئے اور زور سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی
شیخ حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مجھ پر ظاہر فرمایا ہے وہ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں مدرسہ میں آکر اعلان
کروں کہ جو کچھ لوگوں نے سنا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حقیقت حال بیان فرمائی ہے یہ بات ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ شیخ عبد الرحمٰن بھی دوڑے دوڑے
آئے اور وہ بات کہی جو ابھی ابھی شیخ یوسف بیان کر چکے تھے یہ سنتے ہی سارے مشائخ حضور
غوث اعظم کے پاس معذرت کے لیے دوڑے آئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عفو تقصیر
کے خواہاں ہوئے۔ اسی طرح تفریح الخاطر کے سولھویں مناقب میں شیخ عبد القادر اربلی
رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ روایت درج کرتے ہیں۔" انہ کان فی زمن الغوث رجل فاسق
مصر علی الذنوب ولکن تمکنت محبۃ الغوث فی قلبہ المحجوب، فلما توفی دفنوہ،
فجاءہ منکر ونکیر وسالاہ ما ربک ومن نبیک وما دینک؟ ما جابہما فی کل سؤال
لعبد القادر، فجاءھما الخطاب من الرب القدیر یا منکر ونکیر اِن کان ھذا العبد
من الفاسقین لکنہ من محبۃ محبوبی السید عبد القادر من الصادقین، فلذ

جلہ غفرت لہ و وسعت قبرہ بمحبتہ وحسن اعتقادہ فیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"
یعنی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ایک فاسق آدمی تھا جو بہت ہی گنہگار تھا۔ لیکن اس کے دل میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی محبت ضرور تھی جب وہ فوت ہوا تو دفن کیا جانے کے بعد اس کے پاس منکر اور نکیر آئے اور اس سے سوال کیا کہ تیرا رب، رسول اور دین تو اُس نے ہر سوال کے جواب میں غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام لے دیا تو منکر نکیر کی طرف ربِ کریم کا حکم آیا کہ اگرچہ یہ بندہ گنہگاروں میں سے ہے لیکن اُسے میرے محبوب سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ صادقوں میں سے ہیں کے ساتھ بہت محبت ہے تو اس وجہ سے یعنی انکی محبت کے طفیل میں نے اس کو بخش دیا اور اس کی محبت اور حُسنِ اعتقاد کیوجہ سے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا اور اسی سے ملتا جلتا واقعہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے مولوی فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے خود سُن کر اپنی کتاب افاضات الیومیہ جلد ۲ ص۲۷ مطبوعہ تھانہ بھون میں بھی درج کیا ہے البتہ اس مرنے والے آدمی کے متعلق لکھا ہے کہ وُہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دھوبی تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مناقب غوثیہ میں میاں عظمت اللہ بن قاضی عمادالدین علوی ابن میاں نظام محمد ابن میاں شاہ محمد ابن حضرت قدرۃ العلماء والعارفین حضرت وجیہہ الحق والدین علوی سے منقول ہے کہ برہان پور میں انکے گھر کے متصل ایک امیر ہندو کھتری رہتا تھا جو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑا عقیدت مند تھا چنانچہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس یعنی گیارھویں کے دِن بہت پیسہ خرچ کرتا اور طرح طرح کے کھانے پکاتا اور چراغاں کرتا اور اکابر علماء و فضلا کی دعوت کرتا اس کی وفات کے بعد اس کے قبیلہ والے اس کو ہندوؤں کے مرگھٹ میں جلانے کے لیے لے گئے لیکن جب آگ جلا کر اس کو چِتا پر رکھنے لگے تو اس کی لاش بابا نانک (گورو) کی طرح غائب تھی اور کہیں اس کا پتہ نہ ملا۔

اے برادر گر ہمی خواہی بعقبٰی سروری
باش در دنیا تو کلب آستانِ قادری
بالیقین یابد نجات گردد از اہلِ بہشت
ہر کہ او باشد مریدِ خاندانِ قادری،

تصنیفات غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

موجودہ زمانے میں جو کتب آپ کی تصنیفات سے ملتی ہیں انکے مطالعہ سے قلب و روح
کو جو لذت چاشنی اور ذوق و سرور ملتا ہے اس کی صحیح تصویر کشی کیسی تقریباً ہر قلم کی بساط سے
باہر ہے آپ کے کلمات پاک اور حسنِ بیان شوکتِ الفاظ اور بلاغتِ مضامین ہر صنف بے نظیر
ہے کلام پاک اس قدر موثر ہے کہ پڑھنے سننے والوں پر بے اختیار وجدان طاری ہو جاتا ہے آپ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تالیفات و تصانیف میں ایک کتاب غنیتہ الطالبین کو بھی شمار کیا جاتا
ہے جس کے متعلق ہم شروع کتاب میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس واسطے یہاں اس پر
کسی قسم کا تبصرہ وغیرہ نہیں کر رہے ہے کیونکہ اکثر علمائے اہل سنت اس کو حضور رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی تصنیف نہیں مانتے۔

فتوح الغیب

یہ اٹھتر عدد چھوٹے چھوٹے مقالات پر مشتمل تصوف اور معرفت میں بڑے پایہ کی کتاب
ہے ان مقالات کے جامع حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے شیخ
شرف الدین عیسیٰ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور انہی کی خاطر حضور نے یہ تصنیف فرمائی تھی فتوح الغیب
کا اندازِ بیان خطیبانہ ہے ان میں شریعت و طریقت کے مباحث ہیں جنکو آپ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے بڑے دلنشین اور موثر طریقے سے بیان فرمایا ہے کلام میں سیدھی سادھی تراکیب
ہیں بیان میں الجھاؤ بالکل نہیں البتہ عبارت مقفیٰ اور مسجع ہے لیکن آورد بالکل نہیں آمد
ہی آمد ہے بالکل دریا کے پانی کیطرح جو روانی اور زور و شور سے بہہ رہا ہو ہم یہاں پر
بطور نمونہ فتوح الغیب سے چند مقالے شریف التواریخ کے حوالے سے پیش کرتے ہیں
لیکن صرف اردو ترجمہ

مقالہ اوّل

فرمایا حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایماندار کے لیے تین چیز کا ہونا

ہر حال میں ضرور ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرے دوم یہ کہ جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے باز رہے سوم یہ کہ تقدیر سے راضی ہوئے پس اوّل درجہ یہ ہے کہ ایماندار ان تینوں چیزوں سے کسی وقت خالی نہ ہو پس مومن کو لائق ہے کہ ان تین چیز کا قصد اپنے دل میں لازم کرے اور ہمیشہ ان کے قصد میں رہے اور اپنے جی میں ان کے ساتھ بات چیت کرے یعنی اپنے دل میں انکا ہمیشہ خیال رکھے اور اپنے اعضا سے ہر حال میں انکو پکڑے رہے اور ان پر کاربند ہو۔

مقالہ دوم

فرمایا حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنت کی پیروی کرو اور بدعت نہ نکالو خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم مانو اور ان کے حکم سے باہر نہ نکلو، اللہ تعالیٰ کو یکتا جانو اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور خدا تعالیٰ کو ہر عیب اور نقص سے پاک جانو اور اس پر کوئی تہمت نہ رکھو جو اُس کی درگاہِ بے پرواہ کے لائق نہیں اور دین اسلام کو سچ مانو اور اس میں شک نہ کرو اور مصیبتوں میں صبر کرو بے صبری نہ کرو اور اپنی جگہ میں ثابت قدم رہو بھاگو نہیں اور اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو اور مانگنے سے غمناک نہ ہو واسطے نہ حاصل ہونے مقصد کے اور انتظار کرو اور امید رکھو اور ناامید نہ ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے بھائی بنو اور آپس میں دشمنی نہ رکھو اور بندگی پر اکٹھے ہو جاؤ جدا جدا نہ رہو اور آپس میں محبّت رکھو یعنی خدا تعالیٰ کے واسطے اور ایک دوسرے کو نفسانیت کے لیے دشمن نہ جانو اور گناہوں سے پاک رہو اور ان سے میلے اور آلودہ نہ ہو جاؤ اور اپنے رب کی بندگی کے ساتھ زینت اور آراستگی حاصل کرو اور اپنے مالک کے دروازے سے جُدا نہ ہو جاؤ اور اس کیطرف توجہ کرنے سے منہ نہ پھیرو اور توبہ کرنے میں دیر نہ کرو اور رات کے لحظوں اور انکی طرفوں میں اپنے پیدا کرنے والے کے آگے عذر کرنے سے سستی نہ کرو شائد تم پر رحم ہو اور تم نیک بخت ہو جاؤ اور دوزخ کی آگ سے دور کیے جاؤ اور بہشت کے اندر تم کو نعمت اور خوشی ملے اور اللہ تعالیٰ کی

طرف ۔ بلائے جاؤ اور جنت میں نعمتوں اور کنواری بیبیوں کی صحبت کیساتھ مشغول رہو اور ہمیشہ اسی حال پر رہو اور عمدہ گھوڑوں پر سوار کیے جاؤ اور ساتھ نہایت خوبصورت حوروں اور طرح طرح کی خوشبوؤں اور گانے والی لونڈیوں کی آواز کے سمیت اِن نعمتوں کے کہ مذکور کی گئیں خوشحال کیے جاؤ اور ہمراہ پیغمبروں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوں کے بلند مرتبے پر اٹھائیے جاؤ۔

مقالہ چہارم

(سینتالیسواں)

فرمایا حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایک بوڑھے شخص نے خواب میں سوال کیا اور پوچھا وہ کیا چیز ہے جس کے سبب بندہ اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہو جائے میں نے جواب دیا کہ اس کے واسطے ابتداء اور انتہا ہے پس اس کی ابتدا ورع اور تقویٰ و پرہیز گاری ہے اور اسکی انتہا رضا تسلیم اور توکل ہے۔

مقالہ سوم

(اڑتیسواں)

فرمایا عالیجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس نے اپنے مولا کریم کا کام صدق واخلاص سے کیا وہ اس کے غیر سے صبح وشام ہر وقت بیزار رہا کرتا ہے اے قوم اس چیز کا دعویٰ نہ کرو جو تمہیں حاصل نہیں ہے خداوند قدوس کو ایک جانو اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور قضا وقدر کے تیروں کا نشانہ بن جاؤ جو محض خراش کیلئے تم پر آتے ہیں نہ کہ تمہیں قتل کرنے کیلئے ۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کی محبت میں ہلاک ہوتا ہے اس کا اجر اور عوض پس اللہ تعالیٰ کی شانِ رحم وکرم پر واجب ہو جاتا ہے۔

یہ چار مختصر سے مقالے فتوح الغیب کے مختلف مقامات سے بطور نمونہ درج کر دیے گئے ہیں ورنہ کتاب ساری کی ساری تصوف اور معرفت پر بلند پایہ پند ونصائح سے عبارت ہے اس کتاب کی فارسی شرح بنام مفتاح الفتوح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت عمدہ لکھی ہے اور اس کے متعدد اردو ترجمے چھپ چکے ہیں

ان میں ایک ترجمہ مولوی حکیم سکندر شاہ قاری ابوالعلائی جہانگیری کانپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بنام کلام الطیب لکھا ہے جو بہت اچھا ہے اور اس کے انگریزی زبان میں بھی ترجمے ہو چکے ہیں جس سے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک والے مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں ایک ترجمہ پیر عالم شاہ ولد پیر غلام محمد قریشی ہکاری نے بزبان پنجابی منظوم کیا ہے۔

الفتح الربانی

یہ کتاب حضور شہنشاہِ بغداد غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مواعظ وارشادات کا مجموعہ ہے طرز بیان فتوح الغیب کیطرح نہایت پسندیدہ اور دلاویز ہے اسمیں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باسٹھ مجالس کے وعظ درج ہیں جنکو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ عفیف الدین ابن المبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع کیا ہے حضرت شمس بریلوی مترجم غنیۃ الطالبین کہتے ہیں الفتح الربانی کا تمام تر انداز خطیبانہ ہے ایک والہانہ جوش ہے جو ہر نقطہ میں موجزن ہے چھوٹے چھوٹے جملے وسیع معانی اور مفہوم لیے ہوئے ہیں استعارہ اور تشبیہ سے خالی جو کچھ کہتے ہیں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں ایجاز وابہام کو ان میں جگہ نہیں دیتے بیان میں ایک عجیب وغریب دبدبہ اور طنطنہ ہے شوکتِ الفاظ اور زورِ بیان بتاتا ہے کہ ان کا قائل ایک ایسی ہستی ہے جو زمانہ پرستی سے بے نیاز ہو کر صداقت کے راستہ پر گامزن ہے اس کتاب کی تمام باسٹھ مجالس رشد وہدایت کا مجموعہ ہیں آپ نے وقت کی دکھتی رگ پر دستِ مبارک رکھا تھا اور دلوں کے چور آپ نے ظاہر فرمائے تھے اس لیے آپ جو کچھ فرماتے تھے وہ دلنشین ہوتا تھا آپ کا طرز بیان اس قدر مؤثر اور پر ہیبت ہوتا تھا کہ دل لرز اٹھتے تھے جسموں پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا اور ان پر درِ توبہ کھل جاتا تھا افسوس ہے کہ یہاں اس قدر گنجائش نہیں کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انشا اور زبان کی باریکیوں اور انکی خصوصیات کو کما حقہ بیان کیا جاسکے اور میرے قلم میں یہ قدرت کہاں کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کے کمالات کو احاطہ تحریر میں لاسکے آپ عالی جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ بھی فرماتے تھے دلی جذبہ اور تائید الٰہی سے فرماتے تھے اس واسطے سے آپ کا کلام مؤثر اور دلنشین

ہوتا تھا۔

فتح الربانی کے تراجم کئی زبانوں میں موجود ہیں کہ اُردو، فارسی اور انگریزی میں ترجمے ہو چکے ہیں ایک ترجمے انگریزی میں محترم المقام ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب ایم۔ اے، ایل ایل بی ممبر انسپکشن ٹیم لاہور ہائیکورٹ کر رہے ہیں جسکو راقم زار نوشاہی کے فرزند اصغر عزیز القدر ظہور محمد نوشاہی متعلم سال دوم کنگ ایڈورڈ کالج لاہور قلم بند کر رہے ہیں اس کی ساٹھ مجلس بفضلہٖ مکمل ہو چکی ہیں اب صرف دو مجالس باقی ہیں جس کے بعد ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ طبع ہو کر منظر پر آجائے گا جو کہ مغربی ممالک اور خاص کر امریکی مسلمانوں کے لیے بہت مفید ثابت ہو گا کیونکہ دراصل یہ ترجمہ میرے بیٹے عزیز القدر مولوی مفتی نور محمد نوشاہی ساکن نیویارک امریکہ میں نو مسلموں کے لیے کرا رہے ہیں اُردو تراجم میں ایک بہت اچھا ترجمہ بنام فیوضِ یزدانی الحاج مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے کیا ہے جس میں ترجمہ کے ساتھ اصل متن بھی موجود ہے جس سے حضورؒ کے اصل کلام کی چاشنی اور جلالت کا پتہ چلتا ہے اس ترجمہ کے کچھ مجالس کے مختلف مقامات سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

چوتھی مجلس

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس کے لیے خیر کا کوئی دروازہ کھولا جائے تو اُسے چاہیے کہ اُس کو غنیمت سمجھے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کب بند کر دیا جائے گا صاحبو! خوش ہو اور غنیمت سمجھو زندگی کے دروازے کو جب تک کہ وہ کھلا ہوا ہے وہ عنقریب بند کر دیا جائے گا غنیمت سمجھو نیک کاریوں کو جب تک کہ تم انکو کرنے پر قادر ہو غنیمت سمجھو توبہ کے دروازہ کو اور اسمیں داخل ہو جاؤ جب تک کہ وہ تمہارے لیے کھلا ہوا ہے غنیمت سمجھو اپنے دیندار بھائیوں کی روک ٹوک کے دروازے کو کہ وہ تمہارے لیے کھلا ہے۔ (ورنہ پھر کوئی بھی تمہیں بداعمالیوں سے روکنے والا یا نصیحت کرنے والا نہیں) لوگو! بنالو جو کچھ توڑ چکے ہو دھو لو جس کو نجس کر چکے ہو، سنوار لو جس کو بگاڑ چکے ہو اور لوٹا دو جو کچھ لے چکے ہو اپنے فرار اور بھاگنے سے تائب ہو کر لوٹ آؤ اپنے خالق عزوجل کی طرف

اے صاحبزادے! یہاں کوئی نہیں بجز خالق عزوجل کے پس اگر تو خالق کیساتھ ہے تو تو اس کا بندہ ہے اور اگر تو مخلوق کے ساتھ ہے تب تو اس کا بندہ ہے تجھے واعظ بننا زیبا نہیں جب تک کہ اپنے قلب کی حیثیت سے بیابان اور جنگل و میدان قطع نہ کرے اور اپنے باطن کے اعتبار سے سب کو چھوڑ نہ دے کیا تو نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کا طالب سب سے مفارقت اختیار کرتا ہے یہ بات یقینی ہے کہ مخلوقات میں سے ہر چیز بندہ اور اس کے خدا کے درمیان پردہ ہے پس وہ جس شے پر بھی ٹھہرے گا وہ حجاب بن کر اس کو چھپائیگی صاحبزادہ! کاہل مت بن کیونکہ کاہل ہمیشہ محروم رہتا ہے اور پشیمانی کی رسی اسکی گردن میں ہوتی ہے اپنے اعمال کو عمدہ بنا کہ حق تعالیٰ تجھ پر دنیا و آخرت کی سخاوت فرمائیگا۔

چھٹی مجلس (۶)

اہل اللہ کے قلوب صاف ہوتے ہیں پاک ہوتے ہیں بھول جانے والے مخلوق کو، یاد رکھنے والے اللہ تعالیٰ کو، بھول جانے والے دنیا کو، یاد رکھنے والے آخرت کو، بھول جانے والے اس ناپائیدار کو جو تمہارے پاس ہے، یاد رکھنے والے اس پائیدار کو جو اللہ تعالےٰ کے پاس ہے، تم ناواقف ہو ان سے اور ان کیفیات سے جن میں وہ مشغول ہیں تم مشغول ہو اپنی دنیا میں آخرت کو چھوڑ کر چھوٹے ہوئے ہو اپنے رب عزوجل سے حیا کرنے کو بے شرم بنے ہوئے ہو اس کے بارہ میں۔ اپنے صاحب ایمان بھائی کی نصیحت قبول کر اور اسکی مخالفت نہ کر کہ وہ تیری وہ حالت دیکھتا ہے جو تو اپنی خود نہیں دیکھ سکتا اور اسی لیے فرمایا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ مومن آئینہ ہے مومن کے لیے (کہ اسکی واقعی حالت جانچ لیتا ہے) مومن ہمیشہ اپنے مومن بھائی کا سچا خیر خواہ ہوتا ہے اس سے بیان کر دیتا ہے جو کچھ اس پر پوشیدہ رہتا ہے اس کے لیے نیکو کاریوں کو بدکاریوں سے جدا کر دیتا اور اس کو پہچان کرا دیتا ہے نافع مضر کی۔ پاک ذات ہے جس نے میرے قلب میں مخلوق کی خیر خواہی کا مضمون ڈالا اور اس کو میرا مقصود اعظم بنا دیا۔ میں خیر خواہ ہوں اور اس پر معاوضہ نہیں چاہتا میری آخرت مجھ کو مل چکی ہے میرے

رب تعالیٰ کے پاس۔ میں دنیا کا طالب نہیں ہوں۔ میں نہ بندہ ہوں دنیا کا نہ بندہ ہوں آخرت کا اور نہ ماسوی اللہ کا میں بندہ ہوں صرف خالق کا جو یکتا و یگانہ اور قدیم ہے تمہاری فلاح میں میری خوشی ہے اور تمہاری ہلاکت میں میرا غم۔ جب میں سچے مرید کا منہ دیکھتا ہوں جس نے میرے ہاتھوں پر فلاح حاصل کی تو سیر ہو جاتا ہوں سیراب ہو جاتا ہوں خوش لباس ہو جاتا ہوں اور مسرور ہو جاتا ہوں۔

اٹھارویں مجلس

صاحبو میرا کہنا مانو! میں تمہارا خیر خواہ ہوں میں جس حالت میں ہوں یکسو ہوں اپنے وجود سے اور تم سے میں اس سے الگ ہوں کہ سیر کرتا رہتا ہوں افعالِ خداوندی کی جو میرے اور تمہارے اندر وقوع میں آتے ہیں۔ مجھ کو متہم مت کرو کیونکہ تمہارے لئے وہی چاہتا ہوں جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے۔" یہ ارشاد ہے ہمارے سردار کا ہمارے افسر کا، ہمارے حاکم کا، ہمارے سپہ سالار کا، ہمارے سفیر کا، ہمارے شفیع کا اور اُس پیارے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا جو زمانہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سارے پیغمبروں اور نبیوں کے سردار ہیں کہ نفی فرمادی کمالِ ایمان کی اس شخص سے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس چیز کو محبوب نہ سمجھے جس کو اپنے لئے محبوب سمجھ رہا ہے۔ پس جب تو نے اپنے نفس کے لئے مزیدار کھانے نفیس کپڑے، اچھے مکان، حسین صورتیں اور ہر قسم کے بکثرت اموال کو اپنے لیے محبوب سمجھا اور اپنے بھائی مسلمان کے لئے برخلاف پسند کیا تو اپنے کمال ایمان کے دعوے میں تو جھوٹا ہے اے کم عقل! تیرا پڑوسی فقیر ہے اور تیرے متعلقین حاجتمند ہیں اور تیرے پاس اتنا مال موجود ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور تجھے تجارت میں ہر روز نفع ہوتا ہے جو دن بدن رو بہ ترقی ہے اور تیرے پاس تیری ضرورت سے زائد موجود ہے اُس پر

بھی ان کو نہ دینا در حقیقت ان کے فقر پر جس میں وہ مبتلا ہیں رضا مند ہوتا ہے اور یہ ہی دعوئ کمالِ ایمان کے کِذب کی نشانی ہے۔

سینتالیسویں مجلس

صاحبزادہ! توجہ کر اور حق تعالےٰ کی خوشنودی تک پہنچ جا۔ کیونکہ جب وہ تجھ سے خوش ہو جائے گا تو تجھ کو محبوب بنالے گا رزق کا غم اپنے قلب سے الگ کر کہ رزق حق تعالےٰ کی طرف سے تیزی مشقت وصعوبت کے بغیر تجھ کو پہنچے گا۔ سارے غموں کو اپنے دل سے نکال دے اور سب غموں کو ایک ہی غم بنالے یعنی حق تعالےٰ، پس جب تو ایسا کرے گا تو وہ تیرے سارے غموں کا کفیل ہو جائے گا۔ غم اس کو کہتے ہیں جو تجھ کو بے چین بنائے پس خدا تعالےٰ کی طلب میں بے چین رہنا ضرور ہے کہ کام چلے اور ساری بے چینیاں بھی دور ہوں۔ اگر تیرا غم دنیا ہے تو تو دُنیا کے ساتھ ہے اور اگر تیرا غم آخرت ہے تو تو آخرت کے ساتھ ہے اور اگر تیرا غم مخلوق ہے تو تو مخلوق کے ساتھ ہے اور اگر تیرا غم حق تعالےٰ شانہٗ ہے تو تو دُنیا و آخرت دونوں میں نہیں تو خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے۔

مکتوبات

یہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے پندرہ مکتوبات کا مجموعہ ہے جو فارسی زبان میں تصوف وعرفان کا مخزن ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ عربی فارسی ہر دو زبانوں میں کلام فرماتے تھے۔ اس واسطے آپ کو ذوالبیانین اور ذوالسانین کہا جاتا تھا۔ آپ کے مکتوبات فارسی زبان میں بہت مشہور اور حسنِ کلام کا بہترین نمونہ ہیں جگہ جگہ قرآنِ کریم کی آیاتِ پاک سے استشہاد کیا گیا ہے ایک مکتوب شریف درج کیا جاتا ہے۔

مکتوب

اے عزیز قلبے سلیم باید کہ تا بر رموزِ فاعتبروا یا اولی الابصار اطلاع یابد، وعقلے کامل باید تا بر حقائقِ اسرار سنریھم آیتنا فی الآفاق وفی

رِ انفسھم را ادراک کند، و بیقینے صادق تا شواہدِ معرفت و ان من شیئ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون تسبیھم رابعینِ قلب مشاہدہ بینند، و بدواعی وصول واذ سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان مستقبل شود و از زواجر بینۂ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون از خواب غفلت ویلھھم الامل فسوف یعلمون بیدار گردد، وبعروۃ الوثقےٰ وما لکم من دون اللہ من ولیّ و لا نصیر چنگ در زند، و بر سفینۂ ففروا الی اللہ سوار گردد، و در دریائے معرفت و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون مردانہ وار بغواصی فرو آید د اگر گوہر مقصود بچنگ افتد فقد فاز فوزاً عظیماً واگر جان در طلب رود فقد وقع اجرہٗ علی اللہ۔

ترجمہ:- اے عزیز قلبِ سلیم چاہیے تاکہ فاعتبروا یا اولی الابصار (اے آنکھوں والو پس عبرت پکڑو) کے رموز پر اطلاع پائے اور عقل کامل چاہیے تاکہ (شتاب دکھائیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی اور ان کی اپنی جانوں میں بھی) کے اسرار کی باریکیوں کو سمجھ سکے اور یقین سچا چاہیے تاکہ (اور نہیں کوئی چیز لیکن تسبیح بیان کرتی ہے اس کی تعریف کے ساتھ مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے) کی معرفت کے شواہد کو دل کی آنکھ سے دیکھ سکے اور وصول الی اللہ والی دعاؤں کے ساتھ (اور جب سوال کرتا ہے تجھ سے میرا بندہ میرے متعلق۔ پس میں قریب ہوں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب پکارتا ہے) سامنے ہو جائے اور ظاہر تنبیہات (کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تمہیں رائیگاں پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں پھیرے جاؤ گے) کی وجہ سے خواب غفلت (اور ان کی خواہشات نے انہیں تباہ کر دیا پس جلد جان لیں گے) سے بیدار ہو جائے اور مضبوط کڑے کو (اور نہیں واسطے تمہارے سوائے اللہ تعالےٰ کے نہ کوئی دوست اور نہ مددگار) پکڑ لے اور (اللہ تعالےٰ کی طرف بھاگو) کے سفینہ پر سوار ہو جائے اور معرفت کے دریا (اور نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر عبادت کرنے کے لئے) میں مردانہ وار غوطہ لگائے اور اگر مقصود کا موتی ہاتھ لگ

جائے تو واپس پہنچا پڑا (پہنچنا) اور اگر طلب میں جان چلی جائے تو واپس باقی رہا اجر اس کا اللہ تعالے پر)

سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار

یہ تصوف کی بے مثل کتاب ہے اس کتاب کی بنا جناب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالے عنہ، نے کلمہ طیبہ" لَا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر رکھی انہیں الفاظ پر کتاب کی فصول کو ترتیب دے کر ان منازل اور مقامات کی راہنمائی فرمائی ہے۔ جن سے سالک کو گذرنا پڑتا ہے۔ شریعت طریقت حقیقت معرفت اور علمار وارث الانبیار کی تشریح اور صوفیا کے گروہ اور اُمت مسلم کے لحاظ سے گروہ قرآن وحدیث سے ثابت کیے ہیں جیسا اولیار اللہ میں مقامِ غوث الثقلین رضی اللہ تعالے عنہ، منفرد اور بے نظیر ہے ویسا ہی مقام حضورِ عالی جاہ رضی اللہ تعالے عنہ، کی کلامِ بلاغت نظام کا ہے اور "کلام الملوک ملوک الکلام" آپ کا کلام کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب سال ہا سال سے بغداد شریف میں حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کی اولادِ امجاد کے پاس قلمی نسخہ کی صورت میں چلی آرہی تھی یہاں تک کہ یہ کتاب حضرت حاجی حافظ برکت علی صاحب قادری لاہوری نے بغداد شریف جاکر تحفتہ حاصل کی اور اس عربی تحفہ کو اُردو میں ترجمہ کر کے استفادہ عوام کے لئے ایک احسانِ عظیم کر دیا۔ کلمہ طیب کے حروف کے حساب کتاب ہذا کو چوبیس فصول میں تقسیم کیا گیا ہے اس کی ایک فصل نمبر ۲۱ جو اورادِ خلوت کے بیان میں ہے اس سے ہم نے تھوڑا سا اقتباس قبل ازیں کتاب کے اوائل کے صفحات پر صلوٰۃ التسبیح کے طریقہ کے ذکر میں پیش کیا تھا۔ اب یہاں ہم دوسری فصل جو انسان کو اسفل ترین نیچے سے اونچی حالت کی طرف پھیر دینے کے بیان میں ہے پوری کی پوری بمع عربی متن اور اردو ترجمہ برائے افادہ قارئین درج کیے دیتے ہیں تاکہ عالی جناب غوثیت مآب رضی اللہ تعالے عنہ، کی شوکتِ کلام کی چاشنی قلب و روح کی راحت کا سامان بنے۔

الفصل الثانی فی بیانِ ردِّ الانسانِ الی اسفلِ السافلین

لمّا خلق اللہ الرّوح القدسیّ فی احسنِ التقویم فی عالمِ اللاھوت فاراد ان یردّہ الی الاسفلِ لزیادۃِ الانسیّۃِ والقربۃ فی مقعدِ صدقٍ عند ملیکٍ مقتدرٍ وھی مقامُ الاولیاء والانبیاء فردّہ اوّلاً الی عالمِ الجبروتِ و معہ بذرُ التوحیدِ فاودع من نورانیتہٖ فی ذٰلک العالمِ والبس منہ کسوۃً وکذا الی عالمِ الملکِ فخلق لہ کسوۃً عنصریّۃً لئلّا یحترق بہ عالم الملکِ یعنی ھذا الجسدَ الکثیفَ فیسمّی باعتبارِ الکسوۃِ الجبروتیّۃِ روحاً سلطانیّاً وباعتبارِ الملکوتیّۃِ روحاً سیرانیاً وروانیاً وباعتبارِ الملکیّۃِ روحاً جسمانیاً فلمّا کان المقصودُ من مجیئہٖ الی الاسفلِ بکسبِ زیادۃِ القربۃِ والدّرجۃِ بواسطۃِ القلبِ والقالبِ فیذرعُ بذرَ التوحیدِ فی ارضِ القلبِ لتنبت فیھا شجرۃُ التوحیدِ اصلھا ثابتٌ فی ھواءِ السّرورِ تثمرُ علیھا ثمراتُ التوحیدِ لرضاءِ اللہ تعالیٰ۔

وزرعَ بذرَ الشّریعۃِ فی ارضِ القلبِ لینبتَ فیھا شجرۃُ الشّریعۃِ وتثمرُ علیھا ثمراتُ الدّرجاتِ امرَ اللہُ تعالیٰ الارواحَ کلّھا بدخولِ الجسدِ فقسّم لکلّ واحدٍ منھا موضعٌ فیہِ فموضعُ الرّوحِ الجسمانیّ منہُ فی الجسدِ بین اللحمِ والدّمِ وموضعُ الرّوحِ القدسیّ السّرُّ فلکلّ واحدٍ منھما حانوتٌ فی بلدِ الوجودِ وامتعۃٌ و ارباحٌ وتجارۃٌ لن تبور کما قال اللہ تعالیٰ سرّاً وعلانیۃً یرجون تجارۃً لن تبورَ فینبغی لکلّ انسانٍ ان یعرف معاملتہٗ فی وجودہٖ لانّہٗ ما یحصلُ ھنا یعلّقُ فی عنقہٖ (کما قال اللہ تعالیٰ) افلا یعلمُ اذا بعثر ما فی القبورِ وحصّل ما فی الصّدورِ وکما قال اللہ تعالیٰ) وکلّ انسانٍ الزمناہُ طائرہٗ فی عنقہٖ ؂

دوسری فصل

(انسان کو اسفل ترین نیچے سے نیچی حالت کی طرف پھیر دینے کے بیان میں)

جب اللہ تعالیٰ نے روحِ قدسی (روحِ الٰہی) کو اچھی صورت پر عالمِ لاہوت میں پیدا کیا تو اُسکو سب سے نیچی حالت کی طرف لوٹانے کا ارادہ فرمایا تاکہ غلبۂ شوق و محبت لقاء باری کے باعث اس کو راستی کے مقام میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور زیادہ قرب حاصل ہو اور یہ مقام اولیاء اور انبیاء علیہم السّلام کا ہے۔

پہلے اس کو بذر (یعنی بیج) توحید کے ساتھ عالمِ جبروت کی طرف لوٹایا پس عالم نورانیت سے اس عالم میں ودیعت (یعنی بطور امانت) رکھا اور اس کو اس عالم کا لباس پہنایا۔ اسی طرح عالمِ ملک کی طرف بھیجا تو اس کے لئے لباس عنصری پیدا فرمایا (عنصر: آگ، ہوا، پانی، مٹی) تاکہ اس سے عالمِ ملک یعنی یہ جسم کثیف جل نہ جائے۔ لباس جبروتی کے لحاظ سے اس کا نام 'روحِ سلطانی' باعتبار عالم ملکوتی روح سیرانی وروانی اور بلحاظ لباس ملکی روح جسمانی رکھا۔ چونکہ مقامِ اسفل کی طرف آنے کا مقصد یہ تھا کہ انسان دل اور جسم کے ذریعہ زیادہ قرب اور مرتبہ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے توحید کا بیج دل کی زمین میں کاشت کرے کہ اس میں توحید کا درخت اُگے جس کی جڑ فضائے سر دریں قائم و محکم ہو اور وہ توحید کے پھلوں سے بار آور ہو۔ نیز شریعت کا بیج دل کی زمین میں بوئے کہ اس میں شریعت کا درخت پیدا ہو کر درجات کے پھل لائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا۔

اور اس میں ہر ایک کیلئے ایک مقام مخصوص کیا گیا چنانچہ روحِ جسمانی کا مقام خون اور گوشت کے درمیان ہے اور روحِ قدسی کا مقام سِر ہے (سِر صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایک مقام ہے جو حاملِ روحِ الٰہی ہے جس طرح خون اور گوشت حاملِ روحِ جسمانی) ان دونوں میں سے ہر ایک کی اس وجود کی بستی میں ایک دکان ہے سامانِ تجارت ہے منافع ہے اور ایسی خرید و فروخت ہے جو کبھی فنا نہیں ہو گی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (جو ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان نہیں) ہر انسان کو اپنی ہستی کے اندرونی معاملات کو جاننا اور پہچاننا لازمی ہے کیونکہ یہاں جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ اس کے گلے سے لگا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "کیا انسان نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور کھول دی جائے گی (وہ حقیقت) جو سینوں میں ہے۔"

نیز ارشاد باری ہے۔ "اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی ہے۔"

قصیدہ غوثیہ

یہ قصیدہ حضرت غوث الثقلین غیث الکونین سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واردات قلبی کا آئینہ دار اور آپ کے علو مرتبت اور منصب جلیل کا آئینہ دار ہے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام معجز نظام میں سے یہ ایک ایسا مقبول و منظور کلام پاک ہے کہ اس کے یمن و برکت سے دینی دنیاوی مشکلات حل ہوتی ہیں اور عاشقان غوث الاعظم اس کو باقاعدہ باجازت بطور وظیفہ پڑھتے ہیں اور مشرق و مغرب شمال و جنوب غرض ہر مقام پر ارادت مند اسکے ورد سے مقامات اعلےٰ کو پہنچے ہیں، راقم الحروف محمد لطیف زار نوشاہی کو اس قصیدہ پاک کی اجازت حضرت حاجی پیر فیض کریم مرحوم درگانوالی ضلع سیالکوٹ سے حاصل ہے اور انہیں میرے دادا مرشد حضرت قبلہ باباجی محمد اعظم نوشاہی میروالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل تھی اور انہیں اپنے پیر سید فقیر اللہ شاہ بادشاہ قادری نوشاہی، بدوہلی ضلع سیالکوٹ والوں سے اور وہ اپنے سلسلہ پیران عظام کے ذریعہ سلسلہ وار حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ سید ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجاز تھے۔ اس قصیدہ شریف کی اردو فارسی عربی انگریزی پنجابی غرض مختلف زبانوں میں کئی شرحیں موجود ہیں۔ اردو میں کئی شرحیں نظم میں اور کئی نثر میں دستیاب ہیں نثر میں سب سے اچھی شرحوں میں ایک العصیدۃ الیوسفیہ لقارئی القصیدۃ الغوثیہ میرے استاد محترم حضرت مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اسکے متعلق حکیم اہلسنت محترم محمد موسیٰ امرتسری زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں "یہ شرح بھی اپنی نوعیت کی بے مثال شرح ہے۔ اس میں خاص خوبی یہ ہے کہ حضرت غوث پاک کے جن جن فقرات کو معترضین نے صرف دعاوی قرار دیا ہے فاضل مصنف نے ان فقرات کو احادیث سے لفظاً و معنیً اور آثار صحابہ و سلف صالحین سے نقلاً صحیحاً مطابق کر دکھایا ہے۔ قول بہ قول، عمل بہ عمل" اور دوسری نادر شرح (الجواہر المضیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ) مولانا ابو البرکات عبد المالک کھوڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جس کے متعلق حضرت استاذی المکرم مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "موجودہ زمانہ میں قصیدہ شریفہ کی ایک شرح جناب مولوی فاضل ابو البرکات عبد المالک صاحب مشیر مال ریاست بہاولپور نے لکھی ہے جو بس غنیمت ہے۔ تحقیق الفاظ و معانی کی خوب داد دی ہے۔ فاضل علامہ نے نہایت خلوص و اعتقاد محبت و وداد سے قلم اٹھا کر علمی شجاعت اور عملی حمایت کا وہ اثر دکھایا ہے جو اس کلام اور متکلم کے شایان شان ہے"۔ ہم انشاءاللہ العزیز اگلے صفحات میں ان ہر دو شرحوں سے ایک ایک شعر کی شرح بطور خاص پیش کریں گے لیکن یہاں پر ہم سب سے پہلے قصیدہ شریف کے مکمل (۲۹) اشعار کو جو متفق علیہ ہیں بطور تبرک درج کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہر شعر کے نیچے اردو منظوم ترجمہ جو کہ حضرت شمس بریلوی صاحب مترجم غنیۃ الطالبین نے کیا ہے اور فی الحقیقت بہت خوب اور موزوں کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے درج کئے دیتے ہیں صاحبان ذوق بفضلہٖ ضرور استفادہ کریں گے ٭

قصیدۂ غوثیہ مع ترجمہ منظوم

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ ۔ فَقُلْتُ لِخَمْرَتِی نَحْوِی تَعَالِ

ساغر بھرے ہیں عشق نے بزمِ وصال کے ۔ لا جس قدر بھی خم ہیں شراب جمال کے

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِی فِی کُؤُوسٍ ۔ فَهِمْتُ بِسُکْرَتِی بَیْنَ الْمَوَالِی

ساغر بھرے ہوئے میری جانب رواں ہوئے ۔ میں ہوں میانِ حلقۂ یارانِ حال کے

فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوا ۔ بِحَالِی وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِی

آواز دے رہا ہوں کہ اقطابِ دہر آؤ ۔ خواہاں ہو تم اگر ابھی اصلاحِ حال کے

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِی ۔ فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِی مَلَالِی

ہمت کرو، بڑھو، چلے آؤ، اٹھاؤ جام ۔ یہ خم پہ خم بھرے ہیں شرابِ وصال کے

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِی مِنْ بَعْدِ سُکْرِی ۔ وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّی وَاتِّصَالِی

میری بچی شراب تو پی تم نے دوستو! ۔ لیکن ابھی تو دُور ہیں زینے وصال کے

مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَّلٰکِنْ ۔ مَقَامِی فَوْقَکُمْ مَا زَالَ عَالِی

تم سب کا بھی بلند اگرچہ مقام ہے ۔ شایاں نہیں ہو تم مری شانِ کمال کے

اَنَا فِی حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِی ۔ یُصَرِّفُنِی وَحَسْبِی ذُوالْجَلَالِ

میں تو غریقِ جلوۂ حسنِ قدیم ہوں ۔ کافی کرم ہیں مجھ کو مرے ذوالجلال کے

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْهَبُ کُلِّ شَیْخٍ ۔ وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیَ مِثَالِی

ہوں جرہ باز سارے شیوخانِ دہر کا ۔ کس کو ملے ہیں اوج یہ فضل و کمال کے

کَسَانِی خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ ۔ وَتَوَّجَنِی بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

پہنے ہوئے ہوں عزم و عزیمت کی خلعتیں ۔ کتنے ہی تاج ہیں میرے سر پر کمال کے

وَاَطْلَعَنِی عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ ۔ وَقَلَّدَنِی وَاَعْطَانِی سُؤَالِی

رازِ قدیم سے مجھے آگاہ کر دیا ۔ مجھ پر عطائیں کی ہیں عوض ہر سوال کے

وَوَلَّانِی عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا ۔ فَحُکْمِی نَافِذٌ فِی کُلِّ حَالِ

والی بنایا ہے مجھے اقطابِ دہر کا ۔ نافذ ہے میرا حکم اب ہر اک کے حال کے

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فِی بِحَارٍ ۔ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

پانی سمندروں میں نہ باقی رہے کہیں ۔ میں ان پہ کھول دوں جو رموز اپنے حال کے

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فِی جِبَالٍ ۔ لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ

ہو جائے ان پہ فاش میرا رازِ عشق گر ۔ ہو جائیں ریزہ ریزہ یہ تودے جبال کے

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّی فَوْقَ نَارٍ ۔ لَخَمِدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالِ

میں گر کروں بیان محبت کی داستاں ۔ ہو جائے آگ سرد بغیر اشتعال کے

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ — لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلیٰ تَعَالِ
مُردہ اگر سُنے جو کبھی میرے راز کو — جی اٹھے یہ کرم ہوں مرے ذوالجلال کے

وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ — تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِ
مستقبل جہان کے منظر ہیں سامنے — پردے تمام اٹھ گئے ماضی و حال کے

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا یَاْتِیْ وَیَجْرِیْ — وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِ
آگاہ کرتے ہیں یہ زمانے مجھے مدام — یارو عبث ہیں قصد یہ بحث و جدال کے

مُرِیْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ — وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْاِسْمُ عَالِ
ہے تشنگی ہیں لطف کہ عین غنا ہے وہ — میرے مرید نام لے بس ذوالجلال کے

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ — عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ
جاسوس ہیں شاہ سے. بھلا ڈرتا ہے کیوں مرید — جوہر نہاں ہیں مجھ میں جدال و قتال کے

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ — عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ
اللہ ربی، خوف نہ کر اے میرے مرید — ہے منزل مراد قریں میرے حال کے

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ — وَشَاؤُسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَا لِیْ
میرے جلو میں خیر و کرم کے نقیب ہیں — چرچے ہیں آسماں سے زمیں تک کمال کے

بِلَادُ اللّٰهِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ — وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَا لِیْ
اللہ کے شہر و ملک ہیں سب میری ملکیت — محکوم ہیں یہ سب مرے ماضی و حال کے

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا — کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ
سب ملک میرے سامنے یوں ہیں کہ خاک پر — پھینکے ہوں جیسے رائی کے دانے اچھال کے

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا — وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِ
سردار قوم و قطب کا درجہ مجھے دیا — مولائے کل کے لطف جو شامل تھے حال کے

رِجَالِیْ فِیْ هَوَاجِرِهِمْ صِیَامٌ — وَفِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ کَاللَّآلِ
تپتے دنوں میں صوم سے رہ کر میرے مرید — رخشاں ہیں تیرگی میں بہ موتی کمال کے

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّهٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ — عَلٰی قَدَمِ النَّبِیْ بَدْرِ الْکَمَالِ
رکھتے ہیں اولیائے تقلید نقش پا — رہبر مرے ہیں چاند جہانِ کمال کے

اَنَا الْجِیْلِیُّ مُحْیِ الدِّیْنِ اِسْمِیْ — وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاْسِ الْجِبَالِ
جیلی ہوں اور دین کا محی لقب میرا — کوہ و جبل پہ نصب ہیں پرچم جلال کے

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ — وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ
میرا بڑا گھرانا ہے دادا حسن میرے — ہیں پاؤں گردنوں پہ تمامی رجال کے

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ — وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ
موسوم ہوں ہیں بندۂ قادر کے نام سے — جد میرے تاجدار ہیں عین الکمال کے

شروع کتاب میں ہم نے پہلے صفحات میں وعدہ کیا تھا کہ ہم قصیدہ غوثیہ کے ایک شعر

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّهٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّیْ ـــــــــ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

پر کچھ لکھیں گے یعنی اس کا ترجمہ اور تشریح پیشِ قارئین کرام کریں گے۔ سو یہ موقع مناسب معلوم ہوا کہ اس وعدہ کو پورا کر دیا جائے۔ لیکن اپنی طبع نارسا سے اس بحرِ عمیق میں گوہر مقصود کو حاصل کرنے کی بجائے مَیں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ اس کلامِ بلاغت نظام کی اُردو تشریحات سے دو بے نظیر تراجم کو یہاں پیش کر دوں جس سے بیش بہا استفادہ بھی ہو اور بزرگ مترجم حضرات کو خراجِ عقیدت بھی پیش ہو جائے۔

ا۔ العصیدۃ ابو سفینہ لقارئ القصیدۃ الغوثیہ

اس شرح کے متعلق ہم پچھلے صفحات میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ بے نظیر شرح اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں اس شعر کو یوں بیان کیا ہے:

ہر ایک ولی کے لئے اپنے اپنے درجہ کے موافق فطرتاً" سلوک و اصول میں کسی نہ کسی نبی سے مناسبت باطنی حاصل ہے اور مجاہدہ و ریاضت صبر و استقامت میں اس کا قدم بقدم ہوتا ہے لیکن مَیں اپنی منزلِ مقصود کو طے کرنے کے لئے اپنے جدِ اعلےٰ سید الانبیاء افضل المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم بقدم ہوں۔ جو آسمانِ کمال کے بدر یعنی اپنے درجہ نورانیت میں مثل چودھویں کے چاند کے ہیں۔ جیسے چاند اور سب ستاروں پر فائق اور اس کے سامنے باوجود بالذات روشن ہونے کے ان کی روشنیاں نمایاں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے دیگر انبیاء کرام ہیں کہ وہ سب اپنے آپ میں بنورِ نبوت منور ہیں۔ لیکن بالمقابل آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور سب پر غالب ہے۔ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ اس لئے جناب حضرتِ پیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جیسا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو افضلیت و غلبہ ہے اسی طرح مجھے تمام اولیاء پر غلبہ و رفعت حاصل ہے۔ کیونکہ افضل کا تابع بھی بمناسبتِ متبوع افضل ہونا چاہیئے۔ اُس کا شاہد ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ اور اُمّتی خیر اُمّة اس لئے ہی ہے کہ خیر الانبیاء صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہے۔

اس بیت میں آپ رضی اللہ تعالٰے عنہ، نے افضل الرسل سید البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ بعدد قطرات المطر کی جہت سے اپنا مستفیض ہونا بیان فرمایا ہے کہ مجھے تعلیم وتربیتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے فضیلت حاصل ہے میں آپ کا تربیت یافتہ اور آپ کے قدم بقدم چلنے والا ہوں یعنی عامل بالسنت ہوں اس لئے مجھے فیضِ کمال حاصل ہے کہ جیسے آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم انوارِ ربانی سے جہات پانے والے ہیں۔ ویسے ہی میں لمعاتِ اسرارِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم سے نور حاصل کرنے والا ہوں۔

حضرتِ مترجم جناب مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی صاحب نے اس سے آگے بھی بڑی دلنشین اور گراں قدر وقیمت تشریح کی ہے۔ لیکن ہم ابتدائی چند سطور کو ہی بطورِ تبرک درج کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ صاحبانِ ذوق اصل کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ الجواھر المضیۃ فی شرح القصیدۃ الغوثیۃ

یہ بھی ایک بے نظیر شرح ہے اس میں اس شعر پر یوں لکھا ہے۔

ترجمہ:۔ ہر ایک ولی کا میدانِ عرفان میں قدم ہے یا وُہ میرے قدم بقدم ہیں اور میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے قدم بقدم ہوں جو آسمانِ کمال کے بدرِ کامل ہیں۔

تشریح:۔ ہر ایک ولی کو ایک خاص رتبہ مدارجِ عرفان وحقیقت کا دیا گیا ہے وہ ایک حد تک محدود ہے اور اس کی نسبت تمام اور کمال کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا لیکن میں قدم بقدم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر چلتا ہوں جو خاتم النبیین ہیں اور اُن کے مدارج میں الیوم اکملت لکم دینکم ہے اس لئے یہ میرا رتبہ مکمل وتام ہے۔ میں نے اتباع میں سرِمو فرق نہیں کیا۔ نیز یہ مراد ہے کہ دوسرے اولیاؤں کو بعض حالات میں دنیوی علائق سے لغزشیں عائد ہوتی ہیں اور مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

اتباع اور برکت سے کوئی لغزش نہیں ہوئی اور میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم بقدم منازلِ کمال تک چلا گیا اور وہ منازل قاب قوسین او ادنیٰ ہیں۔

اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام متبوع ہیں۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح کے مطابق قدم سے حذقِ اگر مراد لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اگرچہ سب ولیوں کے لئے سعادت مقدر ہے لیکن وہ اس سعادت کو حاصل نہیں کر سکتے جو مجھے میسّر ہے۔ وہ سعادت وہی سعادت ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علیٰ حدِ کمال حاصل ہوئی۔ صرف اصل و فرع کا فرق ہے۔

اس شعر میں اس امر کی ترغیب و تحریص ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال کا اتباع کئے بغیر کمال ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس حد تک کوئی شخص اتباع کامل کی کوشش کرے گا اسی حد تک اوروں پر سبقت لے جائے گا۔ حضرت قدس سرہٗ اتباع کے لحاظ سے اپنے وجودِ مسعود کو تمثیلاً پیش کر کے فرماتے ہیں کہ میرا اور کل اولیاء اللہ کا (جن میں حضرت کے مریدانِ خاص اور معتقدان با اخلاص بھی شامل ہیں) مقابلہ کرو اور دیکھو کہ اگرچہ انہوں نے ایک حد تک میدانِ حقیقت میں ترقی کی ہے۔ لیکن ان کے لئے ابھی منزلِ اقصیٰ بہت دور ہے اور میں اس منزلِ اقصیٰ کو بوسیلہ حضور سرورِ کائنات علیہ الآف التحیۃ والسلام طے کر چکا ہوں۔ جس سے یہ مفہوم ہے کہ حضرت قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ دیگر اولیاء اللہ کو بھی منزل اقصیٰ تک پہنچا سکتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص کسی راستہ کو طے کر چکا ہو وہ دوسرے رہ نوردوں کو بھی راستہ کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

فاضل مترجم مولانا عبدالمالک کھوڑوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس شعر کی طویل تشریح کی ہے جو صاحب شوق رکھتے ہوں اصل کتاب سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ ہم اختصار سے اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور میرے (نزار) کے نزدیک تو اس شعر کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی حضور سید الانبیاء نبی بدر کمال صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم بقدم چلا، اس کا قدم اولیاء اللہ نے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اپنے سر آنکھوں پر رکھا اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قدمی ھذہٖ علیٰ رقبۃِ کل ولی اللہ فرمانا اسی لئے ہے کہ " انی علیٰ قدم نبی بدر الکمال۔"

الہاماتِ غوثیہ

یہ ۴۴ الہامات ہیں جو رسالہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک خاص وقت حاصل تھا اور اس میں کلمہ و کلام بطور الہام ہوا کرتا تھا یہ الہامات مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ فارسی زبان میں ان کی ایک شرح بنام جواہر العشق حضرت خواجہ سید محمد حسینی الحسنی بندہ نواز گیسو دراز خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہما نے لکھی ہے اور ایک شرح فارسی میں بنام نشاط العشق حضرت ملک شاہ صدیقی نے لکھی ہے جو اودھ کے رہنے والے تھے ان دونو شرحوں کا اردو ترجمہ قاضی احمد عبد الصمد نے کیا جو ۱۹۵۸ء کو کراچی سے چھپا۔ یہاں ہم دو تین الہام بطور تبرک درج کرتے ہیں۔

۱- قَالَ یَا غَوْثَ الاعظم جَعَلْتُ اَلاِنْسَانَ مَطِیَّتِیْ وَ جَعَلْتُ سَائِرَ اَلاَکْوَانِ مَطِیَّۃً لَہٗ ٥

کہا میرے پروردگار نے مجھ سے اے غوث الاعظم میں نے انسان کو اپنی سواری بنایا ہے اور تمام اشیا کو انسان کی سواری بنایا ہے یعنی یہ کہ انسان میرا محکوم و مامور ہے اور سارا جہاں انسان کا محکوم و مامور ہے انسان امیر ہے اور سارا جہان اس کے قبضے میں ہے انسان حاکم ہے اور سب اس کے محکوم ہیں۔

۲- قَالَ یَا غَوْثَ الاَعْظَمِ الْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ لَوْعَرَفَ الْاِنْسَانُ مُنْزِلَتَہٗ عِنْدِیْ لَقَالَ فِیْ کُلِّ نَفَسٍ مِنَ الْاَنْفَاسِ اَنَا الْمُلْکُ لَا مَلِکُ الْیَوْمَ اِلَّا لِیْ ط

فرمایا اے غوث الاعظم۔ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں، اگر انسان اپنی منزلت کو جو اس کی میرے پاس ہے جانتا تو ہر دم اور ہر وقت یہی کہتا کہ میں مالک ہوں۔ بادشاہی میرے لئے ہے۔ ملک میرا ہے اور میرے سوائے کسی کا نہیں۔

۳ - قَالَ یَا غَوثَ الاَعظَم اَنَا اَکرَمُ مِن کُلِّ کَرِیمٍ وَ اَنَا اَرحَمُ مِن کُلِّ رَحِیمٍ ہ قَالَ اِنِّی اَنَا الکَرِیمُ الرَّحِیمُ ہ

فرمایا اے غوثِ اعظم میں سب کریموں سے بہت زیادہ کریم ہوں، رحیموں سے بے انتہا اور بے نہایت رحیم ہوں۔ ہاں ہاں میں ہی رحیم ہوں، ہاں ہاں میں کریم و رحیم ہوں

غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فارسی دیوان

یہ دیوان رموزِ عشق کا دفتر ہے اور فارسی زبان میں دیوانِ محی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اشعار پڑھتے ہی انسان پہ وجدانہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ بعض لوگ اس کو حضور کی تصنیف ماننے سے انکار کرتے ہیں لیکن قدیم تذکرہ نویسوں نے اس کو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف ہی منسوب کیا ہے اور صرف یہ کہہ دینا تو بڑا آسان ہوتا ہے کہ فلاں دیوان فلاں ہستی سے غلط منسوب کر دیا گیا ہے بہر کیف ہم یہاں تبرکاً ایک غزل درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ آپ کا کلام عارفانہ حقائق کا خزینہ اور اسرارِ الٰہی کا گنجینہ ہے۔

بے حجابانہ در آ تا درِ کاشانۂ ما — کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

ترجمہ:۔ اے محبوب ہمارے خانۂ دل میں بے پردہ چلا آ، کیونکہ اس گھر میں تیرے درد کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

فتنہ انگیز مشو کاکلِ مشکیں مکشا — تابِ زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما

اپنی خوشبودار سیاہ زلفوں کو بکھیر کر فتنے برپا نہ کر، کیونکہ ہمارا دیوانہ دل اس زنجیر کی تاب نہیں لاسکتا۔

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو ربِ تو کیست؟ — گویم آنکس کہ ربود ایں دلِ دیوانۂ ما

اگر نکیرین نے میری قبر میں آکر پوچھا کہ بتا تیرا رب کون ہے تو میں کہوں گا وُہی جو میرے دیوانے دل کو لے گیا۔

مرغِ باغِ ملکوتیم دریں دیرِ خراب — میشود نورِ تجلائے خدا دانۂ ما

اس ویران دنیا میں ہم باغِ ملکوت کے مرغ ہیں ہماری غذا نورِ الٰہی کی تجلیاں ہیں۔

محیؔ بر شمع تجلائے جمالش می سوخت　　　دوست میگفت زہے ہمت مردانہ ما

" محیؔ " اپنے محبوب کے حسن و جمال کی شمع پر جلا محبوب نے یہ ملاحظہ کر کے خود داد دی کہ کیسی مردانگی ہے۔

کتب مذکورہ بالا کے علاوہ بھی کئی تصانیف مثلاً یواقیت الحکم اور جلاء الخواطر فی الباطن والظاہر وغیرہ اور کئی قصائد اور وظائف واشغال اور کئی ضیغے درود پاک کے مثلاً درودِ اکسیرِ اعظم اور درودِ کبریتِ احمر اور کئی اور دعائیں اور اوراد آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔

اصطلاحاتِ تصوّف کی تشریح

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ تصوف اور سلوک کی اصطلاحات اور رموز کی تشریح بہت ہی اعلےٰ پایہ کی بیان فرماتے تھے جو اپنے مقام پر جامع اور کامل ہوتی تھی۔ ہم یہاں بہجۃ الاسرار میں درج چند اصطلاحات پر شریف التواریخ صفحہ ۶۹۶ کے حوالے سے روشنی ڈالتے ہیں۔

انابت :۔ فرمایا۔ درجات کو چھوڑ کر مقامات کی طرف رجوع کر کے اعلیٰ مقامات میں ترقی کرنے، مجالس میں حضرت القدس ہیں جا کر ٹھہرنے اور اس مشاہدہ کے بعد کل کو چھوڑ کر حق تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے کا نام انابت ہے۔

بقا :۔ فرمایا بقا حاصل نہیں ہوتی مگر لقا سے جس کے ساتھ فنا و انقطاع نہ ہو اور یہ نہیں ہوتی مگر ایک لمحہ کے لئے بلکہ اس سے بھی کم۔ اہلِ لقار کی یہ علامت ہے کہ اس کے وصول بقا میں کوئی شے فانی نہ رہے۔ کیونکہ یہ آپس میں ضد ہیں۔

تجرید :۔
فرمایا محبوب کو پا کر استقلال کے ساتھ مقامِ سر کو غور و فکر سے خالی رکھنا اور تنزل میں اطمینان کے ساتھ مخلوق کو چھوڑ کر نہایت خلوص سے حق کی طرف رجوع کرنا تجرید ہے۔

تصوف :۔ فرمایا۔ قالب کی تمام کدورتوں سے قلب کو صاف کرنے کا نام تصوف

ہے اور یہ آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے، سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام، رضائے حضرت اسحاق علیہ السلام، صبر حضرت ایوب علیہ السلام، اشارت حضرت زکریا علیہ السلام تجرد و تفرید حضرت یحییٰ علیہ السلام، صوف حضرت موسیٰ علیہ السلام، سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم۔

تعزز:۔ فرمایا۔ تعزز یہ ہے کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے حاصل کی جائے، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی صرف کی جائے، اس سے نفس ذلیل ہوتا ہے، اور ارادت الی اللہ بڑھتی ہے۔

تفرقہ:۔ فرمایا۔ جو قول و فعل غیر ذاتِ باری تعالیٰ سے متعلق ہو اس کو تفرقہ کہتے ہیں۔

تکبر:۔ فرمایا۔ تکبر یہ ہے کہ عزت اپنے نفس کے لئے حاصل کی جائے، اور اپنی خواہشات میں صرف کی جائے، کبر ۲ قسم ہے، ایک طبعی، دوسرا کسبی، کبر طبعی کبر کسبی سے کم درجہ کا ہوتا ہے۔

تلوین:۔ فرمایا۔ تلوین قلب کی حالت بدلتے رہنے کو کہتے ہیں، جب قلب پردوں کے باہر ہو کر صفات کی طرف جاتا ہے تو چونکہ صفات گوناگوں ہیں، اس لئے قلب کی حالت بھی دگرگون ہوتی رہتی ہے، اس لئے اہلِ قلوب کبھی بیقرار و مضطرب ہوتے ہیں کبھی ان پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے، کبھی ان کی آنکھوں میں آنسو جاری ہوتے ہیں اور کبھی وہ خوش اور شادمان ہوتے ہیں۔

تمکین:۔ فرمایا۔ تمکین سے مراد تجلئے صفات سے گذر کر تجلئے ذات کے مشاہدہ تک پہنچنا ہے، اس میں حالت نہیں بدلتی، کیونکہ صفات کی طرح ذات میں تغیر نہیں ہوتا۔

تواجد:۔ فرمایا۔ ذکر و شغل و تفکر و مراقبہ کے ذریعہ سے وجد حاصل کرنا تواجد ہے۔

توبہ:۔ فرمایا۔ توبہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم عنایت و توجہ اپنے بندہ پر مبذول فرما کر اس کے دل پر اس کا اشارہ کرے، اور اپنی شفقت و محبت کے ساتھ خاص کرے، اور اُسے اپنی طرف کھینچ لے، اس وقت بندہ کا دل اپنے مولا کی طرف کھنچ جاتا ہے، اور

روح، قلب، عقل اس کے تابع ہوجاتی ہیں، پھر وجود میں امر آلہی کے سوا!! رکچھ نہیں رہتا،
یہی صحت توبہ کی دلیل ہے۔

توحید :۔ فرمایا۔ دل وجان سے صرف خدا کا ہوجانا اور ما سویٰ اللہ سے قطع
کرنا توحید ہے۔

توکل :۔ فرمایا۔ اغیار کو چھوڑ کر صرف خدائے عزوجل سے لَو لگانا اور اسباب ظاہری
کو بھول جانا اور اکیلے اسی کی ذات پر بھروسہ کرکے اس کے غیر سے بے پروا ہوجانا
توکل ہے، یہی وجہ ہے کہ متوکل مقام فنا سے آگے بڑھ جاتا ہے، اور توکل کی حقیقت
بعینہ اخلاص کی حقیقت ہے، اور حقیقتِ اخلاص یہ ہے کہ اعمال سے معاوضہ کا خیال
بالکل نہ ہو، یہ وہ توکل ہے جس میں اپنی قوت سے نکل کر خاص رب الارباب کی قوت میں
آجاتا ہے۔

جمع :۔ فرمایا۔ جس قول وفعل کا تعلق ذاتِ باری تعالےٰ سے ہو وہ جمع ہے۔

حجاب :۔ فرمایا۔ حجاب ان کونیہ صورتوں کے دل میں واقع ہوجانے کو کہتے ہیں جو
حق تعالےٰ کے قرب کو روکنے والی ہیں۔

حق الیقین :۔ فرمایا۔ مشاہدہ جمال حقیقی میں جب کوئی شئے حائل نہ ہو یہاں تک
کہ آدمی کو اپنے تن بدن کی بھی خبر نہ ہو، تو اُس کو وصال اور حق الیقین کہتے ہیں۔

حقیقت :۔ فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے متضاد اس کے منافی نہیں ہوتے
اور نہ اس کے مقابلہ میں باقی رہ سکتے ہیں، بلکہ اس کے اشارات سے باطل وفنا ہو
جاتے ہیں۔

حیا :۔ فرمایا۔ حیا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حق میں وہ بات نہ کہے جس کا کہ وُہ
اہل نہ ہو، چاہیئے کہ تمام گناہوں کو صرف حیا کی وجہ سے چھوڑے نہ کہ خوف کی وجہ سے، اس
کی اطاعت وعبادت کرتا رہے اور جانتے رہے کہ خدا تعالےٰ اس کی ہر بات پر مطلع ہے،
اس لئے اس سے شرماتا رہے۔

فرمایا۔ قلب اور ہیبت کے درمیان سے جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو حیا پیدا ہوتی ہے

خوف :- فرمایا۔ خوف کے کئی اقسام ہیں، گنہگاروں کا خوف عذاب کے سبب سے ہوتا ہے، عابدوں کا خوف عبادت کا ثواب نہ ملنے یا کم ملنے کے سبب سے ہوتا ہے عاشقوں کا خوف بقائے آلٰہی کے نہ میسر ہونے کے خیال سے ہوتا ہے۔ عارفوں کا خوف عظمت وہیبت آلٰہی کے سبب سے ہوتا ہے، اور یہی اعلےٰ درجہ کا خوف ہے، کیونکہ یہ زائل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ رہتا ہے، دوسرے تمام خوف رحمت آلٰہی کے مقابلہ میں ساکن ہوجاتے ہیں۔

دعاء :- فرمایا۔ دعا کے تین درجے ہیں، اوّل تعریض، دُوم تصریح، سُوم اشارہ، تعریض سے مراد دعا بہ کنایہ کرنا، اور امر ظاہر کو ذکر کرکے امر مخفی طلب کرنا ہے، تصریح یہ ہے کہ اس کا تلفظ ہو، اور اشارہ وہ ہے جو قول میں مخفی ہو۔

دنیا :- فرمایا۔ جو شے انسان کو خدا سے باز رکھے وہ دنیا ہے۔

ذکر :- فرمایا۔ اعلیٰ درجہ ذکر یہ ہے کہ اشارات آلٰہیہ سے دل متاثر ہو، یہی ذکر دائمی ہے، جسے نسیان کچھ نقصان نہیں پہنچاتا، اور نہ غفلت اس میں کچھ کدورت پیدا کرسکتی ہے، اس صورت میں سکون، نفس، خطرہ سب ذاکر ہوجاتے ہیں۔

ذوق، شرب، ری۔ فرمایا۔ ذوق سے مراد ایمان، شرب سے مراد علم، اور ری سے مراد حال ہے، ایمان لانے سے انسان صرف معرفت کا مزہ چکھتا ہے، علم حاصل ہونے سے معرفت کا ایک حصہ ملتا ہے، اور حال کے حاصل ہونے سے پوری معرفت حاصل ہوتی ہے۔

رجاء :- فرمایا۔ رجاء یہ ہے کہ بلا کسی امید نفع یا ضرر کے حق تعالےٰ کے ساتھ حُسنِ ظن ہو، اور رجاء کے لئے خوف کا ہونا لازم ہے، کیونکہ امید کی حالت میں خوف محرومی کا ضرور ہوتا ہے، مگر وہ صفاتِ آلٰہیہ پر نظر رکھ کر حق تعالےٰ سے حسن ظن رکھے، اور پھر محض اس کی عظمت وجلال کی وجہ سے ڈرے، اور اپنی ہمتوں کو عنایات وتوجہات آلٰہیہ پر چھوڑ کر دل کو بلا کسی طمع وغرض کے اس کی طرف متوجہ کرے، رجاء بلا خوف کے امن، اور خوف بلا رجاء کے قنوط ہے، اور یہ دونو مذموم ہیں۔

رضا :۔ فرمایا۔ محبت آلٰہی میں اپنے کو ڈال دینا، اور علم آلٰہی کو کافی و افی جان کر قضا و قدر پر راضی رہنا، یہی رضائے آلٰہی ہے۔

رُویا :۔ فرمایا۔ خواب میں جو کچھ دکھائی دے وہ رُویا ہے۔

زُہد :۔ فرمایا۔ فانی چیزوں سے دل کا سرد ہو جانا زہد ہے۔

سُکر :۔ فرمایا۔ ذکر محبوب سے دل میں جوش پیدا ہو جانے کا نام سُکر ہے۔

شُکر :۔ فرمایا حقیقت شکر کی یہ ہے کہ تو نہایت عاجزی و انکساری سے نعمت کا اعتراف کرے، اور ادائے شکر کی عاجزی کو مدِ نظر رکھ کر منت و احسان کا مشاہدہ کرتے ہوئے اُس کی عزت و حرمت باقی رکھے، شکر کے کئی اقسام ہیں، شکر لسانی، وہ یہ ہے کہ زبان سے نعمت کا اعتراف کرے، شکر بالارکان، وہ یہ ہے کہ خدمت و وقار سے موصوف رہے، شکر بالقلب، وہ یہ ہے کہ بساطِ شہود پر مُعتکف ہو کر حرمت و عزت کا نگہبان رہے، پھر اس مشاہدہ کے بعد نعمت دیکھ کر دیدار منعم کی طرف ترقی کرے، شاکر وہ ہے کہ موجود پر شکر کرے، اور شکور وہ ہے وہ مفقود پر شکر بجالاوے، حامد وہ ہے کہ منع کو عطا اور ضرر کو نفع مشاہدہ کرے، اور دونوں صفتوں کو برابر جانے، حمد یہ ہے کہ بساطِ تقرب پر پہنچ کر معرفت کی آنکھوں سے تمام محامد و اوصاف جمالی و جلالی کا مشاہدہ کر کے اُس کا اعتراف کرے۔

شوق :۔ فرمایا۔ بہترین شوق وہ ہے جو مشاہدہ سے پیدا ہوتا ہے اور بدون بقا کے کسی طرح تسکین نہیں پاتا۔ اور بقا کے اوپر اُس کی اَور بھی ترقی رہتی ہے، وہ اسباب موافقتِ روح، یا منافقتِ ہمت، یا حفظِ نفس سے بالکل پاک رہتا ہے، اس وقت مشاہدہ دائمی حاصل ہوتا ہے، اور مشاہدہ سے مشاہدہ کا شوق بڑھتا ہے۔

شہود :۔ فرمایا جب مراقبہ کے ذریعہ سے بندہ خدا کے حضور میں حاضر رہتا ہے تو اُس کو ایک قسم کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے، اس کو شہود کہتے ہیں۔

صبر :۔ فرمایا۔ صبر یہ ہے کہ تو مصیبت و بلا میں استقلال سے رہے، اور آدابِ شریعت کو کسی وقت ہاتھ سے نہ دے، بلکہ نہایت خوشدلی و خندہ پیشانی سے کتاب اللہ و

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائم رہے۔ صبر کی کئی قسمیں ہیں۔ صبر للہ یہ ہے کہ اوامرِ الٰہی کو بجالاوے، اور اس کی نواہی سے دور رہے، اور صبر مع اللہ یہ ہے کہ قضائے الٰہی پر راضی و ثابت رہے۔ ذرا بھی چون وچرا نہ کرے، اور فقر سے نہ گھبرائے اور بغیر کسی ترش روئی کے اظہار غنا کرتا رہے، اور صبر علی اللہ یہ ہے کہ ہر امر میں وعدہ الٰہی کو مدنظر رکھ کر ہر وقت اس پر ثابت قدم رہے، یہ صبر بہت مشکل ہے۔

صدق:۔ فرمایا۔ صدق یہ ہے کہ تو اپنے اقوال و افعال میں رویتِ الٰہی کو مدنظر رکھ کر ان کو وقوع میں لائے، اور احوال میں ایک حال کو خواطرِ الٰہیہ سے گذارے۔

صوفی:۔ فرمایا صوفی وہ ہے جو اپنے مقاصد کی ناکامی کو خدائے عزّوجل کا مقصد جانے، دنیا کو چھوڑ دے یہاں تک کہ خادم بنے، اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں فائز المرام ہو جائے، تو ایسے شخص پر خدا کی سلامتی نازل ہوتی ہے۔

علم الیقین:۔ فرمایا۔ علم الیقین اُس یقین کو کہتے ہیں جو غور و فکر و استدلال سے حاصل ہو۔

عین الیقین:۔ فرمایا۔ جو یقین بذریعہ کشف و بخشش و عطا کے حاصل ہو وہ عین الیقین ہے۔

غیبت:۔ فرمایا۔ جب بندہ مراقبہ و مشاہدہ کی حالت سے باہر نکل جاتا ہے تو اس حالت کو غیبت کہتے ہیں۔

فناء:۔ فرمایا فناء یہ ہے کہ ولی کا سر اد نے تجلّے سے حق کا مشاہدہ کرے اور تمام اکوان کو حقیر جان کر اس کے اشارہ سے فنا ہو جائے، یہی فنا عین بقاء ہے، کیونکہ اشارہ حق اسے فنا کرتا ہے، اور اس کی تجلّے بقا کی طرف لے آتی ہے، اور وہ فنا ہو کر باقی رہتا ہے، مخلوقات سے فنا ہونے کی یہ علامت ہے کہ ان سے تیرا تعلق منقطع ہو جائے، اور ان کے نفع سے ناامید اور ان کے ضرر سے بے خوف ہو اور اپنی ہستی اور اپنے نفس و خواہش سے فنا ہونے کی یہ علامت ہے کہ نفع حاصل کرنے اور ضرر دور کرنے میں اسباب ظاہر پر مطلق نظر نہ رہے، اور اپنے سبب سے کچھ نہ کرے، اور نہ اپنے لیے

اپنا کچھ بھروسا سمجھے، بلکہ اپنے تمام امور اسی کے حوالے کردے، جس نے اوّلاً اس میں تصرف کیا وہی اب بھی تصرف کرے گا، اور اپنے ارادہ سے فنا ہونے کی یہ علامت ہے کہ مشیت ایزدی کے سامنے تیرا ارادہ کچھ بھی نہ ہو بلکہ اسی کا فعل تیرے اندر جاری رہے، اور تیرے اعضار اس کے فعل سے خاموش اور دل مطمئن وخوش رہے، ایک ذرہ بھی منقبض نہ ہو اور باطن معمور اور تمام چیزوں سے مستغنی رہے، اور تو خود قدرتِ الٰہی کے ہاتھ میں ہو جائے۔ یہاں تک کہ تیرے وجود پر قضائے الٰہی وارد ہو اس وقت تجھے بقا حاصل ہوگی، کیونکہ فنا حد ہے اور تو حقیقی زندگی کو پہنچے گا، اور وہ غنا حاصل ہوگی جس کے بعد فقر نہیں اور وہ عطا جس کے بعد رکاوٹ نہیں، اور وہ امن جس کے بعد خوف نہیں، اور وہ سعادت جس کے بعد شقاوت نہیں، اور وہ عزت جس کے بعد ذلت نہیں، اور وہ قرب جس کے بعد بُعد نہیں، اور وہ عظمت جس کے بعد حقارت نہیں، اور وہ طہارت جس کے بعد نجاست نہیں۔

محاضرہ :۔ فرمایا۔ اربابِ تلوین کی حضوری کو محاضرہ کہتے ہیں۔

محبت :۔ فرمایا۔ محبت دل کی اُس تشویش کا نام ہے جو فراقِ محبوب سے حاصل ہوتی ہے، اس وقت دنیا انگوٹھے کے حلقہ یا مجلس ماتم کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

فرمایا۔ محبت محبوب سے خلوص نیتی کا نام ہے۔

فرمایا۔ محبت سوائے محبوب کے سب سے آنکھ بند کر لینے کا نام ہے۔

فرمایا۔ محبت وہ شراب ہے جس کا نشہ کبھی نہیں اترتا، مدہوش محبت ایسے ہوتے ہیں، جن کو سوائے مشاہدۂ محبوب کے کبھی ہوش نہیں آتا، اور ایسے مریض ہوتے ہیں کہ بغیر دیدارِ محبوب کے کبھی صحت نہیں پاتے، ان کو غیر محبوب سے حد درجہ کی وحشت ہوتی ہے، اور سوائے محبوب کے کسی سے انسیت نہیں ہوتی۔

محو واثبات :۔ فرمایا۔ خودی کو مٹانا اور خدا کو قائم رکھنا یہی خلاصہ محو واثبات ہے

مراقبہ :۔ فرمایا۔ سب طرف سے کنارہ کش ہو کر خالق میں محو ہونے کو مراقبہ کہتے ہیں۔

مسامرہ :۔ فرمایا۔ مشاہدہ جمال میں جو پُر لطف باتیں ہوتی ہیں ان کو مسامرہ کہتے ہیں۔

مشاہدہ :۔ فرمایا۔ مشاہدہ یہ ہے کہ تو دل کی آنکھ سے دونو جہان کو نہ دیکھے۔ اور معرفت کی آنکھ سے صرف حق تعالےٰ کو دیکھے، اور جو کچھ اس نے غیب کی خبریں دی ہیں دل سے ان کا یقین جانے۔

فرمایا :۔ اہل تمکین کی حاضری کو مشاہدہ کہتے ہیں۔

معرفت :۔ فرمایا۔ معرفت یہ ہے کہ مشیئاتِ آلہی میں سے ہر ایک کے اشارہ سے جو وہ اس کی توحید کی طرف کر رہی ہے۔ خفایائے مکنونات اور شواہد حق پر مطلع ہو اور ہر فانی کی فنا سے علم حقیقت کا ادراک کرے، اور اس میں ہیبتِ ربوبیت اور تاثیر بقا کو دل کی آنکھ سے دیکھے۔

مکاشفہ :۔ فرمایا۔ تلوین و تمکین کے درمیان کی حضوری کو مکاشفہ کہتے ہیں۔

وجد :۔ فرمایا۔ وجد یہ ہے کہ روح ذکر کی حلاوت اور نفس لذت طرب میں مشغول ہو جائے، اور باطن سب سے فارغ ہو کر صرف حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو، اور وجد شرابِ محبت آلہی ہے جو حق تعالےٰ اپنے بندہ کو پلاتا ہے، جس سے وجود بندہ کا سبک ہو جاتا ہے، اور اس کا دل محبت کے بازؤں پر پرواز کر کے حضرتِ قدس میں پہنچ کر دریائے ہیبت آلہی میں گر جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ واجد گر جاتا ہے اور غشی اس پر طاری ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ بندہ کے کسی عمل مثلاً تلاوت وغیرہ سے اس کے قلب پر مسرت و شادمانی یا رنج و ملال کی کیفیت کا طاری ہونا، جس سے بندہ کی حالت متغیر ہو جاتی ہے اُس کا نزول اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

وَرع :۔ فرمایا۔ ورع اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ تمام اشیاء سے رُکا رہے، شریعت جس کی اجازت دے اُسے اختیار کرے، اور باقی سب کو چھوڑ دے، وَرع کے تین درجے ہیں، اوّل ورع عوام، وہ یہ ہے کہ حرام اور شبہ کی چیزوں سے دُور رہے، دوم ورع خواص، وہ یہ ہے کہ نفس اور خواہش کی کل چیزوں سے دور رہے، سوم ورع خواص الخواص، وہ یہ ہے کہ بندہ ہر ایک چیز سے جس کا ارادہ کر سکتا ہے دور رہے، اور وَرع کی اور بھی دو قسمیں ہیں، ورع ظاہر، وہ یہ ہے کہ بجز امر الہٰی

کے حرکت نہ کرے، وَرَع باطن، وہ یہ ہے کہ دل پر سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کا گذر نہ ہو، جو شخص وَرَع کی باریکیوں کو مدنظر نہیں رکھتا، وہ اس کے مراتب اعلےٰ تک نہیں پہنچ سکتا، وَرَع زبان و امارت و ریاست کے ساتھ بہت مشکل ہے، اور زُہد وَرَع کی پہلی سیڑھی ہے، جیسے کہ قناعت رضا کی۔ وَرَع کے قوانین کھانے پینے اور بیٹھنے کی چیزوں میں بھی ہیں، متقی کا کھانا خلق کے کھانے کے برخلاف ہوتا ہے، نہ شریعت کو اس پر گرفت ہوتی ہے، اور نہ کسی کو اس میں نزاع ہوتی ہے، ولی کا کھانا وہ ہے جس میں اس کا کچھ ارادہ نہیں ہوتا۔ محض فضلِ الٰہی سے اُس کو کھانا ملتا ہے، حلال مطلق یہ ہے کہ اس میں کسی طرح معصیت الٰہی متصور نہ ہو، اور نہ اس کی وجہ سے کسی وقت خدا کو بھولے لباس تین طرح پر ہیں۔ لباسِ انبیاءؑ، لباسِ اولیاءؒ، لباسِ ابدال، لباسِ انبیاءؑ حلال مطلق ہے، خواہ روئی یا سَن یا کسی چیز کا ہو، لباس اولیا یہ ہے جس سے ستر پوشی ہو سکے، اور ضرورت پوری ہو جائے، اور شریعت اُس کا حکم دے، اور لباسِ ابدال یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جو کچھ انہیں عطا فرمائے پہنتے ہیں، خواہ کم قیمت ہو یا بیش قیمت، خود اُن کو نہ اعلےٰ کی خواہش ہے نہ ادنےٰ سے نفرت، اور ورع کامل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ یہ دس صفتیں اپنے نفس پر لازم نہ کر لی جائیں، اوّل زبان کو قابو میں رکھنا، دوم غیبت سے بچنا، سوم کسی کو حقیر نہ جاننا، چہارم محارم پر نظر نہ ڈالنا، پنجم راستی اور راستبازی کو اختیار کرنا، ششم انعامات و احسانات الٰہی کا اقرار کرنا تاکہ نفس عجب و غرور میں مبتلا نہ ہو، ہفتم مال و متاع کا راہِ خدا میں صرف کرنا نہ اپنے نفس و خواہش میں، ہشتم اپنے نفس کے لئے بہتری و بھلائی نہ چاہنا، اور کبر و غرور سے بچنا، نہم نمازِ پنجگانہ کی محافظت کرنا، دہم سنتِ نبوی و اجماعِ مسلمین پر قائم رہنا۔

وصل:۔ فرمایا۔ حق تعالےٰ کے شہود میں پہنچ کر اپنے وجود کو فراموش کر دینے کا نام وصل ہے۔

وفا:۔ فرمایا۔ وفا یہ ہے کہ تو حقوقِ الٰہی کی پوری رعایت کرے، اور قولاً و فعلاً اس کی حدود کی محافظت کرے، اور ظاہراً و باطناً اس کی رضامندی کا پابند رہے

ہمت:۔ فرمایا۔ نفس کو حُبِ دنیا اور روح کو تعلق عقبےٰ سے دُور رکھنا اور ارادہ عقبےٰ کو ارادہ مولےٰ سے تبدیل کرنا، اور سِر کو اشارہ کون سے خالی رکھنا ہے۔

شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے متعلق اکابر اولیائے وقت کی رائے

شیخ شہاب الدین عمرو سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پیشوائے سالکین، حجۃ السالکین امام الصدیقین اور صدر المقربین ہیں اور شیخ شہاب الدین کے چچا ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی کا قول ہے کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا ادب کیوں نہ کروں جبکہ تمام اولیاء اللہ اپنی گردنیں ان کے سامنے جھکائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے مجھ پر آپ کو مالک بنا دیا ہے اس وقت تمام موجودات میں وہ فردِ یگانہ ہیں۔ یہ شیخ ابوالقاسم عمرو بن مسعود رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ایک دفعہ شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی زیارت کے لئے گئے تو وہ فرمانے لگے اے عمرو! تو سمندر چھوڑ کر نہر کے پاس آیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، تو اس وقت تمام محبین کی سواریوں کے قائد ہیں اولیاء اللہ کی عنان اُن کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید قلوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے وقت رحلت اپنے صاحبزادے شیخ ابوالخیر سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی تعظیم و تکریم کرتے رہیں۔ کیونکہ آپ کا قدم مبارک تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے اور آپ اس وقت سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے محبوب و مقرب ہیں اور اسی طرح شیخ مطر البازرانی نے بھی اپنے بیٹے کو اتباعِ حضرتِ شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی وصیت فرمائی اور بتایا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب سوائے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے کسی کا اتباع نہ کیا جائے گا۔ شیخ جاگیر کردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے تاج العارفین ابوالوفا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے درجہ کا کوئی بزرگ نہیں دیکھا فی الحقیقت آپ کا طریقہ سب طریقوں سے اعلیٰ ہے۔ اولیاء اللہ اسی سمندر کی نہریں ہیں شیخ ماجد الکردی

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالےٰ عنہ زمین والوں کے امام و پیشوا ہیں۔ اولیا کی گردنیں ان کے آگے خم ہیں۔ انہیں کے نور سے اہل دل اپنے اندر اور اپنے احوال میں روشنی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت شیخ سوید سنجاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ہمارے شیخ، سردار، امام اور پیشوا ہیں اور آپ حضرت قدس کے اہل کے صدر ہیں۔

اکابر مصنفین کے اقوال

سلسلۂ قادریہ کی معتبر تاریخ شریف التواریخ صفحہ ۷۰۹ کے مطابق تاریخ الاسلام میں ہے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ جنگی دوست الجیلی الزاہد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، صاحب کرامات و مقامات تھے۔ فقہا و فقرار کے شیخ و امام و قطب وقت اور شیخ المشائخ تھے۔ علم و عمل میں کامل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی کرامات بکثرت متواتر طریقہ سے ثابت ہیں۔ زمانے نے آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، جیسا پھر نہیں پیدا کیا اور کتاب سیرۃ لنبلا میں ہے کہ شیخ الامام العالم الزاہد العارف شیخ الاسلام علم الاولیار تاج الاصفیار محی الدین شیخ عبدالقادر بن صالح الجیلی الحنبلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، شیخ بغداد تھے۔ بدعت کو مٹاتے اور سنت کو جاری کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حبیب و نسیب و نجیب الطرفین تھے، اپنے جد امجد سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث پاک کے حافظ تھے اور کتاب العبر میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنگی دوست الجیلی شیخ بغداد الزاہد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، شیخ وقت قدوۃ العارفین صاحب مقامات و کرامات تھے اور مذہب حنبلی کے ایک بہت بڑے مدرس تھے۔ وعظ گوئی اور ما فی الضمر بیان کرنا آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کا ہی حصہ تھا۔ کتاب الانساب میں ہے کہ ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جیلان سے تھے۔ حنابلہ کے امام اور ان کے شیخ وقت و فقیہ و صالح اور نہایت ہی رقیق القلب تھے۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں رہا کرتے تھے کتاب طبقات ابن رجب میں ہے کہ شیخ عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ جنگی دوست جیلی ثم البغدادی الزاہد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، شیخ وقت۔ وعلامہ زمان قدوۃ العارفین سلطان المشائخ سردار اہل

طریقہ تھے۔ آپ کو خلق اللہ میں قبولِ عام حاصل ہوا۔ اہلِ سنت نے آپ کی ذاتِ بابرکات سے تقویت پائی اور اہلِ بدعت و متبعانِ خواہش نے ذلت اٹھائی۔ دور و نزدیک سے آپ کے پاس فتوی آنے لگے۔ خلفاء، وزراء، امراء، غرباء سب کے دل میں آپ رضی اللہ تعالے عنہ کی ہیبت بیٹھ گئی۔ کتاب المشیخۃ البغدادیہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالے عنہ، مستجاب الدعوات اور نہایت رقیق القلب علم دوست خلیق اور سخی تھے۔ آپ کا پسینہ خوشبودار تھا۔ آپ ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ عبادت کی محنت و مشقت برداشت کرنے میں آپ نہایت مستقل مزاج اور راسخ القدم تھے۔

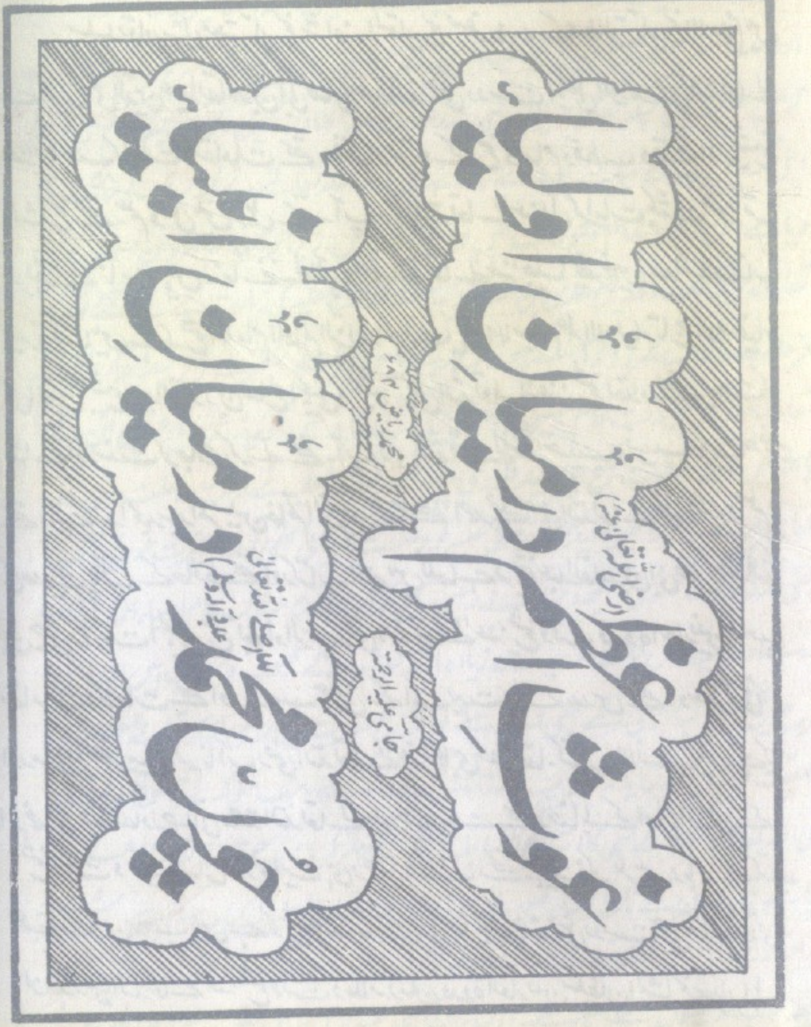

غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ازواجِ مطہرات اور اولادِ کرام

حضور شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی چار ازواجِ مطہرات تھیں جو چاروں کبار نسائ عارفاتِ کاملہ اور اہلِ کرامات سے تھیں ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت صادقہ بنت محمد شفیع (۲)۔ حضرتِ مدینہ بنتِ میر محمد (۳)۔ حضرت مومنہ (۴)۔ حضرتِ محبوبہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہن یہ چاروں صاحبِ اولاد تھیں۔ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ میں نے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے سُنا وہ فرماتے تھے میرے والدِ ماجد کی کل اولاد کی تعداد انچاس تھی، جن میں سے ستائیس لڑکے اور باقی لڑکیاں تھیں ان سب کے ناموں کی فہرست شریف التواریخ جلد اوّل کے صفحہ ۱۱، ۱۲، پر دیکھی جا سکتی ہے لیکن بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے دس فرزند تھے۔ ممکن ہے ان دس صاحبزادگانِ عالی مقام کے سوا باقی اولاد بچپن میں فوت ہو گئی ہو۔ اس لئے ان کا تذکرہ کتابوں میں موجود نہ ہو۔ بہر کیف آپ کے دس مشہور فرزندانِ ارجمند کا تذکرہ اس طرح ہے۔

۱۔ شیخ سید ابو عبداللہ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

یہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے سب سے بڑے بیٹے اور سجادہ نشین تھے آپ ماہِ شعبان ۵۲۲ھ بمطابق اگست ۱۱۲۸ء کو بغداد شریف میں پیدا ہوئے آپ نے اپنے والد ماجد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے علم فقہ اور حدیث سیکھا اور اپنے وقت کے جمیع آئمہ حدیث سے حدیث سنی۔ آپ نے بعمر پندرہ سال، ۵۳۷ھ میں اپنے والد بزرگوار شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے دستِ نور پر بغداد شریف میں بیعت کی اور چار سال بعد ۵۴۱ھ میں خرقہ خلافت سے بہرہ اندوز ہوئے اس کے بعد حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ۵۶۱ھ میں وصال مبارک ہوا تو آپ ان کے سجادۂ ہدایت پر متمکن ہوئے اور بے شمار مخلوقِ خدا کو فیضِ قادریہ سے نوازا۔ اولادِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، میں سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے مورثِ اعلےٰ بھی آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی ہیں۔ آپ کا وعظ نہایت مقبول و پر تاثیر ہوتا تھا۔ آپ اعلےٰ درجہ کے فقیہ، محدث، فاضل، زاہد، عابد، شیریں کلام مفتی اور واعظ تھے۔ طبقاتِ ابنِ رجب میں لکھا ہے کہ آپ کے برادران میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو آپ پر ترجیح دی جاسکے۔ آپ نہایت بامروت، کریم النفس، حلیم الطبع، منکسر المزاج، صاف گو صاحبِ جود و سخا، ادیب کامل اور متین تھا۔ آپ کو قبولیت عامہ حاصل تھی۔ خلیفہ عباسی الناصر الدین اللہ نے ۵۸۳ھ میں آپ کو مظلوموں کی امداد و اعانت اور ستم رسیدہ لوگوں کی فریاد رسی پر مامور کیا تھا اور دیوانِ شاہی سے آپ کے پاس مراسلات آیا کرتے تھے۔ آپ کا وصال پچیس شوال المکرم ۵۹۳ھ بمطابق گیارہ ستمبر ۱۱۹۷ء کو بعہد خلیفہ الناصر الدین اللہ عباسی بغداد شریف میں ہوا اور مزارِ پر انوار بغداد شریف مقبرۂ حلبہ میں بنا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

۲۔ حضرت سید ابو عبدالرحمٰن عبداللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

علامہ نور بخش توکلی نے سیرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، میں ان کی تاریخ پیدائش ۵۰۸ھ لکھی جو شاید درست نہیں کیونکہ اس طرح یہ سب سے بڑے صاحبزادے ٹھہرتے ہیں۔ مگر یہ فیصلہ متفقہ ہے کہ بڑے سب سے حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تھے۔ سید شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے شریف التواریخ جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر ان کی تاریخ پیدائش پر روشنی نہیں ڈالی۔ انہوں نے اپنے والدِ ماجد اور سعید بن البقا سے علمِ حدیث پڑھا۔ یہ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع اور صاحبِ ریاضت و مجاہدہ تھے۔ ستائیس ۲۷ صفر ۵۸۷ھ کو انتقال کیا اور بغداد شریف میں دفن ہوئے۔

۳۔ حضرت سیّد ابو اسحاق ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۲۷ھ میں بغداد شریف میں متولد ہوئے۔ حضور غوثِ اعظم اور دیگر شیوخ سے حدیث سنی اور تفقہ حاصل کیا۔ غربت و خاموشی کے ساتھ موصوف تھے۔ شرم و حیا کی وجہ سے تیس سال تک سر اوپر نہ کیا اکثر لوگوں نے آپ کے ذریعہ مرتبۂ ولایت حاصل کیا۔ واسط چلے گئے تھے۔ وہیں پچیس ۲۵ ذیقعدہ ۵۹۲ھ کو انتقال کیا اور دفن ہوئے۔

۴۔ حضرت سیّد ابو الفرح سراج الدین عبد الجبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اپنے والد بزرگوار اور قزاز وغیرہ سے حدیث سُنی۔ صوفی منش صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے۔ خوشنویس بھی تھے۔ فقر و قناعت اور انکسار و مسکنت میں یگانۂ روزگار تھے ان کی تاریخ پیدائش نہیں مل سکی۔ انیس ذوالحجہ ۵۷۵ھ میں انتقال کیا اور بغداد شریف کے مقبرہ حلبہ میں مدفون ہوئے۔

۵۔ حضرت سیّد ابو بکر تاج الدین عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اٹھارہ ذیقعدہ ۵۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فقہ پڑھی اور حدیث سنی اور بھی شیوخِ وقت سے استماعِ حدیث کیا اور بہت سے مشاہیر نے آپ سے بھی روایت کی ہے آپ صداقت، تواضع اور انکسار میں بہت مشہور تھے، صبر و شکر، اخلاقِ حسنہ اور عفت شعاری میں معروف تھے۔ زہد و خاموشی آپ کا شیوہ تھا عموماً لوگوں سے کنارہ کش رہتے۔ سوائے ضرورتِ دینی کے گھر سے نہ نکلتے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے انہیں خوب تربیت دی تھی۔ بروز ہفتہ ۶ شوال ۶۰۳ھ کو وصال فرمایا اور بغداد باب الحرب میں مدفون ہوئے۔

۶۔ حضرت ابو بکر شمس الدین عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ستائیس ۲۷ شوال ۵۳۲ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار اور ابنِ منصور وغیرہ سے

حدیث سُنی اور تفقہ حاصل کیا۔ بڑے عامل فاضل اور علوم دینی و دنیوی میں کامل تھے۔ بہت سے علما و فضلا آپ سے مستفید ہوئے۔ نہایت متشرع، صالح، پرہیزگار اور صاحبِ ریاضت و مجاہدہ تھے۔ انکسار اور غربت و خاموشی کے ساتھ موصوف تھے۔ ۵۸۰ھ میں بغداد شریف سے جبال چلے گئے اور وہیں اٹھائیس[۲۸] ربیع الاول ۶۰۲ھ کو انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

۷۔ حضرت سیّد ابو نصر ضیاالدین موسےٰ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

ربیع الاول ۵۳۵ھ میں متولد ہوئے۔ اپنے والدِ ماجد رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے حدیث سُنی اور تفقہ حاصل کیا۔ زاہد و متورع تھے۔ دمشق چلے گئے اور وہیں جمادی الآخر ۶۱۸ھ میں وفات پائی اور جبلِ قاسیون میں دفن کیے گئے۔ آپ سب بھائیوں سے اخیر فوت ہوئے۔

۸۔ حضرت سیّد ابو عبدالرحمٰن شرف الدین عیسےٰ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش صحیح نہیں مل سکی۔ اپنے والدِ بزرگوار سے فقہ اور علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے درس و تدریس کا کام شروع کیا حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے فتوح الغیب انہیں کے لیے تصنیف فرمائی تھی۔ پھر یہ بغداد شریف سے مصر چلے گئے اور وہیں بارہ[۱۲] رمضان المبارک ۵۷۳ھ کو وفات پائی اور مصر میں ہی مدفون ہوئے۔

۹۔ حضرت سیّد ابوالفضل محمّد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش نہیں مل سکی۔ اپنے والدِ ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے تفقہ حاصل کیا اور ابوالوقت اور سعید بن البنّار وغیرہ شیوخ سے حدیث سنی بہت سے لوگ ان سے مستفیض ہوئے۔ پچیس[۲۵] ذیقعدہ ۶۰۰ھ کو وفات پائی اور مقبرہ حلبہ بغداد شریف

میں مدفون ہوئے۔

۱۰۔ حضرت سیّد ابوزکریا یحییٰ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

چھ ربیع الاوّل ۵۵۰ھ کو بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ مکرم حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور محمد بن عبد الباقی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے تفقہ حاصل کیا اور حدیث سُنی۔ حسنِ سیرت اور مکارم اخلاق میں یگانہ اور ایثار میں منفرد تھے۔ بہت سے لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔ چھوٹی عمر میں مصر چلے گئے۔ لیکن بڑھاپے میں اپنے فرزند سید عبد القادر کے ساتھ واپس بغداد شریف تشریف لے آئے اور شب برات ۶۰۰ھ میں انتقال کیا اور اپنے برادرِ مکرم وارثِ خرقہء ولایت حضرت سید عبد الوہاب کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضورِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خُلفائے ذوالاحتشام

آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلفاء کی تعداد تو بے شمار ہے۔ کیونکہ جیسا ہم پہلے ابواب میں بیان کر چکے ہیں کہ طریقت کے ہر چہار سلاسل دراصل آپ سے ہی فیض یافتہ ہیں اور ہر سلسلہ میں آپ کی نیابت اور خرقہ پہنچا اور ہر طریق کے اکابر نے آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فیض پایا اور خلافتیں حاصل کیں۔ یہاں ہم صرف چند مشاہیر خلفاء کا تذکرہ بہجۃ الاسرار کے حوالہ سے کتاب شریف التواریخ جلد اوّل کی روشنی اور ترتیب میں کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا آپ کے دسوں بیٹے آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلفائے عظام میں سرفہرست ہیں۔

۱۱۔ حضرت سید جمال اللہ الملقب بہ حیات المیر زندہ پیر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

یہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیٹے سید تاج الدین عبد الرزاق کے فرزند تھے۔ اور حسن و جمال میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ ایک روز حضور غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ اس وقت کوئی

شخص موجود ہے جو میرا سلام امام مہدی علیہ السلام کو پہنچائے؟ یہ حاضر تھے۔ عرض کیا میں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی دعا سے عمر دائمی پائی۔ اکثر ان کی سکونت دیار سمرقند میں ہوتی ہے۔ رجال الغیب کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور تا حال زندہ موجود ہیں۔ اُن سے کئی مشائخ مستفیض ہوئے ہیں۔

۱۲۔ حضرت سیّد عون قطب شاہ علوی عباسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ حضرت عباس علمدار بن حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ ۴۱۹ھ میں بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ بڑے صاحبِ علم، دانا حاضر جواب اور دقیقہ شناس تھے شروع میں مذہباً شیعہ تھے لیکن حضرتِ غوث الاعظم کی بیعت میں آکر اہلِ سنت والجماعت میں شامل ہو گئے اور اس جماعت میں بہت اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے انہیں خرقۂ خلافت عطا فرما کر تبلیغ اسلام کے لیے ہندوستان بھیجا اور یہ قطب الہند اور قطب شاہ کے نام سے مشہور رہوئے۔ ان کی برکت سے سینکڑوں لوگ اسلام لائے کئی ہندو راجاؤں سے جنگ بھی لڑنی پڑی یہ اخیر عمر میں واپس بغداد شریف چلے گئے اور وہاں ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال کی عمر میں بروز جمعرات سوم رمضان ۵۵۶ھ کو انتقال کیا اور مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد عرب، ایران اور ہند و پاکستان میں بہت موجود ہے۔

۱۳۔ حضرت شیخ ابو سعید قلوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ مفتی زمانہ اور فقہائے معتبرین سے تھے۔ صاحبِ خوارق و کرامات تھے۔ ایک روز ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اذان کہی۔ تکبیر کا پُر جلال نعرہ سنتے ہی زمین لرز گئی اور چٹان کے پانچ ٹکڑے ہو گئے۔ ۵۵۷ھ میں انتقال کیا اور قلوریہ میں مدفون ہوئے۔

۱۴۔ شیخ شرف الدین عدی بن مسافر الہکاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مضافاتِ بعلبک میں قریہ بیتِ فار میں پیدا ہوئے جوانی میں بغداد شریف پہنچ کر حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ملازمت سے سرفراز ہوئے اور آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا پھر ہکاریہ میں اپنا زاویہ قائم کیا اور وہیں مقیم ہوئے۔ علم وفضل میں یگانہ اور طریقت کے اعلےٰ رکن تھے۔ سراپا خیر وبرکت، نہایت متشرع عابد وزاہد تھے۔ جنابِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر نبوت مجاہدے اور ریاست سے ملتی تو بے شک عدی بن مسافر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اس کو پالیتے۔ ۵۵۷ھ میں وفات پائی، بلدیہ ہکاریہ میں مدفون ہوئے۔

۱۵۔ حضرت شیخ ماجد الکروی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

عراق کے اکابر مشائخ سے تھے۔ صاحبِ خوارق وکرامات تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے کہا میں حج کے لئے جارہا ہوں۔ آپ نے اس کو ایک پیالہ دیا اور کہا اگر تم وضو کرنا چاہو تو پانی اور اگر پیاس لگے تو دودھ اور اگر بھوک لگے تو ستو اس پیالہ سے تم کو ملا کریں گے پس اسی طرح وقوع میں آیا۔ ۵۶۱ھ میں وفات پائی اور جبلِ حمرین پر مدفون ہوئے۔

۱۶۔ حضرت شیخ ابوعمر عثمان بن مرزوق بن حمید بن سلامۃ القرشی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مصر کے اکابر مشائخ سے تھے۔ شریعت وطریقت کے جامع، حلیم الطبع اور نہایت منکسر المزاج تھے۔ مراقبہ، گوشہ نشینی اور قطعِ علائق میں مشہور تھے۔ معارف وحقائق میں ان کا کلام عالی تھا۔ ۵۶۴ھ میں انتقال کیا اور مصر میں مدفون ہوئے۔

۱۷۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ابی النصر الہیتی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

عراق کے اکابر مشائخ اور مشہور عارفین اور آئمہ محققین سے تھے۔ نہر الملک کے

قریہ زریران میں سکونت رکھتے تھے۔ کراماتِ ظاہرہ، احوال جلیلہ اور مقالاتِ عالیہ کے مجسمہ تھے۔ جس مجلس میں حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قدمی ہذہٖ ... الخ فرمایا یہ اُس مجلس میں موجود تھے اور انہوں نے سب سے پہلے ممبر کے پاس جاکر حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قدم مبارک اپنی گردن جھکاکر اُس کے اوپر رکھا۔ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود بھی اُن کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ نے ۵۶۴ھ میں وفات پائی اور زریران میں مدفون ہوئے۔

۱۸- حضرت شیخ ابو عبداللہ قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مشاہیر علما و مشائخ موصل سے تھے۔ مشاہدہ اور تزکیہ نفس میں مشہور تھے۔ شیخ ابوالبرکات صخر بن صخر بیان کرتے ہیں کہ یہ قریباً ایک ماہ تک ہمارے زاویہ کے قریب ٹھہرے اس عرصہ میں ہم نے کبھی ان کو کھاتے، پیتے، سوتے یا لیٹے نہیں دیکھا۔ موصل کا قاضی ان کی کرامات سُن کر ان سے بدظن ہوگیا۔ ایک دن گلی میں سامنے سے آتے نظر آئے تو قاضی نے خیال کیا کہ میں ان کو پکڑ کر بادشاہ کے حوالے کرتا ہوں تاکہ ان کو شہر بدر کردیوے بمجرد اس خیال کے دیکھا کہ سامنے سے ایک بڑا پہلوان آرہا ہے۔ ذرا قریب آئے تو ایک اعرابی معلوم ہونے لگے۔ جب بالکل قریب آگئے تو فقیہ کی صورت میں ظاہر ہوئے اور قاضی سے کہا ان میں سے کس قضیب البان کو حاکم کے پاس لے جاؤ گے؟ یہ کرامت دیکھ کر قاضی انکا مرید ہوگیا۔ انہوں نے ۵۷۰ھ میں انتقال کیا۔

۱۹- حضرت شیخ احمد بن مبارک رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضرتِ غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خادم تھے۔ جب آپ وعظ کے لئے کرسی پر جلوہ افروز ہوتے تو یہ اپنا مرقع کرسی پر بچھا دیتے۔ ۵۷۰ھ میں انتقال کیا۔

۲۰- حضرت شیخ ابو الفرح صدقہ بن حسین بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اکثر محفل غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے مستفید ہوتے رہتے۔ ان کا کلام لوگوں کی سمجھ سے بلند ہوتا تھے۔ اس لئے علمار ان پر گرفت کرتے رہتے۔ ایک دفعہ ان کو پکڑ کر خلیفہ وقت کے سامنے لے گئے۔ اس نے سر برہنہ کرکے تازیانے لگوانے کا حکم دیا ان کے ایک مرید نے بلند آواز میں پکارا۔ واشیخا، واشیخا۔ اسی وقت جلاد کا ہاتھ شل ہو گیا اور تمام حاضرین پر ہیبت چھا گئی۔ خلیفہ نے ان کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا اُن کی وفات ۵۷۳ھ میں ہوئی۔

۲۱- حضرت شیخ ابو عمرو عثمان الصریفینی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے اعظم خلفار میں سے تھے۔ اُن کی ہدایت کا واقعہ پانچ کبوتروں کے ذریعہ اس سے پہلے باب کرامات میں لکھا جا چکا ہے۔ انہوں نے ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔

۲۲- حضرت شیخ محمد الدوانی المعروف بہ ابن القائد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

بزرگان صوفیہ سے صاحبان مقامات عالیہ تھے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ ان کو مؤید الحضرہ فرمایا کرتے تھے نیز فرماتے ابن القائد مفردون سے ہے انہوں نے ۵۷۶ میں وفات پائی۔

۲۳- حضرت سخی سرور سلطان سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

یہ سید اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کے والد سید زین العابدین بن سید عمر عرب سے آئے اور کرسی کوٹ مضافات ملتان میں سکونت اختیار کی، یہ وہیں پیدا ہوئے۔ بڑے ہو کر بغداد شریف جا کر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے

خرقہ ارادت وخلافت حاصل کیا۔ ان کو یہ مقامِ عالی عطا ہوا کہ ابدال واوتاد کو جس وقت یاد کرتے وہ اسی وقت حاضر ہو جاتے۔ کثرتِ فیضان کے سبب لوگ ان کو لکھ داتا اور سخی سرور سلطان کہتے، ۵۷۷ھ میں اپنے بیٹے سید سراج الدین کے ہمراہ دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور نگاہہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں دفن ہوئے۔

۲۴۔ حضرت سیّد ابو العباس احمد الرّفاعی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

یہ حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کی اولادِ پاک سے تھے حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان کی والدہ ماجدہ کو ہمشیرہ فرمایا کرتے تھے۔ مناقبِ غوثیہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حکم سے جا کر سید احمد رفاعی سے پوچھا ما العشق[1] انہوں نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا العشق نار یحرق ما سوی اللہ[2] اتنا کہنے سے سامنے کے ایک درخت کو آگ لگ گئی اور جل گیا اور آپ خود بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔ پھر وہ خاکستر بصورت آب ہو گئی پھر وہ پانی جم کر برف ہو گیا، پھر زندہ ہو گئے۔ جمعرات بائیس[۲۲] جمادی الاول ۵۷۸ھ کو حالتِ سماع میں انتقال کیا اور قریہ ام عبیدہ بطائح میں مدفون ہوئے۔

۲۵۔ حضرت شیخ ابو السعود بن الشبلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

کبار مشائخِ زمان، صاحبِ مقاماتِ جلیلہ اور کراماتِ عالیہ تھے۔ فصوص الحکم میں ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو فرمایا کہ پندرہ سال سے خدا تعالےٰ نے مجھے اپنی مملکت میں تصرف کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن میں نے تصرف نہیں کیا۔ ابن المقائد نے پوچھا کیوں تصرف نہیں کیا؟ فرمایا میں نے تصرف کو حق تعالےٰ پر چھوڑ دیا جیسا چاہے کرے۔ طعام ولباس مکلف استعمال کرتے جو کچھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے پہنچتا رد نہ کرتے۔ ۵۷۹ھ میں انتقال کیا۔

---

[1]:۔ عشق کیا ہے۔

[2]:۔ عشق ایک آگ ہے جو اللہ تعالےٰ کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔

۲۶- حضرت شیخ حیات بن قیس حرّانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

اکابر عارفانِ محققین سے تھے کرامات ان کی بہت مشہور ہیں بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سفرِ حج کے دوران آپ اور آپ کے ساتھی ایک کیکر کے درخت کے سایہ تلے بیٹھے ایک خادم نے عرض کی میرے سردار کھجوریں کھانے کی خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا اس درخت کو ہلا اس نے عرض کی حضور یہ تو ببول کا درخت ہے۔ آپ نے فرمایا ہلا تو سہی جب ہلایا تو اس پر سے تر و تازہ کھجوریں گریں جو سب قافلہ والوں نے سیر ہو کر کھائیں۔ آپ کا انتقال جمادی الآخرہ ۵۸۱ھ کو ہوا اور حرّان میں مدفون ہوئے۔

۲۷- حضرت شیخ ابو مدین شعیب بن الحسین المغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اکابر مشائخ مغرب سے تھے۔ کشف و کرامت میں درجہ بلند رکھتے تھے شریعت و طریقت کے جامع، بلادِ مغرب کے مفتی تھے۔ مذہب مالکیہ رکھتے تھے۔ بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کفار فرنگ نے ان کو کئی مسلمانوں کے ساتھ کشتی پر بیٹھا لیا ہر چند کشتی کو چلانا چاہا مگر کشتی نہ چلی۔ آخر سمجھا کہ یہ اس درویش کی وجہ سے ہے اِن کو رہا کر دیا مگر کشتی پھر بھی نہ چلی۔ انہوں نے فرمایا جب تک تمام مسلمانوں کو نہ چھوڑو گے کشتی نہ چلے گی۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو رہا کروا لیا تو پھر کشتی چلی۔ انہوں نے ۵۹۰ھ میں وفات پائی۔

۲۸- حضرت شیخ جاگیر کُردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

عراق کے مشہور مشائخ سے تھے حضرتِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنا طاقیہ انہیں شیخ علی بن ہیتی کے ہاتھ روانہ فرمایا اور حضور میں حاضر ہونے کی تکلیف نہ دی۔ اُن کو محض غیب سے روزی ملتی تھی۔ ۵۹۰ھ میں وفات پائی اور نواحِ سامرہ میں مدفون ہوئے۔

۲۹۔ حضرت شیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابو الفضل [illegible] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عظیم اولیائے کرام سے تھے [illegible] کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد عیسائی تھے۔ انہوں نے چھوٹی عمر میں اسلام قبول کیا۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر تحصیل علم کے واسطے بغداد شریف آئے اور حضرت غوث اعظم سے ظاہری باطنی علوم حاصل کئے۔ اعلیٰ درجہ کے متدین صاحب خیر و برکت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ ابن رجب نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ ابن جوزی نے اپنی کتابوں میں اکثر مقامات پر ان سے روایت کی ہے۔

۶۰۵ھ میں اصبہان میں انتقال کیا اور خانقاہ بہاؤ الدین الحسن ابن ابی الہیجا میں مدفون ہوئے۔

۳۰۔ حضرت شیخ ابو القاسم عمرو بن مسعود بن ابی العز البزاز البغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۳۲ھ میں پیدا ہوئے بڑے عابد زاہد اور صاحب کرامات تھے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تفقہ حاصل کیا۔ پہلے بغداد شریف میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ پھر ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے جو کچھ فتوح پہنچتی فقرا میں تقسیم کر دیتے ۶۰۸ھ میں انتقال کیا اور اپنے زاویہ میں بمقام بغداد مدفون ہوئے۔

مذکورہ بالا تیس خلفائے ذوالاحترام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے علاوہ بھی حضور غوث اعظم شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سینکڑوں نامور خلفاء تھے جن کے متعلق اصحابِ ذوق بہجۃ الاسرار، شریف التواریخ حصہ اول اور دوسری کتبِ سیر سے استفادہ کر سکتے ہیں ہم یہاں اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

"وعلم اللہِ ھو اکمل و اتم"

وصالِ حضرتِ شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ و وصایا شریف

حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے اپنی عمر کے ابتدائی سترہ سال اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں اپنے مولد و مسکنِ آبائی جیلان میں گزارے اس کے بعد نو سال بغداد شریف میں تحصیل علومِ ظاہری و باطنی میں صرف کیئے اور پچیس سال ریاضت و مجاہدہ میں گذارے بعد ازاں چالیس سال مکمل اصلاحِ خلق اور ارشاد و تبلیغ اور احیائے دین میں مصروف رہے اب آپ کی عمر اکانوے سال ہو چکی تھی۔ آپ کی طبیعت کچھ علیل سی ہو گئی ادھر محبت ملاقاتِ الٰہی نے کشش فرمائی اور آپ نے اپنے گھر والوں کو اطلاع دی کہ ہمارا وصال ہونے والا ہے یہ بات سن کر سب کے اجسام پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید عبدالوہاب نے عرض کی اے میرے قبلہ گاہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے جو میرے لئے زندگی میں مشعلِ ہدایت بن سکے۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے جو وصایا شریف اس موقع پر فرمائے ہم انہیں یہاں کتاب فتح ربانی کے ترجمہ از مولوی عاشق الٰہی میرٹھی سے بمع ذکرِ وفات من وعن نقل کرتے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے فرمایا تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کو لازم کر لیجیو اور نہ کسی سے خوف رکھیو نہ طمع اور ساری حاجتیں حق تعالےٰ کے حوالے کیجیو اور اُسی سے مانگیو اور اس کے سوا نہ کسی پر بھروسہ رکھیو نہ اعتماد۔ توحید توحید توحید سب چیز کا خلاصہ توحید ہے۔ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے یہ بھی فرمایا کہ جب قلب اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہو جاتا ہے تو نہ کوئی شی اس سے خالی رہتی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکلتی ہے "میں مغز ہوں پوست نہیں ہوں۔" نیز آپ نے اپنی اولاد سے فرمایا کہ میرے اردگرد سے دُور

ہٹ جاؤ کہ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں
اور تمہارے بلکہ سارے [illegible] کے درمیان اتنا بعد ہے جتنا آسمان [illegible] رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے
فرمایا کہ نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔ نیز آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا نکالے۔ یعنی ان میں
[illegible] دار فرشتے) آئے ہیں لہذا جگہ خالی کرو اور ان کے ساتھ باادب رہو۔ یہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ
ارواح انبیاء) کا بڑا انبوہ ہے۔ ان پر جگہ تنگ نہ کرو۔ ایک رات کامل آپ یہ ورد کہتے
رہے۔ "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اللہ تعالےٰ مجھے بھی بخشے اور تمہیں بھی اور
بھی توجہ فرمائے اور تم پر بھی۔ بسم اللہ تشریف لائیے۔ خدا کرے ہر وقت رہو اور رخصت
کیے جاؤ۔ اور فرمایا کہ میں کسی شے کی بھی پرواہ نہیں کرتا نہ فرشتہ کی نہ ملک الموت کی۔ اے
ملک الموت تم ہٹ جاؤ ہمارے لیے تمہارے سوا اور ہی کوئی ہے جو (قبض روح کا) متکفل
ہوگا اس کے بعد ایک بڑا نعرہ مارا۔ اور آپ کے کسی صاحبزادے نے آپ کی طبیعت کا حال
پوچھا تو آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا مجھ سے کوئی چیز نہ پوچھے میں وہی ہوں کہ علم
خداوندی میں کروٹیں لے رہا ہوں۔ نیز اپنے صاحبزادہ عبدالجبار سے فرمایا تم سو رہے ہو
کہ جاگ رہے ہو۔ تم لوگ میرے اندر فنا ہو جاؤ کہ بیداری نصیب ہو گی۔ میں (عفیف جامع
الفتح الربانی) آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے صاحبزادگان کی
ایک جماعت آپ کے پاس موجود تھی اور آپ کے صاحبزادہ عبدالعزیز جو کچھ دہن مبارک سے
الفاظ نکل رہے تھے لکھ رہے تھے پس آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کاغذ قلم عفیف کو
دے کہ وہ لکھے چنانچہ میں نے لے لیا اور لکھنا شروع کیا۔ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا۔
(عنقریب حق تعالےٰ مشکل کے بعد آسانی عطا فرمائے گا)۔ صفاتِ خداوندی کے متعلق
اطلاعیں جس طرح آئی ہیں اسی طرح ان پر عبور کرو۔ حکم بدل جایا کرتا ہے مگر علم نہیں بدلا کرتا۔
حکم منسوخ ہو جایا کرتا ہے مگر علم منسوخ نہیں ہوا کرتا۔ اللہ تعالےٰ کا علم اس کے حکم سے ٹوٹ
نہیں سکتا اور آپ کے صاحبزادگان عبدالرزاق و موسیٰ نے مجھے (عفیف کو) خبر دی کہ آپ ہاتھ
اٹھاتے اور دراز فرما کر یہ کلمات کہتے تھے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، توبہ کرو اور صف
میں داخل ہو جاؤ۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ نیز آپ فرماتے تھے نرمی کرو نرمی۔ اور اس کے